حضرت علیؑ کی آسمانی تلوار

ذوالفقار

قرآن، حدیث اور تاریخ کی روشنی میں

حضرت علیؑ کی آسمانی تلوار

ذوالفقار

قرآن، حدیث اور تاریخ کی روشنی میں

......انیس خطابت......

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

نام کتاب : حضرت علیؑ کی آسمانی تلوار، ذوالفقار

تالیف : علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

اشاعت : (۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۰۰۹ء)

تعداد : ایک ہزار

قیمت : ۳۰۰ روپے

ناشر : مرکزِ علومِ اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال، بلاک-11

کراچی۔ فون: 0213-4612868

0300-2778856

کتاب ملنے کا پتہ

مرکزِ علومِ اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال

بلاک-11 کراچی فون:0213-4612868

website: www.allamazameerakhtar.com

فہرست

نمبر شمار	تفصیل مضامین	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	۵
۲	ذوالفقار (کاظمین لکھنؤ) تقریر علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی	۷
۳	ذوالفقار (گرین ٹاؤن لاہور) تقریر علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی	۴۶
۴	ذوالفقار (امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی کراچی) تقریر علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی	۶۸
۵	تاریخِ ذوالفقار (انچوالی سوسائٹی) ڈاکٹر علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی	۱۰۱
۶	تاریخِ ذوالفقار (انچوالی سوسائٹی) ڈاکٹر علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی	۱۲۹
۷	ذوالفقار (سید اعظم علی نقوی جائسی)	۱۶۸
۸	ذوالفقار کی قرآنی اور تاریخی تحقیق (مولانا زین العابدین عابد حیدری)	۱۸۱
۞	ذوالفقار کا تاریخی ثبوت (پہلی بات)	۱۸۱
۞	ذوالفقار بلقیس کا ہدیہ ہے؟	۱۸۳
۞	شاہ غسّان کی تلوار تھی؟	۱۸۴
۞	یمن کا بت توڑ کر اس کے لوہے سے ذوالفقار بنائی گئی؟	۱۸۴
۞	ذوالفقار آنحضرتؐ کا معجزہ ہے	۱۸۵
۞	ذوالفقار آنحضرتؐ کی تلوار تھی، جنگ خندق میں حضرت علیؑ کو بخش دیا	۱۸۶
۞	اپنی بات	۱۸۶
۞	ذوالفقار جنت سے آئی، حدیث کا بیان	۱۹۰
۞	قرآنی بیان ذوالفقار جنت سے آئی	۱۹۲

۞	ابوبکر شیرازی اہلِ سنت مؤرخ کا بیان	۱۹۴
۞	ابنِ ابی الحدید کے قصائد میں ذوالفقار کی تعریف	۱۹۴
۞	"لا فتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار" کی آواز کب بلند ہوئی؟	۱۹۵
۞	کیا بدر کے دن لا سیف الّا ذوالفقار کی آواز سنی گئی؟	۱۹۷
۞	کیا خیبر میں یہ آواز آئی؟	۱۹۸
۞	ہاں! احد میں لا سیف الا ذوالفقار کی آواز سنی گئی	۱۹۸
۞	ذوالفقار دلیل امامت ہے	۲۰۰
۞	شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری کا بیان	۲۰۱
۞	تلوار کاٹتی ہے مگر ہاتھ چاہیے	۲۰۲
۹	کلامِ میر انیسؔ میں ذوالفقار کی مدح	۲۰۴
۱۰	مسدس "ذوالفقار" کا تعارف (از پروفیسر سید احتشام حسین (مرحوم))	۳۳۵
۱۱	ذوالفقار (از شمیم کرہانی)	۳۴۱
۱۲	بدر و اُحد میں "لا سیف الّا ذوالفقار" کی منادی	۳۵۵
۞	ذوالفقار کا وزن	۳۵۶
۞	جنگِ صفّین میں ذوالفقار	۳۵۷
۞	ذوالفقار جنگِ خندق میں	۳۵۹
۞	ذوالفقار سے "یغوث" کا قتل	۳۶۰
۞	بیر العلم اور ذوالفقار	۳۶۲
۞	ذوالفقار کا تذکرہ "مناقبِ ابنِ شہر آشوب" میں	۳۶۵
۞	ذوالفقار کا تذکرہ شیخ صدوق کی کتاب "علل الشرائع" میں	۳۶۶

اِن آنکھوں نے کیا کیا دیکھا......

میرے ذہن میں حضرت علیؑ کا یہ قول گردش کر رہا ہے کہ ''جس شخص پر احسان کرو اُس کے شر سے بچو'' پہلے یہ قول کئی جگہ پڑھا اور سنا لیکن اِس قول کی تشریح صحیح معنوں میں سمجھ نہیں آئی کہ جس شخص پر احسان کیا جائے کیا وہ بھی احسان کرنے والے کو اپنے شر کا نشانہ بنا سکتا ہے؟۔ لیکن سانحۂ جامعہ سبطین کے بعد یہ قول پوری طرح میری سمجھ میں آ گیا کہ علامہ صاحب پر حملہ کرنے والے وہی لوگ تھے کہ جس قوم پر علامہ صاحب کے لاتعداد احسانات ہیں، سب سے بڑا احسان تو یہی ہے کہ علامہ صاحب نے اپنی مجالس کے ذریعے اِس قوم پر علم کے دریا بہا دیئے ہیں نا صرف یہ کہ اپنی مجالس کے ذریعے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے متعلق غلط روایات کا مکمل اور مدلّل جواب دیا بلکہ اپنی تحقیقی کاوشوں سے حقائق کے نئے باب بھی وا کیئے۔ علوم محمدؐ و آلِ محمدؐ کی ہر صنف میں خواہ وہ مرثیہ ہو، سلام ہو، نوحہ ہو، تفسیر ہو یا آئمہ کی سوانح حیات اتنا کام کر دیا ہے کہ جس کے اثرات صدیوں پر محیط ہیں۔ پھر یہ کون سے شیعہ تھے کہ جنہوں نے علامہ صاحب پر برسرِ منبر حملہ کیا، دراصل یہ علامہ صاحب پر حملہ نہیں کیا گیا بلکہ ایک پوری فکر پر حملہ کیا گیا ہے۔

تقریباً چار سال قبل، کراچی کے امام بارگاہوں میں ایک پمفلٹ تقسیم ہوا تھا جسے شکاگو کی کسی انجمن نے شائع کیا تھا۔ اس پمفلٹ میں امریکن سی آئی اے کے ایک افسر کی خود نوشت کا اقتباس تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ ہم نے مختلف ممالک میں اپنے ایجنٹ بھیجے تا کہ وہ ملتِ جعفریہ پر تحقیق کر کے اصل نکتہ سامنے لائیں۔ ہمارے ایجنٹوں نے اپنے اپنے انداز میں تحقیق کی مگر ایک ہی بات سامنے آئی کہ شیعیانِ علیؑ میں اجتماعیت ہے اور اس کی وجہ فرشِ عزا ہے اگر اس سے دُور کر دیا جائے تو یہ قوم کبھی سر نہیں اٹھا سکے گی۔

اب اس سانحہ میں یہ دونوں عوامل کارفرما تھے یعنی علامہ صاحب کی تحقیقی اور علمی کاوشوں کی روک تھام اور شیعوں کی اجتماعیت پر ایسی ضرب کہ وہ منتشر ہو جائیں، سب

سے اہم بات جو اس سانحہ میں سامنے آئی وہ یہ کہ اس سارے واقعے میں جو لوگ استعمال ہوئے اُن کا تعلق کسی اور فرقے سے نہیں تھا بلکہ وہ بھی شیعہ ہی تھے۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ وہ کونسے شیعہ ہیں جو امام بارگاہ پر حملہ کر کے منبر پر چڑھ دوڑے، منبر کے دونوں جانب لگے علم حضرتِ عباسؑ کو شہید کیا، فرشِ عزا کو پامال کیا، نوجوانوں کے ساتھ ساتھ بچوں اور بزرگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا، نہ صرف گھونسوں، لاتوں سے مومنین کو ظلم کا نشانہ بنایا بلکہ اُن پر پتھروں کی بارش بھی کی گئی، ۱۳/صفر جو کہ شہادتِ حضرتِ سکینہؑ سے منسوب ہے اُس دن کا بھی خیال نہ کرتے ہوئے خواتین کی بے حرمتی کی گئی اور اُنہیں بھی اپنے ظلم سے بچ کر نہ جانے دیا، کیا یہ تمام واقعہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی تعلیمات کے منافی نہیں! رسولؐ خدا اور امیر المومنینؑ خواتین کا اتنا احترام فرماتے تھے کہ کافروں کے مقابلے میں لشکر بھیجتے وقت تاکید فرما دیا کرتے تھے کہ خبردار کسی بچے یا عورت پر حملہ آور نہ ہونا اور اُن کے معاملے میں عفو و درگذر سے کام لینا اور اُنہیں معاف کر دینا۔ وہاں کافر عورتوں اور بچوں تک کے معاملے میں اِس قدر تاکید تھی جبکہ جامعہ سبطین میں سیدانیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا جو بیان سے باہر ہے۔

ایک ایسی قوم کہ جس کے سامنے آئمہؑ کی حیات کا ہر ہر پہلو ہو اور وہ اپنی زندگیوں کو آئمہؑ کی حیاتِ طیبہ پر استوار کرنے کے بجائے ظلم و تشدد کا مظاہرہ کر کے دوسرے فرقوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ کیوں تم لوگ ہمیں مہذّب کہتے ہو؟ ہمارا اصل روپ تو یہ ہے جو اب تمہارے سامنے آیا ہے۔ یہاں یہ بات کہنا انتہائی ضروری ہے جس طرح ہندوستان کے شیعہ مدرسوں میں زیرِ تعلیم طالبعلم علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں اِسی طرح اگر پاکستان کے شیعہ مدرسوں کے طالبعلم علامہ صاحب کی کتب کا مطالعہ کریں تو اِس طرح کے واقعات کی روک تھام ممکن ہے کیونکہ میرے نزدیک یہ حادثہ کسی حد تک کم علمی و جہالت کا شاخسانہ ہے۔ (ادارہ مرکزِ علومِ اسلامیہ، کراچی)

ذوالفقار

﴿کاظمین لکھنؤ ۱۹۸۹ء﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

پروردگار کا یہ اعلان کہ لوہا آسمان سے نازل ہوا، آج تک کوئی بتا نہیں سکا کہ لوہا کب آسمان سے اُتارا گیا، اور کب اُتارا جاتا ہے، اب جب ہم نے یہ کہا کہ ذوالفقار آسمان سے اُتری تھی تو لوگوں نے کہا کیا لوہا آسمان سے نازل نہیں ہوا، یہ واحد لوہا ہے کہ جو آسمان سے نازل ہوا، فیکٹری تھی کہ جہاں یہ ڈھالی گئی، بنائی گئی، تو اُس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ کوئی آغازِ اسلام کی بات تھوڑی ہے بعد کی بات ہے، آپ آغاز اسلام میں ہی یہ کہتے ہیں کہ جبریلؑ امیں مہر نبوت لائے، چشمہ کوثر میں اُس کو غوطے دیئے اور وہ پھر لا کر نبیؐ کے دوش پر و ٹھپہ لگا دیا، تو وہ مہر نبوت جس آئرن فیکٹری میں بنی تھی وہیں ذوالفقار بنی ہے، بہر حال یہ بات طے ہے کہ جو کچھ وہاں سے نبی کے لئے ہوتا تھا وہی علیؑ کے لئے بھی ہوتا تھا، اور یہ تنگ نظری ہے چونکہ علیؑ کی تلوار ہے تو اُس کے فضائل نہ بیان کیے جائیں، اُس کی عظمت نہ بیان کی جائے، اُس کی عظمت کو تاریخ میں چھپا دو کہ وہ فلاں کافر کی تلوار تھی، بدر میں چھین لی گئی تھی، رسولؐ نے اُسے لے کر علیؑ کو عطا کر دی، کبھی یہ کہا گیا کہ وہ علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی سامنے ایک درخت لگا تھا، اُس کی شاخ کو توڑ کر رسولؐ نے کہا لو علیؑ اِس سے لڑو، جیسے ہی رسولؐ کے ہاتھ میں وہ شاخ آئی تلوار بن گئی، دیکھیے یہ معجزات، مگر معجزات

معجزات میں فرق ہے، کچھ معجزات اس لئے بنائے جاتے ہیں تا کہ حقیقتِ معجزہ چُھپ جائے، لیکن ہم حقیقتِ معجزہ تو بہت آسانی سے تلاش کر لیتے ہیں کہ بناوٹ کیا ہے اور معجزہ کیا ہے، ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں ہے، اِس بات کو تلاش کر لینا، اس لئے کہ جنگِ اُحد میں آئی اور بڑی شان سے آئی اور اس طرح آئی کہ روایت تمام مؤرّخین نے لکھی کہ جب وہ تلوار چلنے لگی میدانِ جنگ میں تو فضا میں ایک سونے کی کرسی نظر آئی اور اُس کرسی پر جبریل امیں نظر آئے اور وہ پکار پکار کر یہ کہہ رہے تھے۔ لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار، کوئی جوان نہیں سوا علیؑ کے، کوئی تلوار نہیں سوائے ذوالفقار کے، اب دیکھئے کہ تلوار کے ساتھ قصیدہ بھی نازل ہوا، قصیدہ پڑھنے والا معصوم ملک تھا، ایسی تلوار کہ جس کا قصیدہ بھی خود اللہ نے بھجوایا، یہ مصرعہ یہاں نہیں کیا گیا، یہ وہاں سے نازل کیا گیا ہے، اس لئے کہ اس کی ترکیب اس کی زبان، اس کی فصاحت، اس کی بلاغت یہ بتا رہی ہے کہ انسان نے یہ الفاظ سیٹ نہیں کئے، ترتیب نہیں دیئے، خود آپ غور کر لیجئے لا یہ لا کا لفظ جو ہے انسان استعمال ہی نہیں کر سکتا، سوا خدا کے، اور لا کے ساتھ شرط الاّ انسان کے بس میں ہی نہیں ہے یہ مزاجِ پروردگار ہے کہ جب وہ کسی چیز کو نازل کرتا ہے تو اُس کی پہچان یہ قرار پاتی ہے کہ لا الٰہ الا اللہ، لا بھی ہے اور الا بھی ہے، اب یہ اُس کا مزاج ہے کہ وہ پہلے لا کہلواتا ہے پھر اِلاّ کہلواتا ہے، پہلے لا کہو پہلے تبرّا کرو، پھر تولا، کوئی خدا نہیں ہے سب سے انکار کرو، سب سے برأت اختیار کرو، اُس کے بعد اِلاّ کہو ایک اللہ کا اقرار کرو تو جہاں مزاجِ تولا و تبرا آ جائے یعنی پہلے تبرا پھر تولا آئے تو سمجھ جایئے کہ یہ فکر پروردگار ہے، قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط پہلے تبرّا کرو دُنیا کی ساری محبتوں سے نفرت اور بیزاری کرو، پھر قربیٰ سے مودّت کا اقرار کرو، پہلے تبرا پھر تولا، تو وہی مزاج یہاں آیا

لَافتٰی عربی میں کہتے ہیں ف ت چھوٹی ی اور یہ چھوٹا الف فتٰی جیسے قربیٰ لکھیں گے موسیٰ،عیسیٰ ویسے فتٰی ، فتٰی کہتے ہیں جوان کواور جوان کے لئے عربی میں کتنے الفاظ ہیں،اب یہ تو الفاظ کا مزاج وہ جانے جس نے الفاظ ایجاد کئے ہیں، وہی سمجھ سکتا ہے کہاں پرکون سا لفظ ایجاد ہوگا، اتنے لفظ جوان کے لئے تھے،لیکن جب علیؑ کے لئے جوان کا لفظ استعمال کیا تو کوئی نہیں ہے جوان سوائے علیؑ کے،فتٰی تو فتٰی کا لفظ رکھا فتٰی عرب میں اُس جوان کو کہتے ہیں جس نے کبھی بتوں کو سجدہ نہ کیا ہو، جس نے کبھی بت پرستی نہ کی ہو، یہ پروردگار کا مزاج ہے، کوئی جوان نہیں سوا علیؑ کے ، یہ کہا کہہ دیا پروردگار نے؟ یعنی یہ واحد جوان ہے جس نے بت پرستی نہیں کی، سب کی جوانیاں برباد ہوگئیں اور اُس کے بعد یہ اعلان لا فتٰی الا علی لا سیف الا ذوالفقار، یہ سیف کا لفظ دیکھئے کیسے پروردگار نے رکھا،تلوار کے لئے سینکڑوں لفظ ہیں عربی میں،لیکن لا سیف،کوئی تلوار نہیں،سوا ذوالفقار کے، کیوں کوئی سیف نہیں، پروردگار کو معلوم تھا کہ مسلمانوں کی تاریخ کسی کو سیف اللہ بنائے گی،خالد بن ولید سیف اللہ کا لقب پائیں گے اس لئے کوئی سیف نہیں یعنی جب تک کہ اور ساری تلواروں سے نفرت نہ کرلو ذوالفقار سے محبت کا اقرار نہیں ہوسکتا، اب آپ دیکھئے شخصیت سے محبت کروائی، پروردگار نے،نہیں ہماری وہ شخصیت جو ہے اس کے ہاتھ میں جو لوہے کی تلوار ہے اُس سے بھی محبت کا اقرار کرنا پڑے گا، دیکھئے ذوالفقار نے محبت کروالی،اپنی محبت کو منوالیا،اب ظاہر ہے تیز دھار والی تھی ، دومنہ والی تھی اور ایسی ، ایسی خوبیاں تھیں اُس میں، عجیب عجیب معجزات ہیں، ذوالفقار کے، چلے تو یوں چلے کہ گھٹے بھی اور بڑھے بھی، جہاں تک چاہے چلی جائے اور واپس آ جائے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ جب لوگوں نے نبیؐ سے پوچھا کہ موسیٰؑ کوتو عصا جیسا معجزہ دیا گیا تھا، آپ کو تو ایسا معجزہ

نہیں دیا گیا، کہا علیؑ کی تلوار نہیں دیکھی، یعنی عصائے موسیٰؑ کا ہم پلہ معجزہ بلکہ اُس سے افضل ہے اور جب افضل ہے تو موسیٰؑ کا عصا کبھی درخت بن جائے اور جب اُونچے درخت کی پتیاں توڑنی ہوں تو وہی عصا بلند ہو کر شاخ تک پہنچ جائے، تو وہ گھٹتا بھی تھا، بڑھتا بھی تھا، اژدھا بھی بنتا تھا، ذوالفقار میں بھی یہ خاصیت تھی کہ کئی بار اژدھا بھی بنی، گھٹی بھی، بڑھی بھی اور اُس کے ساتھ ساتھ جب میدانِ جنگ میں چلتی تھی تو پہچان کر چلتی تھی، کس کی نسل میں مومن آنے والا ہے اور کس کی نسل میں کافر آنے والا ہے، حق و باطل کا معیار یوں قائم کر رہی تھی تو بڑے معجزات تھے اُس کے لئے مرثیہ نگاروں نے جیسا کہ کہا نڈر ایسی تھی کہ رات میں شیرِ خدا سے باتیں کرتی تھی، کیا کہنا اُس کی خوش قسمتی کا کہ تنہائی علیؑ کی یوں دُور کرے کہ علیؑ اُس سے باتیں کریں، وہ جواب دے، تو ہم نے ذوالفقار سے باتیں کرتے تو دیکھا ہے اس کا ذکر آگے بیان کریں گے، لیکن یہ دیکھئے کہ ذوالفقار کا کمال یہ تھا چلی اور جسم کو دو حصے کیا، دوسرا طریقہ اُس کے وار کا یہ تھا کہ سر سے چلے تو جسم کے دو حصے کردے، یہ ہے طول کا وار، اور جب پہلو سے چلے تو یہ ہے عرض کا وار، یعنی کمر کو کاٹ گئی، ادھر سے دو حصے یا ادھر سے، طول کا وار ہو یا عرض کا وار، لیکن مورّخین نے لکھا کہ طول کا وار ہو یا قط کا وار ہمیشہ برابر دو حصے کرتی تھی، اچھا ہیبت ایسی بیٹھی ہوئی تھی کہ دو حصے کہ صفین کی لڑائی میں نقاب ڈال کر چہرے پر بیٹے کو بھیج دیا، تو معاویہ اور عَمر عاص میں بحث ہو گئی، انہوں نے کہا ہے یہ علیؑ، ہے یہ علیؑ ورنہ اس طرح کے وار کسی اور کے نہیں ہو سکتے سوا علیؑ کے کسی اور کے نہیں ہو سکتے، تو معاویہ نے کہا اگر پہچاننا ہے تو یہ کرو، جتنے کشتے پڑے ہیں اُنہیں اُٹھا لاؤ اور اُن کے حصوں کو تول لو، اگر دونوں حصے برابر ہیں تو یہ علیؑ ہیں اور علیؑ کی ذوالفقار ہے اور اگر حصوں میں تھوڑا سا بھی فرق ہو جائے تو پھر کوئی

اور ہے، تو یہ طے ہے کہ ذوالفقار دو برابر حصوں میں تقسیم کرتی تھی، وار قط کا ہو یا طول کا ہو تو ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ وہ برابر تقسیم کر دیتی تھی، تو ذوالفقار کے معجزے آپ کی سمجھ میں آ جائیں ذوالجناح کے معجزے سمجھ میں آ جائیں پہلے اس سے واقفیت حاصل کر لیجئے، پھر علی کے معجزات پر باتیں ہوں گی، میں کئی برس پہلے بھی یہ بات کہہ چکا ہوں کہ وہ جو دانشور ہوتا ہے جو فکر دیتا ہے، یہ علم رکھتا ہے، خواہ کسی صدی میں پیدا ہو، کسی شہر میں پیدا ہو، وہ کسی معاشرے میں پیدا ہو، کسی فرقے میں پیدا ہو، مودّت علی آ جاتی ہے تو پھر وہ فکر کر پالیتا ہے، سچائی کو پالیتا ہے۔

غالبؔ اپنے دور کا عظیم دانشور و عظیم شاعر تھا اور وہ اس فکر کو یوں سمجھا کہ اُن کے ایک دوست تھے غالبؔ کے میرن صاحب سوز خوانی بہت اچھی کرتے تھے گلے میں سوز تھا، شاعر بھی بہت اچھے تھے، دہلی میں رہتے تھے، غالبؔ کی عادت تھی کہ صبح اُٹھ کر سیدھے اُن کے گھر جایا کرتے تھے ملنے کے لئے عادت تھی اور میرن صاحب کی یہ عادت تھی کہ جب غالبؔ آ جاتے تو وہ کہتے، رات کو ایک مصرعہ ہو گیا، تو غالبؔ فوراً کہتے تھے سنا دیجئے، میرن صاحب وہ بیچارے سنا دیتے تھے غالبؔ فوراً گرہ لگا کر شعر مکمل کر دیتے تھے، اور اُسی دن مشہور ہو جاتا دہلی میں کہ غالبؔ نے نیا شعر کہا ہے، محنت تھی میرن صاحب کی، مصرعہ ثانی جو لگا دے شعر اُسی کا ہو جاتا ہے، مصرعہ اولیٰ کی کیا اہمیت ہے جس نے گرہ لگا دی شعر اُسی کا ہو گیا، ایک دن جو غالبؔ صبح صبح پہنچے تو میرن صاحب کہنے لگے کہ ایک مصرع ہوا ہے، رات کو غالبؔ کہنے لگے تو سنا دیجئے وہ کہنے لگے نہیں وہ مصرع ایسا ہے کہ میں تم کو نہیں سناؤں گا، تم گرہ لگا کے شعر اپنا بنا لیتے ہو، یہ مصرعہ میرے پاس ایسا آیا ہے گویا الہام ہوا ہے، میں ہی اس پہ مصرع لگاؤں گا، چاہے کتنے ہی دن کے بعد لگاؤں تا کہ وہ شعر میرے ہی نام سے مشہور

ہو،اب تو آپ خود سوچئے غالبؔ اتنے بڑے شاعر کیا حالت ہوئی ہوگی اُن کی کہ مصرع نہیں بتا رہے، انہوں نے کہا میں قسمیہ کہتا ہوں میں مصرع نہیں لگاؤں گا، میں وعدہ کرتا ہوں، آپ مصرع سنا دیجئے کہا وعدہ کرتے ہو مصرع نہیں لگاؤ گے، غالبؔ نے کہا بھئی وعدہ کرتا ہوں مصرعہ نہیں لگاؤں گا، میرن صاحب نے کہا کہ بھئی رات میں مصرع یہ ہوا ہے کہ:

اَسپ و زن و شمشیر وفادار کسے دید

فارسی کا مصرع ہے گھوڑا، بیوی اور تلوار زمانے میں کس کی وفادار گزری، عجیب مصرع ہے، آپ ذرا اس پر غور تو کر لیجئے کہ عورت وفادار ہوسکتی ہے، لوہے کی بے جان تلوار کیسے وفاداری کرے گی، نہ دیکھ سکتی ہے نہ چل سکتی نہ پھر سکتی ہے، تلوار کاٹتی ہے مگر ہاتھ چاہئے، یہ بھی غالبؔ ہی کا مصرعہ ہے، بغیر ہاتھ کے تو تلوار چل نہیں سکتی، تو تلوار کیسے وفاداری کرے گی، اچھا چلئے گھوڑا بھی وفادار ہوسکتا ہے مگر تلوار کے لئے تو بالکل ہی ثابت نہیں کیا جاسکتا، لیکن یہ مصرع ہے اور بہت مشہور مصرع ہے

اَسپ و زن و شمشیر وفادار کسے دید

کسے دیکھا گیا کہ جس کی یہ تینوں چیزیں وفادار تھیں، گھوڑا بھی، تلوار بھی اور بیوی بھی، جیسے ہی مصرع میرن صاحب نے پڑھا ویسے ہی غالبؔ کرسی سے اُٹھ کر کھڑے ہوگئے اور بے اختیار کرسی کے ہتھے پر ہاتھ مار کر چیخنے لگے،

اسپ و زن و شمشیر وفادار کسے دید
واللہ علیؑ دید، علیؑ دید علیؑ دید

کس کی وفاداری دیکھی گئی غالبؔ نے کہا اللہ گواہ ہے علیؑ کو، علیؑ کو علیؑ کو، مصرع میں تین چیزیں تھیں تو دوسرے مصرع میں تین بار علیؑ آیا، یہ ہے دانشورانہ کمال میں

جوانوں سے یہی کہہ کر جا رہا ہوں، بننا ہے تو ایسے بنو غبی نہ بنو، کوڑھ مغز نہ بنو اور جب تک فکر اس طرح نہیں لو گے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا، نہ حدیث سمجھ میں آئے گی، نہ علیؑ کے معجزات سمجھ میں آئیں گے، پہلے ضروری ہوتا ہے کہ ایک ایک چیز پر ریسرچ کی جائے، یہ نہیں ہوتا کہ اس دروازے پر کھڑے ہوں یہ بات بتا دیجئے، یہ بتا دیجئے، یہ سب کیا ہے، بھئی کس کس کے دَر پر پوچھو گے کہ علیؑ کیسے، قرآن ختم کر لیتے تھے، ارے کتنے دَروں پر جاؤ گے، اگر ایک دَر پر چلے جاتے جسے بابِ مدینۃ العلم کہتے ہیں تو فوراً معجزہ سمجھ میں آ جاتا چونکہ ایک دَر کو چھوڑ دیا ہے تو اب دَر دَر جانا پڑے گا، ہوتا یہی ہے کہ جب انسان اس دَر کو چھوڑ دیتا ہے تو پھر دَر دَر کی ٹھوکریں کھاتا ہے اور یہاں یہ عالم ہے کہ ایک کو مانتے ہیں ہر ایک کو نہیں، ایک سے مانگتے ہیں ایک ایک سے نہیں، بس ایک کو مانتے ہیں ایک ایک کے پاس جاؤ گے تو بات سمجھ میں نہیں آئے گی، بس ایک کے پاس جاؤ، اب یہ اُردو زبان کا کمال ہے کاش پہلے اُردو سیکھ لی ہوتی، اصل بات یہ ہے میں نے جب امریکہ میں مجالس پڑھیں تو ایک خط آیا میرے پاس کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اُردو میں بہت اچھی باتیں ہیں اور پتہ چل رہا ہے ہم جوانوں کو بزرگوں کی واہ واہ سے کہ آپ بہت عمدہ مجلس پڑھ رہے ہیں لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، اس لئے آپ ہمیں انگلش میں سمجھائیں تو ہماری سمجھ میں آئے گا بعد میں پتہ چلا کہ سارے جوانوں کی سمجھ میں تقریر آ رہی تھی، یہ سازشی خط آیا تھا تاکہ انگلش شروع کر دوں اور وہ چاشنی ذاکر کی ختم ہو جائے، تو میں نے اُس پر جملہ یہ کہا کہ رسولؐ نے دو چیزیں چھوڑی ہیں، ایک قرآن، دوسرے اہلِ بیتؑ، جب تک عربی نہیں سیکھو گے قرآن سمجھ میں نہیں آئے گا اور جب تک اُردو نہیں سیکھو گے اہل بیتؑ سمجھ میں نہیں آئیں گے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اُردو کے بغیر اہل بیتؑ سمجھ میں

نہیں آ سکتے، اُردو نے سمجھایا ہے اہل بیتؑ کو، اُردو نہ ہوتی تو اہلِ بیت سمجھ میں نہ آتے، تو ہم کیا کریں ابھی لوگوں نے اُردو نہیں سیکھی، جب تک اُردو نہیں سیکھیں گے فضائل علیؑ کیسے سمجھ میں آئیں گے، کیسے سمجھائیں ہم فضائلِ علیؑ، اس لئے نوے فیصد تو اِن کے فضائل کے سمجھانے میں اُردو کا حصہ ہوتا ہے، جب تک اُردو سے واقفیت نہ ہو تو فضائلِ علیؑ سمجھ میں نہیں آ سکتے، تو ہم ذوالفقار کو کیا سمجھائیں، ذوالفقار عربی کا لفظ ہے، لیکن فقار کے دو معنی ہیں یہ فقرے کی جمع ہے فقرہ جو زبان سے نکلے، اُس کی جمع فقار، یعنی زبان سے بھی متعلق ہے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ریڑھ کی ہڈی جو ہوتی ہے پوری اس کی شکل جو ہے ذوالفقار بالکل اُس کی شکل کی تھی اور جس طرح گٹھلیاں ہوتی ہیں اِدھر اُدھر ریڑھ کی ہڈی میں، اِسی طرح تلوار میں بھی نکلی ہوئی تھیں، وہ فقار اس لئے کہلائی کہ اُس میں فقرے تھے، ریڑھ کی ہڈی کی طرح وہ خم ونشیب اور وہ گھماؤ، جو ریڑھ کی ہڈی میں ہوتا ہے اس لئے اس کا نام ذوالفقار ہوا، دوسرے معنی یہ ہیں تیزی کے معنی ہیں تو زبان سے زیادہ تیز وہ فقرے جو ادا ہوتے ہیں اُس کی جمع فقار، ذوالفقار اب جو بھی معنی ہوں، لیکن اگر اُس کو کوئی سمجھا سکا اُس کی تیزی کو، اُس کے گھاٹ کو، اُس کی باڑ کو، اب دیکھئے ذوالفقار کے بھی حصے ہیں دومنہ والی دوزبانیں ہیں، دستہ ہے، یہ گھاٹ ہے، یہ باڑ ہے، یہ دھار ہے، میں کیسے سمجھاؤں، اگر اُردو نہیں آتی، کیسے سمجھاؤں کم از کم ذوالفقار پر ہی ریسرچ کر کے دنیا سمجھ لے علیؑ کے معجزات بھی سمجھ میں آ جائیں گے، میر انیسؔ کے علاوہ کوئی سمجھا نہیں سکا، مرزا دبیرؔ کے علاوہ کوئی اس کو سمجھا نہیں سکا۔ اب آپ دیکھئے کہ میر انیسؔ نے ذوالفقار کو کہیں پر مچھلی بنایا، کہیں پر حسینوں کا اشارہ بنایا، کہیں ستارہ ٹوٹتا ہوا گرتا دکھایا، کہیں اُس کو دلہن بنا دیا، اب وہ مناظر آپ دیکھیں چونکہ فرمائش ہوگئی کہ صبح آپ نے شعر نہیں پڑھے تو اِس

وقت ہم سننا چاہتے ہیں۔اطمینان سے مجلس سنیئے تو ہم پہلے ہم اس منزل سے گزر جائیں تو باتوں باتوں میں اسی طرح آگے بڑھ جائیں لیکن اس سے پہلے کہ جہاں انیسؔ نے ذوالفقار کو دلہن بنایا ہے میں آپ کو تاریخ کی ایک حقیقت سنا دوں، غور سے جب آپ اُس کو سنیں گے تو آپ کو میر انیسؔ کی علمیت کا قائل ہونا پڑے گا، اِس لئے کہ بغیر علمیت کے فضائل آلِ محمدؐ سمجھ میں نہیں آتے، جہل یہاں سے دُور بھاگتا ہے، اور مولا علیؑ نے نہج البلاغہ میں کہا کہ علم سیکھنے سے نہیں آتا، بلکہ آپ نے فرمایا علم ایسا نور ہے کہ اللہ جس کے دل میں چاہتا ہے اُس نور کو داخل کر دیتا ہے تو یہ سیکھنے سے تو ملتا نہیں، یہ محفلیں ہم اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ نورانی محفلیں جب منعقد ہوں تو ہمارے بچوں کے سینوں میں یہ علم کا نور آہستہ سے داخل ہو جائے اور جو مجلسوں ہی سے بھاگتا ہو، اُس کے دل میں نور کیسے آئے گا، یہ علم کا نور، دوسری بات یہ ہے کہ تمام مورّخین کا یہ فیصلہ ہے کہ علیؑ بابِ مدینۃ العلم ہیں اور زہراؑ اُم العلوم ہیں، تو علم کی کرن خانۂ زہراؑ سے چلتی ہے اور ذہن و دماغ و دل کو منوّر کرتی ہے، جس نے چوکھٹ پہ سر ہی نہ جھکایا ہو، اُس کے دماغ میں یہ کرن جائے گی کیسے، یہ کرن وہاں پہنچے گی کیسے اور یہ کرن جب وہاں پہنچتی ہے تو دماغ میں عقل کا آفتاب بنتی ہے، تب عالم بنتا ہے، تب عظیم شاعر بنتا ہے، جب تک وہ کرن آفتاب بنتی ہے تب اُس آفتاب نہ بنے وہ عالم بن سکتا ہے نہ شاعر بن سکتا ہے تو اب ظاہر ہے کہ جب چوکھٹ کو اس نظر سے دیکھا جائے کہ کنیزِ سیدہؑ پر لکھنؤ کے اخباروں میں تنقید کی جا رہی ہے، اِس چوکھٹ کی عظمت کو سمجھے نہیں گھر کی عظمت کو سمجھے نہیں تو وہاں علم آئے گا کیوں اور اُن کی سمجھ میں کیوں آئے گا سات کتابوں میں یہ روایت ہے کہ علیؑ ایک لڑائی سے آئے، یہ پہلے بتا دوں کہ جب لڑائی سے واپس علیؑ آتے تھے تو ذوالفقار لے کر اور گھر میں داخل ہوتے

تھے تو استقبال کے لئے سب سے پہلے جنابِ فاطمہؑ موجود ہوتی تھیں اور فوراً علیؑ کے ہاتھ سے ذوالفقار لے لیتی تھیں، زہراؑ ہی کے ہاتھوں سے وہ دھوئی جاتی تھی، صاف ہوتی تھی، پھر اپنی چادر سے اُس کو سکھاتی تھیں اور حجرے میں ایک خاص جگہ تھی وہاں زہرا اُس کو آویزاں کر دیتی تھیں، ایک لڑائی سے جو علیؑ واپس آئے تو کہا یہ جاتا ہے کہ اُحد کی لڑائی تھی اور پہلی بار ذوالفقار آئی تھی (علیؑ کی تلوار ٹوٹ چکی تھی) کسی طرح علیؑ کی تلوار ٹوٹی اور کسی طرح ذوالفقار آئی وہ پاورا ایک منظر وہ چھوڑا ہم نے، آئے علیؑ تو زہراؑ نے جب ہاتھ بڑھایا، ذوالفقار لینے کے لئے تو علیؑ نے مسکرا کر کہا زہراؑ اس تلوار سے تو تم واقف نہ ہونگی، یہ آج ہی تو اُتری ہے، آسمان سے آج ہی تو آئی ہے، تم نے پہلی بار ذوالفقار دیکھی ہوگی تو جواب میں فاطمہؑ زہراؑ بھی مسکرائیں اور مسکراتے ہوئے کہا یا علیؑ میں جب آپ سے بھی مانوس نہیں تھی، اُس سے پہلے سے میں اس تلوار سے واقف ہوں، بس علیؑ چپ ہو گئے اور گھر سے مسجد نبویؐ پہنچے، رسولؐ خدا سے پورا واقعہ بیان کیا، رسولؐ اکرم بھی مسکرانے لگے اور کہا علیؑ کیوں نہ چل کر ہم دونوں اس کی وجہ فاطمہؑ سے پوچھیں، دیکھئے اِس پوچھنے میں نبی بھی شامل ہے، علیؑ امام ہیں، زہراؑ کے بھی امام ہیں، صرف رسولؐ نے یہ کہا کہ چلو چل کر پوچھ لیں دونوں آئے، کہا زہراؑ یہ تو آج ہی آئی ہے تلوار، اُحد میں اور تم نے علیؑ سے کہا کہ جب میں علی سے بھی مانوس نہیں تھی اُس وقت سے مانوس ہوں اس ذوالفقار سے، کہا ہاں یا رسولؐ اللہ آپ ہی تو کہتے ہیں، جب میرے گھر آتے ہیں میرے دُوش پر سر رکھتے ہیں اور میرے بالوں کو سونگھ کر آپ یہ کہتے ہیں کہ زہراؑ کے پاس سے سیبِ جنت کی خوشبو آتی ہے اور آپ نے بارہا یہ کہا کہ ایک سیب کے درخت کے پاس میں رُکا تھا، اور وہ سیب جب میں نے کھایا اور معراج سے واپس آیا تو خدیجہؑ کی آغوش میں تم

آئیں تو جب پہلی بار میں نے خدیجہؑ کی آغوش سے تم کو لیا تو اس سیبِ جنت کی خوشبو تم سے پائی، یہ آپ بیان کرتے ہیں؟ کہا ہاں یہ تو میں بیان کرتا ہوں کہ معراج میں ایسا ہوا، کہا بابا جس درخت سے آپ نے وہ سیب کھایا تھا اُسی درخت کی جڑ سے ذوالفقار بنی ہے، اُسی سیب کے درخت کی جڑ سے یہ تلوار بنی ہے، میں اُس وقت سے ذوالفقار سے واقف ہوں، بھئی توجہ رکھئے گا میں نے بڑی محنت سے یہ روایت پڑھی تا کہ دوسروں تک پہنچ جائے، روایت ڈھونڈنا تو بڑا مشکل مسئلہ ہے لیکن میں یہ سوچتا ہوں مجھے تو اب ملی یہ روایت اور میر انیسؔ سو سال پہلے یہ روایت ڈھونڈ چکے تھے، تو اب میں کیا کہوں کہ مجھ سے پہلے والے ذہین تھے یا اب والے ذہین ہیں، یہ کہہ دینا کہ وہ سب بیکار ہو گیا، پرانا ہو گیا، قدیم ہو گیا ہم ہیں سب کچھ، کہاں ہیں آپ، ذرا ہمیں سمجھا دیجئے اب یہ بند سن لیجئے، میر انیسؔ کہتے ہیں:

زیبا تھا دمِ جنگ پری وش اُسے کہنا

دیکھئے تلوار چل رہی ہے، لہو میں نہائی ہوئی ہے، سرخ ہو رہی ہے، تلوار کا خم بھی آپ کی نظر میں رہے، اُس کا دم خم بھی نظر میں رہے، اُس کی تیزی بھی نظر میں رہے، اُس کی سرخی بھی نظر میں رہے، یہ بھی نظر میں رہے کہ لوہا جو ہے جہاں سے کٹتا ہے، وہاں سبزی آجاتی ہے، وہ سبزی وہ کٹاؤ اُس کا جوہر ہوتا ہے، یہ سب اصطلاحیں ہیں، کہاں تک میں تشریح کروں، مرثیہ پڑھنے والے ہی اس کو سمجھا سکتے ہیں اچھی طرح یا جو میر انیسؔ کو مسلسل پڑھتا رہے، وہ علم حاصل کر سکتا ہے۔ میر انیسؔ کہتے ہیں:

زیبا تھا دمِ جنگ پری وش اُسے کہنا — معشوق بنی سرخ لباس اُس نے جو پہنا
جوہر تھے کہ پہنے تھی دلہن پھولوں کا گہنا — اِس اوج میں وہ سَر کو جھکائے ہوئے رہنا

ہندوستان کی نہیں یہ لکھنؤ کی رسم ہے کہ دلہن کے لئے پھولوں کا گہنا جاتا ہے،

پھولوں کا گہنا ضرور جاتا ہے، زیور اپنی جگہ، سونے کا لیکن لازمی ہے پھولوں کا گہنا اب دُلہن کا گہنا اب دُلہن بنایا ہے اُس کے ہاتھ کی نشانی کا گہنا، کہاں سے لا کے کہا یہ سر کا تاج جو ہے اس کی تشبیہ جو ہے، اب تشبیہ کیسے سمجھاؤں، کبھی بیلے کے پھول کو غور سے دیکھئے گا، ہوتا ہے سفید لیکن کبھی زرد جھلک آتی ہے اس میں سے جب دھوپ نکلتی ہے پھول میں بیلے کے اب اُس تلوار کی کاٹ کو آپ اگر دیکھیں جہاں سے لوہا تراشہ جاتا ہے، سفیدی میں ہلکی سی سبزی نظر آتی ہے اُسے جوہر کہتے ہیں، دیکھئے پوری بیت اُس وقت تک نہیں پڑھوں گا جب تک آپ چاروں مصرعوں کی پھر سے نہ سمجھ لیں۔ بیت کا رنگ آپ کو سنا چکا ہوں کہ انیسؔ کی نظر کہاں تک تھی، چار مصرعوں میں چار مصرعوں میں دلہن بنا دیا، دلہن کہاں ہے؟ اگر دولہا نہ ہو بغیر دولہا کے دلہن کیسے بنتی ہے اور پھر وہ روایت بھی نظر میں رہے اور جو بھی بات سمجھ لے میر انیسؔ کی آج کی شب میں اُن کے لئے:

زیبا تھا دمِ جنگ پری وش اُسے کہنا　　معشوق بنی سرخ لباس اُس نے جو پہنا
جوہر تھے کہ پہنے تھی دلہن پھولوں کا گہنا　　اِس اَوج میں وہ سَر کو جھکائے ہوئے رہنا
سیبِ چمنِ خلد کی بو باس تھی پھل میں

یہ پانچواں مصرع اتنا تخلیقی ہے تو چھٹا مصرع کیسا ہوگا:

رہتی تھی وہ شبیرؑ سے دولہا کی بغل میں

اور چار مصرعے سن لیجئے تا کہ میں آگے مرزا دبیرؔ کی طرف جاؤں ورنہ آپ لوگ کہیں گے بہت ذکر کرتے ہیں، میر انیسؔ کا دبیر کا نہیں کرتے تو آج سید کے ساتھ مرزا کا ذکر بھی ہو جائے ظاہر ہے کہ اِن کا بھی حصہ ہے حق ہے اِن کا، لیکن چار مصرعے اور میر انیسؔ کے سن لیجئے کہ اُردو ادب میں کیا کمال تھا اور جب علم تحقیق کی

روشنی نہ ہو عطا نہیں ہوتا اس طرح عطا نہیں ہوتا۔

گھاٹ وہ گھاٹ کہ دریا کا کنارا جیسے چمک ایسی کہ حسینوں کا اشارہ جیسے
روشنی وہ کہ گرے ٹوٹ کے تارا جیسے دھار ایسی کہ رواں ہوتا ہو دھارا جیسے

اور یہ چوتھا مصرعہ پڑھ رہا ہوں، وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی قسم ہے تارے کے ٹوٹنے کی اب منظر آ گیا نا آپ کی نگاہ میں، وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی نجوم کی قسم ہے مجھ کو تارے کے ٹوٹنے کی، تو تارے کے ٹوٹنے کا منظر آپ نے دیکھا ہوگا، یہ قرآن کی آیت ہے اور انیسؔ نے اپنے مصرع کو آیت کے پہلو میں رکھ دیا ہے، یہ ہے کلامِ انیسؔ، یہ ہے اُردو کا معجزہ کہ ہم پلۂ آیات رکھا جا سکتا ہے، یہ انیسؔ کا کمال ہے، یہ اہل بیتؑ کی مدح ہے، یہ قرآن ہے، وہ بھی قصیدہ، یہ بھی قصیدہ، وہ عربی میں یہ اُردو میں۔

چمک ایسی کہ حسینوں کا اشارہ جیسے روشنی وہ کہ گرے ٹوٹ کے تارا جیسے

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی کیا قرآن پہ نظر ہے کیا حدیث پہ نظر ہے، دیکھئے میر انیسؔ فقہ کے آدمی نہیں تھے، لیکن کہیں کہیں پر فقہ کی گفتگو بھی اُنہوں نے شاعری میں کی ہے لیکن قرآن اور حدیث میں کسی سے پیچھے نہیں تھے، مرزا دبیرؔ نے فقہ پڑھی تھی، علم فقہ جانتے تھے تو اب آپ اُس نظریئے سے دیکھئے گا کہ انیسؔ کے مقابل دبیرؔ کو دیکھئے گا فقہ کا کلام تو فقہ میں بڑی مشکل ہوتی ہے، کوئی فقیہ ہو جائے یا فقہ کی طرف اُس کا جھکاؤ ہو جائے تو وہ دین کو سمجھ نہیں پاتا بلکہ لڑانے لگتا ہے، کبھی اذان سے زین العابدین کو، کبھی نماز سے ذکر حسینؑ کو، تو جب اُس کی فقہ نہیں چلتی تو اہلِ بیتؑ سے ٹکرانے لگتا ہے فقہ کو یہ پرانا دستور ہے، فقہی جو ہے وہ قتل حسینؑ کا فتویٰ بھی دیتا ہے، اس لئے کہ اہلِ بیتؑ فقہ کے آڑے آ جاتے ہیں تو ہر دور میں فقہ والوں نے اہلِ بیتؑ کو راستے سے ہٹانا چاہا اور فقہ ہمیشہ حکومت کے زیر اثر پالی گئی، حکومتوں نے فقہ کو پالا، تا کہ اہلِ

بیتؑ سے ٹکراؤ ہو، لیکن دل میں مودّت ہو، دانشور رہو، شاعر ہو، تو وہ فقہ کو بھی دربارِ اہلِ بیتؑ تک جھکا دیتا ہے، یہ ہے مودّت، اب دیکھئے دبیؔر ذوالفقار کی تعریف کر رہے ہیں، دبیؔر فقہ کے عالم ہیں:

ہوتی تھیں صفیں آبِ دمِ تیغ سے بے دم

تلوار چل رہی ہے اور سر کٹ رہے ہیں، اس میں جو مرکزی لفظ ہے وہ آب ہے یعنی پانی پورا بند، پانی سے بنے گا، پانی طہارت کا اشاریہ، پانی نہ ہو تو طہارت نہیں، توجہ ہے نا آپ کی! اب پانی وہ شے ہے کہ انسان جب دُنیا میں آتا ہے سب سے پہلے ملاقات کرنے والا پانی اور انسان جب دُنیا سے جاتا ہے تو سب سے آخر میں رخصت کرنے والا پانی، وہاں بھی طہارت، یہاں بھی طہارت، آؤ تو بغیر طہارت نجس جاؤ تو بغیر طہارت نجس، اُس میں ہے کلیہ کون؟ پانی اب یہاں دیکھئے کہ پانی طہارت کا استعارا ہے تو تلوار میں بھی پانی ہوتا ہے، تیغ میں بھی پانی ہوتا ہے، تیغِ آب دار، کیا مطلب ہے اس کا، یہ تیغ آبِ دار کیا ہے، یعنی اُس کی جو تیزی ہے دھار کی وہ آب کہلاتی ہے یعنی تیزی سے کاٹ دینا تلوار کا وہ آبِ تیغ ہے اور دبیؔر کیا کہہ رہے ہیں:

ہوتی تھیں صفیں آبِ دمِ تیغ سے بے دم

بچپن میں سُنا کرتے تھے والدہ کہتی تھیں بزرگ بھی، کھڑے ہو کے پانی نہ پیو بیٹھ کر پانی پیا کرو، بعد میں تجسّس ہوا کہ کیوں منع کیا جاتا تھا کہ کھڑے ہو کے پانی نہ پیو ایک دن آیۃ اللہ خوئی کا عملیہ پڑھ رہا تھا کہ اس میں نظر آیا کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا، کہ جو کھڑے ہو کر پانی پیئے اُس کی عمر کم ہو جاتی ہے، فقہ فتویٰ تو دے دیتی ہے، معصوم کا حوالہ مشکل سے دیتی ہے اور دیکھئے فتوے سے محبت اُسی وقت پیدا ہوتی

ہے جب معصوم کا حوالہ آ جائے، تو بات سمجھ میں آ گئی کہ بڑے بزرگ اس لئے منع کرتے تھے کہ کھڑے ہو کر پانی نہ پیا کرو اس لئے کہ عمر گھٹتی ہے عمر کم ہو جاتی ہے، مرزا دبیرؔ کی نظر دیکھئے فقہ پہ بھی گئی اور معصوم کی حدیث پر بھی،

ہوتی تھیں صفیں آبِ دمِ تیغ سے بے دم پانی جو کھڑے ہو کے پیئے ہوتا ہے سن کم
حل کرتی تھی یہ مسئلہ تیغ شہ عالم ہے خون نجس جس میں یہ ملوث تھی ہر دم

دین کا مسئلہ آ گیا مصرعہ میں دیکھئے بات پانی سے چلی ہے اب بات نجاست تک آ گئی بات طہارت سے کھڑے ہو کر پانی پینے سے اور پانی سے شروع ہوئی تھی:

حل کرتی تھی یہ مسئلہ تیغ شہ عالم ہے خون نجس جس میں یہ ملوث تھی ہر دم

یہ عجیب مسئلہ آ گیا، کافروں کو قتل کر رہی تھی کافروں کا لہو اُس میں لگ رہا تھا تو ذوالفقار تو ہو گئی نجس، ہو گئی نا؟ اُس کو جانے دیجئے کہ ذوالفقار نجس ہو گئی وہ خون کی چھینٹیں، علیؑ کے لباس پر بھی پڑ رہی ہیں، ہاتھ اور پیر پر بھی پڑ رہی ہیں، اب ایسے میں علیؑ نے نماز کے وقت اگر نماز پڑھ لی تو ذرا مجھے بتایئے کیا ہوگا؟ کافروں کا خون ہے، خون نجس ہے، تلوار پر بھی خون ہے کپڑوں پر بھی خون ہے، کافروں کا خون ہے، تو ہوا کیا؟ میدانِ جنگ میں نماز پڑھ رہے ہیں علیؑ، صفین میں پڑھی اور خون نجس اور کافروں کا خون، اب کیا کہا دبیرؔ نے:

حل کرتی تھی یہ مسئلہ تیغِ شہ عالم ہے خون نجس جس میں ملوث تھی یہ ہر دم

کون سا مسئلہ:

پر اس پہ نجاست کا گماں ہو نہیں سکتا

دیکھئے دونوں سوالوں کا جواب ایک بند میں ہوگا اور دبیرؔ نے مسئلہ حل کیا پانچویں مصرعہ تک ہم آ گئے چھٹا مصرع اُس وقت سمجھ میں آئے گا جب پہلا سمجھ میں آ جائے،

دیکھئے تیغ چل رہی ہے یعنی تیغ کا پانی جو ہے وہ رواں ہے، اور کھڑے کھڑے پانی پیتے جارہے ہیں اور تیغ پانی پلاتی جارہی ہے، یہ منظر نظر میں رہے۔

یعنی کہ نجس آبِ رواں ہو نہیں سکتا

مسئلہ یہی تو ہے کہ جو دبیرؔ نے حل کیا کہ آبِ رواں نجس نہیں ہے کا پانی جاری تھا ذوالفقار کا پانی جاری تھا، اب کافر کا لہو پڑتا رہے آبِ رواں ہے نجس نہیں ہوسکتی ذوالفقار، غور کیجئے گا! جب آبِ رواں ہے ذوالفقار اور وہ نجس نہیں ہوسکتی تو علیؑ کے فضائل یا طہارت کا سمندر جاری ہے اس میں اگر نجاست آجائے تو طہارت ہی طہارت ہے، یہ تو تطہیر کے سمندر ہیں، اب لوگ بحث کررہے ہیں کہ کون آگیا اور کون نہیں آگیا اور زہراؑ کے گھر میں نجاست آگئی، یہ طہارت کا سمندر ہے، تو سمندر میں کوئی چیز بھی آجائے تو وہ پاک ہوجاتی ہے، پاک چیز کو نجس نہیں کرسکتا، حل کردیا مسئلہ کہ نجاست کا گماں ہو نہیں سکتا، اس منزل تک ہم آگئے کہ وہ ذوالفقار کے وہ کمالات تھے کہ جو مرزا دبیرؔ نے پیش کیے، ہم زیادہ اس کی تشریح نہیں کرسکتے، کیوں کہ آگے بڑھنا ہے اور بہت سی فرمائشیں ہیں اس لئے اُنہیں میں کچھ عرض کردوں کہ علیؑ کی عمر چوبیس سال تھی، تبلیغ کے سلسلے میں، عیسائی آبادی میں رسولؐ نے ان کو بھیج دیا، علیؑ گئے وہاں تو ان کا سالانہ جشن تھا، سارے عیسائی جمع تھے، بادشاہ بھی وہیں پر آگیا تھا، اُن کا ایک پرانا راہب تھا جو دیر سے سال میں ایک مرتبہ نکلتا تھا، ایک سوبیس سال اُس کی عمر تھی، بالکل بوڑھا، کمر جھکی ہوئی پلکیں جھکی ہوئیں، بال سفید، وہ آتا تھا اور بس درس دیتا تھا، لیکن اُس دن جو وہ آیا، تو ہر سال کی طرح درس نہ دے سکا، خاموش بیٹھا رہا، بادشاہ نے اُس کی طرف دیکھا اور کہا یہ خاموشی کیسی تو اُس نے کہا پتہ نہیں کیا بات ہے، آج میں بولنا چاہتا ہوں، مگر بار بار میری زبان میں لکنت

ہوتی ہے تو بادشاہ نے کہا تُو اتنا پہنچا ہوا راہب ہے تو اپنے علم سے بتا سکتا ہے کہ آج تیری زبان میں لکنت کیوں ہے؟ اُس کے لئے یہ کہہ دینا بادشاہ کا چیلنج ہو گیا، ایک بار جو اُس نے مجمع پر نظر ڈالی، تو اُس مقام پر اُس کی نگاہیں رُک گئیں، کہنے لگا اے بادشاہ یہ سامنے جو نوجوان مسکرا رہا ہے، یہ جوان جو مسکرا رہا ہے اِس کی مجمع میں موجودگی میری زبان میں لکنت کا باعث ہے، دیکھئے کتنا پہنچا ہوا راہب ہے، بادشاہ نے کہا اس کو بلاؤ، وہ جوان آیا، راہب نے کہا تمہارا کیا نام ہے؟ کہنے لگے میرا نام ایلیاؑ ہے، اب ذرا آگے بڑھ کر کہئے خیبر میں تم حیدرؑ نام بتاتے ہو؟ کوئی یہودی نام پوچھتا ہے تو شنشب بتاتے ہو، آج تم نے ایلیاؑ بتا دیا، یہ جگہ جگہ مختلف نام کیوں بتاتے ہو؟ کہا جہاں جس نام کی ضرورت ہو، نام اتنے ہیں، نام اتنے ہیں کہ صرف علیؑ کے ناموں کے معجزات کو سمجھ لیجئے تو پھر علیؑ کی قرأت کو سمجھئے گا، ان ناموں کی قرأت کر لیجئے، اُس کے بعد علیؑ کو قرآن کی طرح سمجھنے کی کوشش کیجئے گا، تو اُس راہب نے کہا ایلیاؑ، ایلیاؑ نام تو میں نے انجیل میں پڑھا ہے اور میں نے یہ پڑھا ہے کہ ایلیاؑ، احمدؐ ایک نبیؐ آئے گا، اُس کے جانشین کا نام ہے، آپ نے مسکرا کر کہا میں وہی ہوں، کہا لیکن اُس میں تو یہ لکھا ہے کہ وہ ایلیاؑ چاروں کتابوں کا عالم ہو گا، آپ نے فرمایا جہاں سے چاہے پوچھ لے، توریت سے پوچھ لے، انجیل سے پوچھ لے، زبور سے پوچھ لے کہیں سے بھی پوچھ لے تو اُس نے کہا ہم تم سے انجیل سے سو سوال پوچھتے ہیں، اب سو تو ظاہر ہے میں نہیں گنوا سکتا، اس لئے تین چار تقریریں چاہئیں، چند گنوائے دیتا ہوں، اُس نے کہا وہ ایک کیا جس کا دوسرا نہیں؟ وہ دو کیا جس کا تیسرا نہیں، وہ تین کیا جس کا چوتھا نہیں، اور چار کیا جس کا پانچواں نہیں، وہ پانچ کیا جس کا چھٹا نہیں، وہ چھ کیا جس کا ساتواں نہیں، وہ سات کیا جس کا آٹھواں نہیں، وہ آٹھ کیا جس کا نواں نہیں، وہ نو کیا

جس کا دسواں نہیں، وہ دس کیا جس کا گیارھواں نہیں، اور وہ گیارہ کیا جس کا بارھواں نہیں، وہ بارہ کیا جس کا تیرھواں نہیں، ہم یہاں پر رُک گئے راہب نے سو سوال اس طرح ہی کئے تھے علی مسکرائے اور کہا یہ کون سے مشکل سوال ہیں، جو تو نے پوچھے ہیں، اس لئے وہ ایک ہمارا پروردگار ہے جس کا دوسرا نہیں، وہ دو رات و دن ہیں جن کا تیسرا نہیں وہ تین طلاقیں ہیں ہر مذہب میں چوتھی طلاق نہیں، چار عناصر اربعہ ہیں جن سے مل کر انسان بنا، آگ، ہوا، پانی، مٹی، اور پانچ جو پوچھا تو نے پانچ انسان کی حسیں ہیں، چھٹی حس نہیں، اور سات جو پوچھا تو نے سات آسمان ہیں آٹھواں آسمان نہیں، اور آٹھ جو پوچھا تو نے آٹھ جنتیں ہیں نویں جنت نہیں، اور نو جو پوچھا تو نے اور دس جو پوچھا تو نے تو دس دن حاجیوں کے ہیں، گیارھواں دن نہیں اور گیارہ جو تو نے پوچھا گیارہ یوسفؑ کے بھائی ہیں اور بارہ جو تو نے پوچھا تو یوں سمجھ لے کہ ایک دن کے بارہ گھنٹے یا رات کے بارہ گھنٹے یا آسمان کے بارہ برج اور اگر کلمہ پڑھ لے تو بتا دوں لا الہ الا اللہ میں بارہ حروف ہیں اُس سے آگے محمد الرسول اللہ کہہ دے تو اُس میں بھی بارہ حروف ہیں اور اگر یہ مان لے دونوں چیزیں تو بتاؤں تجھے کہ جس کا نام لیا ہے تو نے ابھی احمدؐ نبی تو اس کا پہلا جانشین میں ہوں آخری بھی محمدؐ ہوگا احمد کے بارہ جانشین ہونگے تیرھواں نہیں ہوگا، دیکھے راہب بڑا پریشان ہوا اور کہا کہ اچھا دیکھیں اب راہب کی تسلی ہو جانی چاہئے تھی، اُس کو اُس کے سوالوں کے جواب مل گئے، اُس کو پتہ چل گیا یہ عالم ہیں لیکن اُسے تسلی نہیں ہوئی، کیوں تسلی نہیں ہوئی تسلی اس لئے نہیں ہوئی کہ اُس وقت تک یقین کامل نہیں ہوتا جب تک کہ نبی یا ولی کا معجزہ نہ دیکھ لیا جائے، علم کا کرشمہ تو اُس نے دیکھ لیا، اب وہ چاہتا تھا کہ ذوالفقار کا معجزہ بھی دیکھے، اب ذرا راہب کی پہنچ اور اُس کا علم دیکھئے کہنے لگا ہم نے انجیل میں

یہ پڑھا ہے کہ احمد کا جانشین جو ایلیاؑ ہوگا اُس کے پاس ایک تلوار ہوگی جس کا نام ذوالفقار ہوگا، وہ ذوالفقار رکھتا ہوگا، اب علیؑ تو خالی ہاتھ ہیں، ایک بار اب یہاں سے جنابِ فاطمہ زہراؑ یہ فرماتی ہیں، میں حجرۂ عبادت میں تھی اور وہاں دیوار پر ذوالفقار آویزاں تھی، کہ ایک ہاتھ آیا اور علیؑ کی ذوالفقار وہاں سے غائب ہوگئی، آپ نے رسولؐ اکرم کو فوراً بلوایا اور کہا بابا علیؑ کی تلوار جہاں آویزاں تھی، وہا ں ایک ہاتھ آیا اور وہ ذوالفقار لے گیا، رسولؐ خدا نے مسکرا کر کہا زہراؑ گھبرانے کی بات نہیں وہ راہب جو مسلمان ہونے والا ہے اُس نے علیؑ کے علم کا امتحان لے لیا اب وہ تلوار کا معجزہ دیکھنا چاہتا ہے، یہ علیؑ کا ہاتھ تھا جو ذوالفقار وہاں گئی ہے، راہب نے ذوالفقار کو مانگا ہے، زیارت کے لئے، کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا، دیکھئے ذوالفقار کا ایک معجزہ یہ بھی ہے، بغیر چلے کلمہ پڑھواتی ہے، چلی نہیں کلمہ پڑھوالیا، صرف منہ دکھائی میں کلمہ پڑھوالیا، وہ مسلمان ہوا، اُس کی پوری قوم مسلمان ہوگئی بادشاہ سمیت مسلمان ہوگئے سب۔

خندق میں جہاں جہاں بھی چلی تھی بھئی یہ آپ کا حسنِ سماعت ہے۔ پورے ورلڈ میں کہیں بھی پڑھوں کوئی نہیں سمجھے گا، لندن میں، امریکہ میں، پاکستان میں صرف آپ ہی سمجھیں گے اور آپ کی سماعتوں کی نذر اب ذرا پوری تاریخ پر نظر ڈالیئے، ان جملوں کے لئے آپ کو زحمت دی تھی، ذوالفقار چلی اور خوب چلی اور یہودیوں کا قتل عام کیا، خندق میں، خیبر میں، اتنا مارا یہودیوں کو کہ عرب چھوڑ کر بھاگ گئے اور آج تک سر نہیں اُٹھا سکے، یہ ذوالفقار ہی کا معجزہ تھا، بے ذوالفقار نہ یہودیوں کو شکست دی جاسکتی ہے اور سیاست اسلام سمجھ میں آ سکتی ہے، یہودی اور اسلام کا ٹکراؤ ذوالفقار کے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتا، اور جب تک ذوالفقار کے معجزات کو نہیں مانیں گے، ذوالفقار سمجھ میں نہیں آئے گی لیکن کبھی آپ نے اس پر غور کیا کہ یہودیوں پر اتنا چلی

اتنا چلی اتنا چلی، مگر کبھی عیسائیوں پر نہیں چلی، کبھی آج تک نصرانیوں پر عیسائیوں پر ذوالفقار نہیں چلی اگر چلی ہوتی تو عیسائی راہب ذوالفقار کی زیارت کی تمنا نہ کرتا، تلوار دیکھ کے یہ تو بھاگتے ہیں نہ کہ زیارت کریں، یہودی پر کیوں چلی؟ اور عیسائی پر کبھی کیوں نہ چلی؟ یہ مباہلہ سے پوچھ لیجئے، مباہلہ آخری معرکہ ہے تلوار نہیں چلی کچھ لوگ گئے فتح کر کے میدان آ گئے، تو فتح کس طرح ہوئی؟ فتح اس طرح کیا کہ عیسائی نے آلِ محمدؐ کی روحانیت کو تسلیم کر لیا، یہودی نے نبیؐ اور اہلِ بیتؑ کی روحانیت کو تسلیم نہیں کیا، اس لئے ذوالفقار چلی، یہ جملہ بس آپ ہی کے لئے، پتہ چلا ذوالفقار اُس پر چلتی ہے کہ جو امام کو انسانیت کا مانے اُس پر چلتی ہے اور جو روحانیت کا مانے اُس پر نہیں چلتی، عیسائی روحانیت کا امام مانتا تھا، ذوالفقار ان پر نہیں چلی، یہودی اُن کو شہید انسانیت مانتا تھا، یہودی نے اہلِ بیتؑ کی روحانیت کو نہیں مانا، اس لئے زیرِ ذوالفقار آ گئے عیسائی، یہ کہہ کر ہٹ گیا کہ وہ چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر کہہ دیں تو پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں، یعنی یہ اہل بیتؑ کے معجزے کے قائل تھے اس لئے تلوار کے نیچے نہیں آئے، بڑا اہم جملہ ہے، بڑا تاریخی جملہ ہے، حوالے کے ساتھ ہے اور آپ کا بچپن کا سُنا ہوا جملہ ہے، یعنی ذوالفقار اُس پر نہیں چلے گی جو اُن کی روحانیت کو مانے گا جو حسینؑ کو شہیدِ روحانیت مانے گا، اُس پر کبھی نہیں چلے گی، جو انسانیت کا شہید مانے گا اُس پر ضرور چلے گی، جب ہی تو چالیس علماء کہیں گے واپس جایئے، اگر امام کی روحانیت کو مان رہے ہوتے تو امام سب سے پہلے ان پر ذوالفقار اُٹھاتے، یعنی اتنے دن کے بعد نکلے گی، خیبر میں چلی، خندق میں چمکی، حنین میں چمکی، جمل میں چمکی، صفین میں چمکی، نہروان میں چمکی اور کربلا میں خوب خوب جوہر دکھائے، اب جو میان میں گئی تو مدت سے لوگ انتظار میں ہیں، کیسے چلتی تھی، اب دیکھیں گے کس پر

چلے گی اب دیکھیں گے اور اب جو نکلی تو گھر والوں پر، اب سب کو کب سے انتظار ہے، کسی نے چلتے ہوئے نہیں دیکھا اب چلی تو کس پہ چلی، نہ یہودیوں پر چلی، نہ عیسائیوں پر چلی، نہ نصرانیوں پر چلی، نہ ہندوؤں پر چلی، اب کیا کہیں بتایئے یہ یہودی، یہ نصرانی، اور ہندوؤں سے افضل ہیں یہ حضرات؟ کتنے خوش قسمت ہیں مولا کی تلوار کو خود بڑھ کے گلے سے لگا لیا، ارے بھی بڑے خوش قسمت ہیں آپ لوگ کیا کہنے کہ آپ نے خود اپنے گلے پر ذوالفقار کو رکھ لیا، مولاؑ نے بھی پھر تکلف نہیں کیا، گلا اُڑانے میں، بھئی اُڑ گئے سمجھ لیجئے اس لئے کہ جب گیارہ اماموں نے کہہ دیا تو سمجھ لیجئے ہو گیا، آپ سوچ رہے ہوں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ سجدے کے نشان، یہ عمامے کے پیچ، سیاہ عبا و جبہ، یہ کیسے ہو سکتا ہے، دیکھ لیا اہلِ لکھنؤ نے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بھئی ان صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ پڑھوا لیا اب کہئے تو بس ختم کرتے ہیں، ساڑھے نو ہوئے ہیں اب یہ چوتھی تقریر ہے، یہ ابھی مولانا جروی صاحب فرما رہے تھے تو مولانا نے فرمایا کہ نصیریوں کا تذکرہ کر دیجئے تو تفصیل تو بہر حال کچھ آج کریں گے تو ابھی اُنہوں نے فرمائش کر دی تھی تو اُن کی وضاحت کر دوں، تو عرض کر دوں ہر لڑائی کا انداز ذوالفقار کا الگ، اُحد میں آئی تھی نئی نئی، نیا نیا انداز تھا یوں چلتی تھی کہ گلے کاٹ رہی ہے اور مڑ مڑ کے علیؑ رسولؐ خدا کو دیکھ رہے ہیں، علیؑ اِدھر ذوالفقار چلاتے ہیں تو وہ اُدھر سے آ گیا، بار بار رسولؐ فرماتے ہیں علیؑ ادھر، علیؑ ادھر، علیؑ اِدھر، علی اُدھر سے، اب کدھر، کدھر علیؑ کہاں کہاں علیؑ، یہ میں کیا بتاؤں یہ تاریخ کیا بتائے، رسولؐ سے پوچھو، کدھر کدھر علیؑ جو کہہ رہے ہیں اب اِدھر آیا، اب اُدھر آیا کسی طرف سے علیؑ آنے نہیں دے رہے ہیں، رسولؐ کی طرف، اس ناز سے چلی اور قصیدہ لئے ہوئے آئی، زہراؑ کے گھر میں مع قصیدہ آئی، داخل ہو گئی اہلِ بیتؑ میں آ گئی،

ذوالفقار، خندق میں اور انداز خیبر میں اور انداز خیبر میں کچھ ایسے جلال میں تھی کہ جتنے جلال میں علیؑ تھے، اُس سے کہیں زیادہ جلال میں ذوالفقار تھی، دیکھئے علیؑ کو جلال یوں آیا کہ ایک بدمعاش یہودی نے سپر ہاتھ سے گرا دی تھی، بس اُسی وقت علیؑ کو جلال آ گیا، چونکہ سپر گر گئی تھی آگے بڑھ کے اُس کے سپر کی ضرورت تھی درِ خیبر کو اُکھاڑ دیا۔

علیؑ کا جلال تو سارا اُتر گیا، قلعۂ خیبر کے دروازے پر، وہ تو کہئے دروازہ الگ ہو گیا چولوں سے ورنہ دیواریں بھی کھنچ آتیں، تو اب ذوالفقار جو جلال میں ہے، اُس کا جلال کیسے نظر آئے، کیسے نظر آئے:

مرحب کا قتل بھی کوئی خیبر میں قتل تھا
پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اُتار کے

تو علیؑ نے صدقہ اسی لئے اتار دیا تھا کہ بھئی تم نہ غصے میں آ جانا، پھر یہ بھی تھا کہ کہیں نظر نہ لگ جائے میری ذوالفقار کو، اس لئے صدقہ پہلے اُتار دیا کہ کوئی نظر نہ لگا دے ذوالفقار کو، لیکن تھی جلال میں، اب جو چلی اور مرحب کے سر کو، خود کو کاٹتے ہوئے زمین تک پہنچی تو کہا پروردگار نے جبریلؑ اس سے پہلے کہ کہیں طبق نہ کٹ جائیں زمین کے، ذوالفقار کاٹتی چلی جائے گی، روک لو اس وار کو، کہیں زمین ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے، جبریلؑ فوراً تشریف لائے اور اپنے پروں کو بچھا دیا، تلوار کا وار پَر جبریلؑ نے روکا۔

تو بس کسی نے پوچھا کہ کبھی ایسا وقت بھی آیا کہ تمہیں بڑی تیزی دکھانا پڑی ہو، بڑا مشکل وقت آ گیا ہو تمہارے لئے مشکل گھڑی آ گئی ہو؟ کہا تین وقت ایسے آئے ہیں کہ جب یوسفؑ کنویں میں پھینکے گئے تو اللہ نے حکم دیا کہ کنویں میں گرنے نہ پائیں، اس سے پہلے پہنچ جاؤ تو میں نے پرواز کی اس سے پہلے کہ وہ گرتے میں نے

پروں پر یوسفؑ کو روک لیا اور کہا کہ دوسرا وقت وہ تھا کہ جب ابراہیمؑ اسماعیلؑ کے گلے پر چھری رکھ چکے تھے، اس سے پہلے کہ دھار چل جائے، جبریل امینؑ پہنچے اور دُنبہ رکھ دیا اور تیسرا وقت یہ تھا کہ ذوالفقار زمین تک پہنچ چکی تھی اور مجھے حکم ہوا کہ پہنچو تو اب یہاں پر بھی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، یہ تو ایک ہی نظر آ گیا پتہ نہیں کیسے کسی پرانی کتاب میں مل گیا، سنا ہی نہیں تھا، دیکھا نہیں تھا کبھی، پڑھا نہیں تھا، یقین کیجئے برسوں ہو گئے، ذاکر اس معجزے کو بھول گئے، یہ اہل سنت والجماعت زیادہ پڑھتے ہیں شیعہ لوگوں کے یاں تو بیان ہی نہیں ہوتا تھا آپ نے ایسا یاد دلا دیا کہ، اب دل چاہتا ہے اسی کو پڑھتا رہوں، بھول گئے تھے ہم آپ نے یاد دہانی کرادی کہ علیؑ نے ایک رکاب میں پیر رکھا اور دوسری رکاب میں اور قرآن ختم ہو گیا، یہ تو سامنے آ گیا ریسرچ کا موقعہ مل گیا اور کون سی چیز ہے کہ ہم نے آپ کو نہ بتائی ہو تو بہر حال یاد دہانی اچھی بات ہے کہ آپ نے یاد دلا دیا تو بہر حال کسی نے پرانی پھٹی سی کتاب میں معجزہ مل گیا، آپ سمجھے ہم نے نئی چیز پائی ہے آپ نے ریسرچ پیش کر دی، اب چونکہ آپ کی سمجھ میں نہیں آیا تو بہت سے لوگوں کی سمجھ میں جب یہ نہیں آیا تو بہت سے لوگوں کی سمجھ میں جب یہ نہیں آتا، کوئی سوال سمجھ میں نہیں آتا تو سب جگہ پھیلا دیتے ہیں، کہیں نہ کہیں سے تو جواب آ ہی جائے گا، جب سمجھ میں نہیں آتا تو گلی محلّہ میں چڑھاتے ہوئے پھریں گے، لوگوں کو ادھر اُدھر کوئی نہ کوئی ذہین شیعوں میں نکل آئے گا، بہت سے شیعوں میں ذہین دیوانے بھی ہوتے ہیں، وہ ہی بتا دیں گے شیعوں میں بہلول دانا بھی ہوتے ہیں، بہلول دانا جو ہوتے ہیں قیامت ہوتے ہیں، دراصل ابھی آپ کسی دیوانے سے نہیں ٹکرائے، ورنہ سب سمجھ میں آ جاتا، ابھی تو صحیح اور سچے لوگوں سے بات چیت ہو رہی ہے، جس دن ہو گئی دیوانے سے تو بس قیامت ہو جائے گی،

اور کسی دن دیوانے پر بھی مجلس پڑھ دیں گے کہ شیعوں کے دیوانے کیسے ہوتے ہیں تا کہ جواب سے آپ کو درسِ عبرت حاصل ہو جائے کہ اگر ایسے دیوانے ہوتے ہیں تو پھر کیا ہوگا؟ ہیں! تو مجلس سن لیجئے گا کسی دن، آپ حضرات کس سنا دیں گے تو آپ! آپ تو بھول گئے یہ معجزہ ویسے یہ بھی ایک معجزہ ہے، اس پر بھی اسی طرح بحث لی ہے جناب عالی، مولانا جنابِ سبط حسن اعلی اللہ مقامہٗ کے بارے میں جیسے آج کل یہ رکاب والا چکر چل رہا ہے، اُن کے عہد میں بھی یہ چکّر چلا ہوا تھا، یہ کیسے آپ نے پڑھ لیا کہ جبریلؑ نے پر بچھا دیا اور ذوالفقار چل گئی اور جبریلؑ نے پروں پر وار کو روک لیا، بھلا یہ ایسا ہوسکتا ہے؟ یہ تک آپ کہہ دیتے ہیں کہ جبریلؑ کے تین پر کٹ گئے، کہیں معصوم کے بھی پر کٹ سکتے ہیں، پہلے تو یہی تحقیق لازمی ہے کہ فرشتوں کے پر بھی ہیں یا بے پَر کی اُڑائی گئی ہے، یہ بھی ایک ریسرچ ہے کہ آیا پَر بھی ہیں یا زبردستی کا آپ نے فرشتوں کو پرندہ بنا دیا، دیکھئے ذرا پر ہیں فرشتوں کے اُڑتے پھرتے ہیں، آ رہے ہیں تو پہلے تو اس پر بحث کر لیجئے جا رہے ہیں اور اگر ثابت ہو جائے کہ پر ہیں سمجھا دیں آپ اُس کے بعد کہیں کٹے یا نہیں کٹے، تو اُس وقت جو مولانا نے جواب دیا تھا وہ جوابیں دے دوں جب بات نکلتی تھی ایک گروپ کہتا تھا کٹے دوسرا گروہ کہتا تھا نہیں کٹے، اب ادھر بھی یہ مسئلہ ہے کہ ذوالفقار معصوم کی تلوار ہے، ادھر ذوالفقار کی فضیلت رکھنی ہے، اُدھر دوسرا گروپ چاہتا تھا ملک کی فضیلت رکھ لے، تو جناب علیؑ و جبریلؑ کا ٹکراؤ نہیں تھا، یہ تلوار و جبریلؑ کا ٹکراؤ تھا، یہ ذوالفقار و جبریل کا مقابلہ تھا، ظاہر ہے علیؑ اور جبریلؑ کا مقابلہ ہو ہی نہیں ہوسکتا، استاد اور شاگرد ہیں، ہاں ذوالفقار اور جبریلؑ کا مقابلہ ہوسکتا ہے تو اب مولانا نے دونوں گروپ کو اس طرح برابر کیا، انہوں نے کہا کہ بھئی کٹے بھی اور نہیں بھی کٹے، مجمع بڑا حیران ہوا کہ یہ کیا کہا

انہوں نے کہا پر کٹے بھی اور نہیں بھی کٹے، وہ کیسے؟ انہوں نے کہا ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کے گلے پر چھری رکھ دی، ذبح نہیں ہوئے، پھر بھی ذبیح اللہ بن گئے، بس اسی طرح یہاں بھی پر کٹے بھی اور نہیں بھی کٹے جس طرح اسمٰعیلؑ نہیں کٹے، مگر ذبیح اللہ بن گئے ہیں تو وہ ذبیحہ اللہ کا اسی طرح انہوں نے یہاں بھی فیصلہ کر دیا، تو اُنہوں نے کہا کہ یہ کوئی بیچ کا راستہ نکال گئے کوئی قرآنی فیصلہ کر لیتے، لیکن ہمیں یہ راستہ بیچ کا راستہ پسند نہیں ہے یا ادھر ہو جایئے یا اُدھر ہو جایئے، بیچ کا راستہ ہمیں پسند نہیں ہے جب یہ خیبر میں بہت جلال میں تھی، جبریل کو اپنے پر بچھانا پڑے، حنین میں چلی، چودہ ہزار کو کاٹ کر پھینک دیا ذوالفقار نے، اس کے بعد میان میں گئی اور اب جو نکلی تو بعدِ رسول پہلی بار جمل میں نکلی اور نکلنے کی شان میں آپ کو سنا دوں اور آگے بڑھ جاؤں، دیکھئے اُحد میں آپ نے سنا، خندق و خیبر و حنین میں بھی سنا، آپ نے کیسے چلی اب دیکھئے جمل میں کیسے چلی، پینتیس ہزار کا لشکر، بارہ ہزار کی نفری آگے کھڑی تھی، بڑے شجاع اور بہادر جو تھے وہ بارہ ہزار سب سے آگے، روکے ہوئے پورے لشکر کو، علیؑ جو چلے زرہ بکتر پہنے ہوئے، گھوڑے پر سوار ہو کر، جیسے ہی علیؑ کا گھوڑا بڑھا، میان میں ذوالفقار لگائے ہوئے کمر میں، جیسے ہی علیؑ بڑھے تو تڑپ کے مسلم ابن عقیل عبداللہ ابن جعفر، محمد حنفیہ، سب سے آگے پہلو میں حسنؑ مجتبیٰ، حسینؑ ابن علیؑ، عباسؑ بن علیؑ، تمام بنی ہاشم، عبداللہ بن عباس، تمام بنی عبدالمطلبؑ بنی ابو طالبؑ، سارے کے سارے ایک بار اپنے اپنے گھوڑے لے کر بڑھے اور علیؑ کو گھیر لیا، مؤرخ نے یہ جملہ لکھا کہ جب آفتاب امامت نے طلوع کیا، جمل کے میدان میں تو یوں لگتا تھا کہ ستاروں کے بیچ میں مہتاب چلا آ رہا ہے، ستاروں میں آفتاب آ رہا ہے، مالکِ اشتر نے یہ چاہا کہ اجازت لے کر آگے بڑھ جائیں اور حملہ کریں، چاہتے تھے لیکن ہمت

نہیں پڑ رہی تھی، ایک بار دیکھا کہ علیؑ نے میان سے ذوالفقار کو نکالا، پہلے تو برسوں کے بعد پچیس تیس برس کے بعد تو ذوالفقار کی زیارت ہوئی تو محو ہو گئے، اِس کے دیکھنے میں، علیؑ نے مہلت نہیں دی، مالکِ اشتر نے ہمت کر کے آگے بڑھ کے عرض کی، مولا یہ صدقہ بھی موجود ہے، آپ اِزن دیجئے یہ جائے، کہا نہیں مالک اِس وقت خوشنودیٔ پروردگار کے لئے ہم خود آگے جاتے ہیں اور پہلا وار ہم خود کریں گے، آپ نے غور کیا، علیؑ چاہتے تو مسلم بن عقیل کو بھیجتے، عبداللہ ابنِ جعفر کو بھیجتے، محمد حنفیہ کو بھیجتے، ایک سے ایک شجاع تھے، کسی بھی ایک کو بھیج دیتے، علیؑ نے پہلے حملہ کرنے کا یہ آگے بڑھ کر اعلان کیوں کیا؟ یہ یوں کیا کہ پچیس برس بعد فاتح خیبر آ رہا ہے، یہ نہ سمجھ لینا کہ ذوالفقار میں زنگ لگ گیا یا بازوؤں کی طاقت کم ہوگئی علیؑ نے اعلان کیا کہ خوشنودیٔ پروردگار کے لئے پہلا حملہ علیؑ کرتا ہے، پہلا حملہ میں کیسے بیان کروں عجیب و غریب جملہ لکھا کہ بارہ ہزار کا لشکر تھا اس سرے سے اُس سرے تک گھوڑے کو بھگا کر گئے، اور ایک بار دوسرے سرے پر پہنچے بس لشکر کہتا ہے علیؑ بس یوں لگا جیسے بجلی چمکی ہو، چشم زدن میں مؤرخ لکھتا ہے علیؑ نے ذوالفقار سے اس طرح بارہ ہزار سروں کو کاٹا، لمحے بھر میں، اب جو چلی ذوالفقار چلی تو چشم زدن میں بارہ ہزار سروں کو کاٹی ہوئی چلی اور چشم زدن میں ہاتھ میں بلند کئے ہوئے واپس ہوئے تو وہی ذوالفقار بارہ ہزار پیروں کو کاٹتی ہوئی چلی، پچیس برس کے بعد فاتح خیبر وخندق نے بتایا کہ ذوالفقار کی وہی شان ہے اور یہ وہی علیؑ ہے، یہ وہی بازو ہیں، اور اب یہ صفین کا میدان، صفین کے میدان میں لیلۃ الحریر کی لڑائی، لیلہ کے معنی راتیں اور حریر کہتے ہیں کتوں کے پلّوں کے چلاّنے کی آواز کو اس لڑائی کو اس لئے لیلۃ الحریر کہتے ہیں کہ اس میں سترہ راتیں علیؑ نے پوری پوری رات دونوں ہاتھ سے ذوالفقار چلائی اور

جب قیامت کی لڑائی لڑے تو معاویہ کا لشکر یوں چلانے لگا جیسے کتے اور کتیا چلاتے ہیں تو پتہ چلا کہ کس کا لشکر تھا یہ اب آوازوں نے بتایا کس کا لشکر تھا، یہ تھا ذوالفقار کا چلنا قیامت کی لڑایی، اب آگے بڑھ جاؤں، نہروان کی لڑائی، ذوالفقار ابھی چلی ہے صفین کے میدان میں، تھکا ہوا لشکر، ایک لاکھ یا سوا لاکھ کا علیؑ کا لشکر تھک گیا ہے اور نہروان کو پار کر کے راستہ میں ایک نہر ہے، اُسی نہر کے کنارے لڑائی ہوئی، اس لئے نہروان کی لڑائی کہی جاتی ہے، چلتے چلتے لشکر رُک گیا، لشکر جو رُکا تو سب دیکھنے لگے، علیؑ کی طرف، آپ نے فرمایا، پانی بہت تیز ہے، پانی کا دھارا بہت تیز ہے، اب کیسے پتہ چلے کہ پانی کدھر کم ہے اُدھر ہی سے لشکر کو نکال دیا جائے، ایک شخص کو بلایا، لشکر میں سب ہی صحابی تھے، لیکن اُس پر جو علیؑ نے نظر ڈالی تو پورا لشکر حیران ہوا، اس لئے کہ یہ نیا چہرہ تھا، قریب والے سمجھ گئے کہ یہ خارجیوں کا جاسوس ہے، علیؑ نے آواز دی، نُصیر اِدھر آؤ، پہلے تو وہ گھبرا گیا، لیکن ظاہر یہی کیا کہ علیؑ ہمارا نام جانتے ہیں، جی مالک، کہا دیکھو ایسا کرو کہ کنارے کنارے اس نہر کے چلے جاؤ اور ایک جگہ پر جا کر آواز دینا جم جما ابن مرمرا اور جو بھی نظر آئے اُس سے پوچھنا نہر کا پانی کہاں پر کم ہے، اُسی طرف سے ہم نکل جائیں گے، بہت دور تک نکل گیا، وہ نہر کے کنارے کنارے، ایک جگہ وہ رُک گیا اور آواز دی جم جما ابن مرُمرا، بے شمار کیکڑے نکل آئے، دریائے نہروان سے وہ گھبرا گیا، اُن کیکڑوں نے کہا کس نے ہمیں آواز دی، یہ بہت پریشان ہوا، گھبرا کر کہنے لگا، علیؑ نے پوچھا ہے کہ پانی جو ہے دریا کا وہ کہاں پر کم ہے، جواب دیا پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم سب جم جما ابن مرمرا ہیں، کون سا جم جما ابن مرمرا چاہئے تمہیں یہ کہہ کر سب واپس پانی کے اندر چلے گئے، واپس آیا کہنے لگا مولا وہاں تو بڑے بڑے کیکڑے نکل آئے تھے اور وہ سب بول رہے تھے اور انہوں

نے کہا ہم سب جم جما ابن مُرمرا ہیں ہیں کون سا جم جما ابن مُرمُرا ہے جس سے بات کرنی ہے، مولا نے کہا جاؤ جاؤ اب کے پکارنا جم جما ابن کرکرا ابن مُرمُرا سے بات کرنی ہے، گیا اس نے جو آواز دی تو ایک بہت بڑا کیکڑا نکلا، کہا کس نے ہمیں پکارا، ہم سردار ہیں کیکڑوں کے، جلدی سے بولا علیؑ نے پوچھا ہے نہر کا پانی کہاں سے کم ہے کہ علیؑ کا لشکر گزرے تو اُس کیکڑے نے اَکڑ کر کہا، کتنے دن سے علیؑ کے ساتھ ہے تُو، دیکھئے کیسے بھانڈا پھوٹا جاسوس تھا، کتنے دن سے علیؑ کے ساتھ ہے، بوکھلا کر کہا تھوڑے دن کی بات ہے، کہا تھوڑے دن سے سہی، امامِ حق کے ساتھ ہے، جو علیؑ کیکڑوں کے نام، اُن کے باپ دادا کا نام جانتا ہو، اُس کو یہ نہیں معلوم کہاں پانی ہلکا ہے، کہاں گہرا ہے یہاں آ گیا تو، یہ واقعات اس لئے ہوتے ہیں کہ انسان علیؑ کے فضائل میں اعلیٰ بنے، ابتر نہ بنے، کہ وہ کیکڑوں سے بھی بدتر ہو جائے اور کیکڑے اُس سے افضل ہو جائیں، اب وہاں پر اُس کی حیرانی خاموش رہا تجسس کو چھپائے ہوئے، ظاہر ہے جاسوسی کرنے آیا تھا، ابھی علیؑ نے نہر پار کی تھی کہ لشکر کا راستہ روکا، تمام مورّخ خاص طور سے ابن ابی الحدید معتزلی یہ شیعہ نہیں ہے وہ یہ کہتا ہے کہ یہ جتنے تیرہ ہزار آئے تھے نہروان میں، سب کے سر پہ عمامے تھے، پیشانیوں پر سجدوں کا نشان تھا، حافظِ قرآن تھے، داڑھیاں سینے تک تھیں تو ذوالفقار نے سراپا آج بھی پہچان لیا، وہاں تک کے لئے تو اب جو چالیس آئیں گے تو پہچاننے میں دیر نہیں لگے گی، نہروان کے خارجیوں کو اچھی طرح پہنچوا دیا، اب کیسے لڑیں گے ہار ہو جائے گی، شکست ہو جائے گی، ابن حدید معتزلی کہتا ہے، یقین کے ساتھ ہم نے علیؑ کے جملے دیکھے جو نہج البلاغہ میں یہ خطبہ موجود ہے، اس کو میں معجزہ نہ کہوں تو کیا کہوں، دیکھئے معتزلہ فرقہ شیعہ نہیں ہے تو کیا آپ معتزلہ سے بھی بدتر ہو گئے کہ یہ

معجزے تمہاری سمجھ میں نہیں آتے، یہ تو معجزہ ہے جو علیؑ نے کہا تھا وہی ہوا اور علیؑ کا اس سے بڑا کوئی معجزہ نہیں ہوسکتا کہا گھبراؤ نہیں یہ تیرہ ہزار ہیں اور سب تازہ دم ہیں اور ہم تھکے ہوئے ہیں، لیکن لڑائی ہوگی، تلوار چلے گی اور جب لڑائی ختم ہوگی تو ان کے تیرہ ہزار میں تیرہ بچیں گے اور ہمارے کُل تیرہ مریں گے، اُس کے بعد کہا کہ سنو جو تیرہ بچیں گے اُن کے نام یہ ہیں اُن کی ولدیتیں یہ ہیں، اُن کے قبیلے یہ ہیں اور ہمارے جو تیرہ مریں گے اُن کے نام یہ ہیں، اُن کے قبیلے یہ ہیں، اُن کے باپ کے نام یہ ہیں کہا لکھ لو اور یہ کہہ کر ذوالفقار نکالی، اب جو ذوالفقار چلی تو چند گھنٹوں کے بعد تیرہ ہزار کا لشکر قرت تھا کشتوں کے پشتے تھے، لاشوں کے ڈھیر تھے، سروں کے انبار تھے، علیؑ کی ذوالفقار تھی، اب جو رُکی تو بس مجمع نے یہ دیکھا بجلی رُکی اور تیرہ آدمی بھاگتے نظر آئے نہر کو پار کر کے تیرہ آدمی بھاگتے نظر آئے اور علیؑ نے کہا تیرہ ہمارے جو مرے ہیں ان کے جو نام بتائے ہیں جاؤ دیکھ لو وہی ہیں، سب نے کہا مولا وہی ہیں جو آپ نے بتائے تھے، کہا اُن تیرہ میں کا ایک نام اور لیا تھا جو بھاگا ہے وہی تو اُن کا سردار ہے، وہ جو نُصیر بھاگ کر ساتھ میں جا رہا ہے وہی ان کا سردار ہے، پکڑو ان کو بھاگنے نہ پائیں اور دیکھو ان کے نام اور ان کی ولدیت تو پوچھو جو میں نے بتائے ہیں ابن حدید معتزلی کہتا ہے جو کہا تھا وہی ہوا، اُس سے عظیم تاریخ کا معجزہ علیؑ کا میں نے نہیں دیکھا تو اسی معجزے کو آپ سمجھ لیجئے جس کو شیعہ سنی، وہابی سب مان رہے ہیں بعد میں قرأت ورت کا مسئلہ حل ہو جائے گا، پہلے اسے سمجھ لیجئے یہ معجزہ اس لئے قدرت نے دکھایا کہ جب علیؑ کے فضائل سے خارج ہو کر کوئی خارجی بن جائے تو یہ معجزہ کام آئے، تیرہ بلائے گئے، جب وہ تیرہ بلائے گئے تو سب سے آگے آگے نُصیر، اب وہ سمجھ گئے تیرہ کے تیرہ اب ہمیں قتل کر دیا جائے گا تو فوراً آتے ہی علیؑ کے

قدموں سے لپٹ گئے، کہا جو تو نے کہا تھا وہی ہوا، آج ہم نے پہچانا تو ہی خدا ہے تو ہی ہمارا خدا ہے، ہم سمجھتے تھے وہ اوپر کہیں ہے نگاہوں سے غائب ہے، آج ہم سمجھ گئے کہ انسان کے بھیس میں ہمارا خدا ہمارے سامنے ہے، یا علیؑ تو ہی رب ہے یہ کہہ کر قدموں پر گر پڑے، سب سے پہلے جس نے رب کہا وہ نُصیر تھا، اس کے ماننے والے نصیری بنے، علیؑ نے کہا قتل کر دو، قتل کر دیئے گئے پھر زندہ کئے گئے کہو کہ رب وہ ہے وہ کہنے لگے ستر بار مارو، جلاؤ تو یہی کہیں گے اور اب تو یقین ہو گیا کہ وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے تو ہی میرا رب ہے سوائے خدا کے مردے کو کون زندہ کر سکتا ہے، اے علیؑ تو ہی میرا رب ہے۔

کیا ضرورت تھی پروردگار کو چاہتا تو یہ سب کچھ ہوتا ہی نہیں، یہ مسئلہ ہی نا ہوتا، اس کو روک دیتا کہ اُس کے مقابل علیؑ کو خدا کہا جائے، دیکھئے فرعون نے اپنے آپ کو خدا کہا تو پروردگار بُرا مان گیا، نمرود نے اپنے آپ کو خدا کہا تو بُرا مان گیا اور شداد نے اپنے آپ کو خدا کہا بُرا مان گیا، تو جب تین مقابل آئے خدا بُرا مان گیا، جب چوتھا خدا کہا تو پھر بُرا نہیں مانا، شائد کبھی اپنے کو دیکھا ہو، کبھی اِدھر دیکھا ہو، اور کیا روکیں، کیا منع کریں جاؤ ٹھیک ہے تو علیؑ کی اس میں خطا نہیں ہے، علیؑ نے اپنے آپ کو خدا نہیں کہلوایا، وہ کہنے لگے وہ چلانے لگے، اُن کو اللہ نے منع نہیں کیا، علیؑ سے یہ پوچھا نہیں کہ وہ تم کو خدا کیوں کہہ رہے ہیں اللہ کی ضرورت تھی، ایسے فرقے کی علیؑ کو کوئی ضرورت نہیں تھی، علیؑ نہیں چاہتے تھے، اللہ کو ضرورت تھی کہ ایک ایسا فرقہ ہو، جو میرے اس بندے کو خدا کہے، اب بُرا مان جایئے آپ چاہے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگا دیجئے، لیکن میں پڑھوں گا یہی اس وقت آپ لگا دیجئے، اللہ کو ضرورت تھی، آپ دیکھئے کہ تیرہ تھے، ساٹھ فیصد شام میں نصیری ہیں، تیس فیصد اسرائیل میں نصیری ہیں اور اپنے آپ

کوسب علوی کہلواتے ہیں، شام کا صدر حافظ الاسد نصیری ہے، اب یہ بھی سن لیجئے کہ وہ کس حالت میں رہتے ہیں، ایک نصیری جا رہا تھا ٹرین سے تو ایک صاحب دمشق سے بات کرنے لگے سُنا ہے شام میں بڑے نصیری ہیں، کہنے لگے میں خود نصیری ہوں، کہئے کیا بات ہے؟ اب یہ گھبرائے، کہنے لگے بھئی مجھے بڑا تجسّس تھا کہ نصیریوں کے بارے میں کچھ پتہ لگاؤں تو یہ بتایئے کہ آپ لوگوں کا کیا مذہب ہے، کہنے لگے ہمارا کوئی ایسا لمبا چوڑا مذہب نہیں ہے، کوئی الجھاؤ نہیں ہے، کوئی فقہ نہیں ہے، سیدھی سیدھی بات ہے، ہمارا خدا علیؑ ہے، بچہ پیدا ہوا ہم نے پہاڑ سے پھینکا اور یہ کہہ دیا کہ دُنیا جسے رَب کہتی ہے اگر اُس کا ہے تو مر جا اور ہمارے خدا کا علیؑ کا بندہ ہے تو بچ جا، دیکھئے بچ گئے جب ہی ساٹھ فیصد ہیں بچ رہے شام میں، بھئی کیوں بچ رہے کیا اُن کی ضرورت ہے، خدا کو ضرورت تھی ان کی، پہلی ضرورت تو یہ تھی کہ جس شام میں چالیس ہزار منبروں سے چالیس برس علیؑ پر تبرّا ہوا ہے، اُسی شام میں اُن پر لعنت ہو اور علیؑ رب بنا رہے، پوچھا اور آپ کے اصول کیا ہیں کہنے لگے ایسے کوئی لمبے چوڑے اصول نہیں، بس ایک ہمارا اصول ہے کہ سب پستول ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے ہیں، جیب میں تو کہنے لگے یہ پستول کیوں اپنے ساتھ میں رکھتے ہیں، کہنے لگے پستول ہم جیب میں اس لئے رکھتے ہیں کہ جب ہمارے قریب کوئی آتا ہے تو ہم نالی کا رُخ اُس کی طرف کئے رہتے ہیں، بولے یہ کونسا اصول ہے، آپ کے مذہب کا، کہنے لگے، یہ دیکھئے میرا ہاتھ اس وقت جیب میں ہے اور پستول کی نالی کا رُخ آپ کی طرف ہے، بولے بھئی یہ کیوں؟

کہنے لگے بس جو بھی قریب کوئی آتا ہے تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہیں یہ ہمارے خدا علیؑ کی برائی کر دے، جہاں برائی کی پستول چلا، اب آپ ذرا گستاخی کر کے دیکھئے

میرے خدا کے بارے میں، کہنے لگے نہیں نہیں میں تو خود علیؑ کا ماننے والا ہوں، سیدھے، سادھے لکھنؤ کے مومنین کسی دمشق کے نصیری سے اگر ٹکرا گئے تو پھر خارجیوں کا پتہ چلے گا، حالانکہ لکھنؤ میں بھی بعض حضرات ایسے گزرے ہیں کہ جن کا عقیدہ اس منزل تک پہنچ گیا، دہلی میں غالبؔ، پنجاب میں اقبالؔ، غالبؔ اپنے کو نصیری کہتے تھے، اقبالؔ اپنے کو نصیری کہتے تھے، اقبالؔ ہر وقت نماز میں وظیفہ یہی پڑھتے تھے کہ اگر ہم سے پوچھو کہ ہمارا مذہب کیا ہے اور اگر تم یہ کہہ دو کہ نصیری تو نہیں ہے اقبال تو میں چپ ہو جاؤں گا، نہ ہاں کہوں گا نہ نہیں کہوں گا، جب مجھ پر نُصیری کا الزام لگے گا میں چپ ہو جاؤں گا اور غالبؔ تو اعلانیہ کہتے تھے میں نصیری ہوں، لکھ دو میرے نام کے ساتھ کہ میں نصیری ہوں، میں علیؑ کو خدا کہتا ہوں اور لکھنو میں یاس یگانہ چنگیزی، بڑے مشہور شاعر تھے، عجیب شعر کہہ دیا تھا منصور جس نے انا الحق کہا تھا میں خدا ہوں پھانسی چڑھا دیا گیا، اُس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا ادھر اُس کا جواب بھی دیا، دیکھئے کیا کہتے ہیں غزل کا شعر ہے:

علیؑ کا بندہ ہو کر بندگی کی آبرو رکھ لی
یگانؔہ کے لئے کیا دور تھا منصور ہو جانا

یعنی میں جب چاہتا خدا بن جاتا، لیکن جب خدا بننے کی کوشش کی، علیؑ پر نظر چلی گئی، میں شرمندہ ہو گیا، خدا بن نہ سکا، جب تک علیؑ کائنات میں جگمگا رہے ہیں اب کوئی خدا نہیں بن سکتا، جب تک علیؑ کا ذکر ہوتا رہے گا اور یہ علیؑ کے ذکر کا معجزہ ہے، بات ذوالفقار پر تھی کہ آپ دیکھئے کہ علیؑ کی تلوار کے فضائل اتنے ہیں کہ دو گھنٹے ہو گئے، تلوار کا ذکر چل رہا تھا تو دو گھنٹے ہو گئے تو مولاؑ کے فضائل میں چودہ صدیوں میں کتنی راتیں گزر چکیں کون شمار کر سکتا ہے ارے ایک چنا بھاڑ جھونکنے چلا ہے، یہ فلسفہ

آپ کبھی سمجھیں گے ہی نہیں، سمجھے ہی نہیں یہ دیکھئے میں آیا تو میرے آنے سے پہلے تک مولاؔ جو تھے وہ اُن کے فضائل نشانہ بنے ہوئے تھے، تنقید کا، اور اب رُخ مڑ گیا میری طرف، میرے خلاف اخبار میں چھپنا شروع ہو گیا، تو یہ اس ذکر کا معجزہ ہے، کہ ذاکر نے رُخ اپنی طرف لے لیا، پتہ چلا ہمارے مولاؔ نے ہمیں بھجوایا، جاؤ، دفاع کرو، مولا تو گئے بچ معجزہ گئے سب بھول، اور ضمیر اختر، وہ بھی موسمی پرندہ لکھنو کا قدیم باشندہ اور موسمی پرندہ، ارے بھئی پرندہ کہا ہے آپ نے، تو ہم دفاع کر کے اپنے مولا کا، آرام سے اُڑ کر چلے گئے اور ناصر الملت فرمایا بھی کرتے تھے کہ بیت کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح اگر ایک حلقہ ہو، آدمیوں کا اور بیچ میں میں ایک کبوتر ہو تو وہ بائیں جائے گا نہ دائیں جائے گا، پکڑا جائے گا، تو وہ بیچ سے سیدھا پرواز کرے گا ہوا، تو بیت میں اسی طرح رہو کہ پرواز جب کرو تو سیدھے جاؤ، تو ہم سیدھے پاکستان چلے جائیں گے، آپ ہمارا کچھ کر بھی نہیں سکتے، کیونکہ ہم ہیں غیر ملکی اور غیر ملکی پر اگر آپ نے تنقید کی تو پھر آپ کی ساری منسٹری جو ہے وہ حرکت میں آجائے گی، بڑا مسئلہ پیدا ہو جائے گا اور دیکھئے ہم کبھی ذاتیات پر نہیں آتے، ہم جب تنقید کرتے ہیں تو علم پر، علم کی خامیوں پر، علم کی لغزشوں پر، وہ گھر میں کیا کرتا ہے، کیسے سوتا ہے، کیسے کھاتا ہے، کیسے پیتا ہے، پیسے کیسے کماتا ہے، کس سے لڑا، کس سے جھگڑا کیا، راجیو کی حکومت میں کیا کیا، کس سے مل گیا، کبھی اس پارٹی کا ساتھ دیا، کبھی اُس سے ملا ہوا ہے پولیس کو کیا کھلاتا ہے، میں کبھی اپنی تقریروں میں اس پر بحث نہیں کرتا، کسی پر تبصرہ نہیں کرتا کبھی بھی کسی بھی عالم یا دانشور کا یا مورّخ کا ذکر کرتا ہوں، جو اُس نے لکھا ہے، جو اُس کے الفاظ ہیں، صرف اُس کی روشنی میں گفتگو کرتا ہوں، وہ کیا ہے ہمیں کچھ نہیں پتہ، ہم صرف اُس کی تحریر کو دیکھتے ہیں، اُس کی آواز اور اُس کے جملوں کی بات کرتے

ہیں، لیکن یہاں لکھنؤ کی تہذیب بدلی جا رہی ہے، ذاتیات پر گفتگو ہوئی، ضیاء الحق کے دور میں میں نے کیا کیا، شیعیت کا پاکستان میں ساتھ دیا یا نہیں دیا، آپ میری ذاتیات پر گفتگو کرنے والے کون، کیوں کریں آپ ذاتیات پر گفتگو، اہل بیت کانفرنس ہوئی، مجھے بلایا گیا میں چلا گیا، اب میں اُن سے یہ کیوں پوچھتا کہ آپ نے یہ کانفرنس کیوں کی ہے میں تو لفظ اہلِ بیتؑ پر مرتا ہوں، میں نے پوچھا نہیں، پوچھتا آپ نے کیوں کیا؟ یہ کیوں وہی بڑے، بڑے لوگ پوچھتے ہیں، میں گیا مجھے بلایا گیا، اہل بیتؑ کانفرنس میں میں نے دیکھا ان کے یہ یہ مسائل ہیں، تقریر میں کہہ دیا، یہ مسائل صرف لکھنؤ کے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں All over the world یہی مسئلہ ہے، یہی اودھم شیعوں میں امریکہ میں مچا ہوا ہے، یہی لندن میں، یہی پاکستان میں، یہی عراق میں، ہر طرف یہی معاملہ چل رہا ہے، فقہ کو ٹکرایا جا رہا ہے اہلِ بیتؑ سے، اہلِ بیتؑ سے نماز سے، معجزات سے، یہ سب مسائل جو ہیں الجھائے جا رہے ہیں اور یہ مسائل اُلجھائے جاتے ہیں کہ جب نوسکھیا میدان میں آتا ہے تو اُس کو شہرت کے لئے ایک راستہ، ایک پلیٹ فارم چاہئے ہوتا ہے، اور جب یہ دور آتا ہے تو یہی آتا ہے کہ نجف سے، قم سے پڑھ کے آئے، اب کوئی جانتا ہی نہیں، جب گئے وطن سے تو نو برس کی عمر تھی اور اب جو واپس آئے تو بال سفید ہونے لگے، بن کے آئے ہیں عالم، منبر بھی چاہئے، محراب بھی چاہئے، نمازِ جمعہ بھی مل جائے تو اچھا ہے، کچھ نہیں ملا، کچھ نہیں ملا تو سوچا اب کوئی کتاب ہی ایسی لکھ دو، منبر کہاں سے ملتا جناب، امام باڑے میں تو برفی اور کھانے کی مجلس ہوتی تھی، وہاں مجمع والی تو ہوتی نہیں تھی، وہاں تو سب کھانے والے جاتے تھے، حسین آباد میں بھی سب برفی والے جاتے تھے شہر میں اِدھر مجلسیں آگئیں تو یہاں بھی سب امام باڑے پیک تھے، کہیں

محسن نواب صاحب پڑھ رہے ہیں، کبن صاحب پڑھ رہے ہیں، افضل محل میں مولا ذکی صاحب پڑھ رہے ہیں، نجم الحسن صاحب، قصرِ حسینی میں پڑھ رہے ہیں، کوئی امام باڑہ ہی خالی نہ تھا، منبر کیسے ملتا، نماز جمعہ قبلہ کبّن صاحب پڑھا رہے تھے تو نہ محراب ملی نہ منبر ملا، سوچا چلو قلم ہی اُٹھا لو، قلم جو چلا تو انہوں نے کہا اس قلم کے زور سے ہم محراب بھی لے لیں گے منبر بھی لے لیں گے مجھے بتایئے دونوں چیزیں ملیں یا نہ ملیں، تو اُن کے نقش قدم پر آپ چل رہے ہیں خدا کی قسم، نہ محراب ملے اور نہ منبر ملے گا، سیدھے سیدھے ذکر اہل بیت کیجئے، مودّت کے ساتھ، معرفت کے ساتھ، اس میں میخ نکالے بغیر تبرہ و تنقید کے بغیر عقیدت سے سر جھکایئے خود بخود آپ پر علم کے دفتر کھلتے چلے جائیں گے، اُس میں جہاں آپ نے سوچا شہرت کے لئے تو مولائے کائنات کا ارشاد ہے کہ تم شہرت کے پیچھے دوڑو گے، تو وہ تمہیں دوڑائے گی، تم شہرت سے پیچھے ہٹو گے، شہرت تمہارے پیچھے پیچھے آئے گی، آپ پیچھے دوڑ رہے ہیں شہرت آگے دوڑ رہی ہے، تو شہرت تو بھاگے گی کہ پیچھے بدمعاش لگ گیا ہے، مزا تو جب ہے کہ اُس کو اپنے پیچھے لگا لیتے آپ نے ایسا ہی کیا تھا شہرت کے لئے وہیں مرے، لکھنؤ کی تاریخ یہی ہے کہ شہرت کے لئے کبھی نہیں مرے بلکہ یہ کیا گوشہ نشین کتابیں لکھ رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں اس اس طرح کتابیں پڑھیں سرکار حامد حسین صاحب نے یعنی سینے پہ گٹے پڑ گئے، بعد میں پتہ چلا جب وقت غسل و کفن آیا کہ کتاب سینے پر رکھ کر پڑھتے تھے، اس لئے سینے پہ گٹے پڑ گئے، گھر سے کسی نے نکلتے نہیں دیکھا برسوں باہر نہ آتے، جب بادشاہ کا جی چاہتا زیارت کو تو خود آتا، جناب کی گلی میں، بادشاہ کی سواری رُکتی، وزیر جا کر کہتا قبلہ بادشاہ آپ سے ملنے آئے ہیں، کہا کیوں آئے ہیں، کیا کام ہے، میں لکھنے میں مصروف ہوں، میں پڑھ رہا ہوں، کیا چاہتے ہیں، پیغام

دے دیں میں جواب بھجوا دوں گا، کہا کوئی مسئلہ نہیں پوچھنا ہے، صرف آپ کو دیکھنا
چاہتے ہیں، یہ مشہور ہے کہ قبلہ نے دروازے کا پردہ ہٹایا، منہ باہر نکالا اور بادشاہ سے
کہا ہوگئی زیارت جا، اب چلا جا، ایسے ہوتے تھے عالم، شہرت نہیں چاہتے تھے، آج
اولاد میں کا کوئی عراق و عرب و ایران چلا جائے یوں پوچھتے ہیں کہ آلِ عبقات آئے
ہیں، یہ اُن کی خدمت تھی کہ شہرت نہیں چاہی تو شہرت آج اُن کے چاروں طرف
پھیلی ہوئی ہے، لیکن کوئی یہ بتائے کہ ایران و عراق میں کسی کو یوں بھی پکارا گیا، اُسی
جگہ کے علماؑ تھے، یہ کام شہرت کے لئے ہوئے وہ کام عقیدت کے لئے ہوئے تھے، یہ
مودّت میں ہوئے تھے، اب جو کام مودّت کے لئے ہیں اُسی میں عزت ہے، اُسی
میں احترام ہے، میر انیسؔ نے مرثیے اس لئے نہیں لکھے تھے کہ اُن کو شہرت چاہئے
تھی، اُن کی عقیدت اُن کی محبت، اُن کی مودّت، اُن سے لکھوا رہی تھی اور وہ لکھ رہے
تھے، آج دنیا حیران اس بات پر ہے کہ دو لاکھ شعر لکھے کیسے گئے، بہتّر برس کی عمر میں
اور وہ جو کچھ کہہ گئے وہ واقعات انہوں نے دیکھے کیسے، آج برٹش میوزیم میں ریسرچ
ہو رہی ہے انیس پر، اُن کا قلم اُن کی دوات، وہ چمڑا جس پر وہ کاغذ رکھ کر لکھا کرتے
تھے اور وہ سارے حروف کمپیوٹر سے حساب لگایا جا رہا ہے، اس آدمی نے بہتر برس کی
عمر میں دو لاکھ شعر کہہ کیسے لئے، اس لئے کہ اس عمر میں کھانا بھی ہے پینا بھی ہے، سونا
بھی ہے، جاگنا بھی ہے، اولاد کی پرورش بھی ہے، سفر بھی ہے، یہ سب منفی کر کے کتنے
دن بچتے ہیں، شاعری کے لئے اُن دنوں میں دو لاکھ شعر کیسے ہو گئے، انگریز کہتا ہے
کہ بس زندگی کے ہر لمحہ میں کمپیوٹر تھا کہ قلم اُس کا چل رہا تھا، دماغ بتا رہا تھا، حالانکہ
انیسؔ نے کبھی ایسا کیا نہیں، لیکن انگریز یہی کہتا ہے، جب یہ انداز نہ ہو دو لاکھ شعر
کہے نہیں جا سکتے، تو جہاں الہامی کیفیت ہو، وہاں انیس کی تلوار کیا سمجھ میں آئے، گھوڑا

کیا سمجھ میں آئے، ہاں اُس کی شاعری میں آپ ڈوب جائیں تو سب کچھ سمجھ میں آ جائے، اب یہ دوسری بات ہے کہ آپ انسانی نظر سے، مادی نظر سے، دیکھتا ہے انگریز، روحانی نظر سے آپ دیکھیں تو ہم نے یہی روایت دیکھی کہ شاگردوں میں ایک ایسا شاگرد تھا، چھٹی ہوگئی سب چلے گئے، کہا تم نہیں گئے، بولے ہم آپ سے کچھ سیکھنا چاہتے ہیں، انیسؔ نے کہا یہ چراغ کی لو ذرا دھیمی ہوگئی ہے، اسے بڑھا دو، جہاں بیٹھا تھا اُس نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر لو تیز کر دی، خوفزدہ نہیں ہوئے، مداح ایسا ہوتا ہے، اُس کو خوف نہیں ہے، ڈرے نہیں، بلکہ پلٹ کر فوراً پوچھا، کیا قوم اجنّہ میں سے ہو، سر کو جھکا کر کہا جی، کہا اپنی قوم کے سردار سے واقف ہو، کہا ہاں زعفر جن سے واقف ہوں، کہا کہہ دینا میر انیسؔ نے سلام کہا ہے اور کہنا کہ ملنا چاہتے ہیں، اب جو جنوں کا قائل نہیں ہے وہ اُس روایت کو کیوں مانے گا، اُس کی سمجھ میں کلامِ انیس کیسے آئے گا، کہ انیس نے وہ مناظر کیسے دیکھے، ہمارے یہاں کے مولانا کوثر نیازی سنی دانشور ہیں، انیس سے بہت متاثر ہیں، میں نے یومِ انیس میں بلایا، ایک بڑا ہی عجیب جملہ کہہ گئے، یہ تو ہماری عقیدت کے واقعات ہیں جو ہم نے سنا دیئے، زعفر جن انیسؔ سے ملے، چشم دید واقعہ بتایا سب دیکھا ہوا سنایا یہ ایک الگ روایت ہے، میر انیس کے بارے میں کوثر نیازی کا یہ جملہ بڑا عجیب ہے، وہ کہتے ہیں آپ کہتے ہیں کربلا میں بہتر شہید تھے، میں کہتا ہوں کربلا میں تہتّر شہید تھے اور تہتّرواں شہید میر انیسؔ تھا۔ کوثر نیازی کہتے ہیں کربلا میں وہ نہیں تھا، لیکن اُس کی روح وہاں تھی، پیدا وہ چودہ سو برس بعد لکھنو میں ہوا، تہتر شہیدوں میں تہترواں شہید انیس کی روح تھی کہ جس کی نصرت یہ تھی کہ چشم دید سب دیکھ لو، یہ واقعہ کیسے ہوا ہے چودہ سو برس بعد تمہیں لکھنا ہے، لکھنو میں بیٹھ کر، آپ کوثر نیازی کی عقیدت دیکھئے میر انیسؔ سے،

عقل میں یہ بات آتی ہے، روحِ انیسؔ کو اذن ملا ہوگا جاؤ کربلا میں اپنی آنکھوں سے اس واقعہ کو دیکھ لو، اس لئے کہ تم کو یوں لکھنا ہے، جیسے سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے، جو اُس کی روح میں ڈوب جائے تب پتہ چلے گا، آپ پڑھے جایئے آپ کو ایک سیکنڈ کے لئے بھی یہ احساس نہیں ہوگا کہ ہم نہیں دیکھ رہے، بلکہ کلام انیس ہر لمحے یہی بتاتا ہے کہ تم دیکھ رہے ہو، تمہیں نظر آ رہا ہے، پڑھ کر آپ دیکھ لیجئے، ہر مصرع اُٹھ کر یہ بتائے گا کہ تمہیں نظر آ رہا ہے اور انیسؔ نے جس وقت ذوالفقار چلائی ہے،

آؤں طرفِ رزم ابھی چھوڑ کے گر بزم
خیبر کی خبر لائے میری طبع اولوالعزم

انیسؔ نے اپنے کلام میں چمکتی ہوئی تلواریں دکھادیں، لیکن جہاں ذوالفقار کو چمکتے ہوئے انیسؔ نے دکھایا، وہاں انیسؔ نے دو جگہوں پر تلوار کی بے کسی دکھلائی ہے، میر انیسؔ کا کمال ہے کہ ذوالفقار تو میدان میں بجلی کی طرح چمکتی نظر آئے اور ایک طرف ذوالفقار کی یہ بیکسی کہ حسینؑ جب رخصتِ آخر کے بعد جب چلے تو ایک بار حسینؑ کے پہلو سے رونے کی آواز آئی، چاروں طرف نظر کی ایک بار جھک کر میان کی طرف دیکھا، ذوالفقار کے رونے کی آواز ہے، پوچھا تیرے رونے کا کیا سبب ہے، یہ دوسری بار روئی ہے، پہلی بار جو روئی ہے وہ بعد میں بتاؤں گا، پوچھا تیرے رونے کا کیا سبب ہے، بولی سب کی نصرت قبول کی، میری نصرت کو آپ نے قبول نہ کیا، جب اُس نے مدد کے لئے کہا تو دستے کو چوم کر کہا، ہم تجھ کو نکالیں گے ہمیں تیری نصرت چاہئے تا قیامت تیری جنگ، تیری نصرت یاد رہے، ذوالفقار کی بڑی نصرت یہ منزل ہے میں سمجھتا ہوں جو میں اب بتانے جا رہا ہوں اور وہ منزل یہ ہے کہ ننھا سا لاشہ لئے ہوئے ''جب ذوالفقار ماتم اصغر میں رو چکی'' یہ ذوالفقار نے ماتم

نہیں کیا، یہ ربابؑ نے ماتم نہیں کیا ہے، یہ زینبؑ نے ماتم نہیں کیا ہے، ننھا سا شہید لئے ہوئے اور ایک بار بچے کو ربابؑ کی گود میں رکھ کر قریب بیٹھ کر گھٹنے کو زمین پر ٹیک کر اب جو ذوالفقار نکالی اور ننھا سا گڑھا کھودنا شروع کیا، ذوالفقار چیخ مار کر روئی، حسینؑ نے کہا رونے کا سبب تو ایک بار رو کر کہنے لگی مولا آسمان سے نازل ہوئی تھی آپ کے دین کی نصرت کے لئے ہائے میرے مقدر میں یہ بھی تھا ششماہے کا لاشہ اور قبر بنانا، ہائے اصغرؑ ہائے علی اصغرؑ۔

ذوالفقار

﴿گرین ٹاؤن، لاہور ۱۹۹۳ء﴾

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

قائد اہلِ سُنت پیر آصف رضا گیلانی تشریف فرما ہیں، پروگرام کے مطابق انہیں بھی تقریر کرنا تھی اور اگر پسند کریں تو ہمارے بعد پیر صاحب تقریر کریں گے، فرمائش ہے کہ یہاں کی مجلس ذُوالفِقار کے موضوع پہ ہو، تلوار ایک ہتھیار ہے جو سپاہی کی آبرو ہے، سپاہی کی جان ہے، قدر چیز کی وہی کرتا ہے جس کے کام کی ہوتی ہے۔ اب آج کل تو تلوار کا زمانہ ہی نہیں ہے، اس لئے ہر ایک تلوار کی اہمیت کو اتنا زیادہ نہیں سمجھ سکتا، کہ تلوار کتنی اہم چیز ہے یا کسی زمانے میں کتنی اہم تھی، اگر آپ سب سے کہا جائے کہ گھوڑا بہت اہم چیز ہے تو کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا، اس لئے کہ لاہور میں تانگے میں نظر آتا ہے اور تانگے کی اہمیت لاہور میں اب تھوڑی رہ گئی ہے، تو گھوڑا کوئی اہم چیز تو نہیں ہے آج کل، لیکن پہلے زمانے میں گھوڑے کی وہ اہمیت تھی جو آج لڑائی میں ٹینک کی اہمیت ہے، یعنی گھوڑا ٹینک کا کام کرتا تھا، پرانے زمانے میں اور ایسے ہی تلوار، اب آج کل تو ایسے ایسے ہتھیار ہیں کہ لاکھوں آدمیوں کو مارنے کے لئے ایک ہی آدمی کافی ہوتا ہے، اب تو ایٹمی ہتھیار ہیں، ایک بم ٹپکا دیا، لاکھوں آدمی مر گئے، لیکن یہ ہتھیار جو اِس وقت رائج ہیں یہ سارے ہتھیار نامردی کے ہتھیار ہیں، یہ دُھوکے

بازی کے ہتھیار ہیں، اِس میں سامنے سے مقابلہ ہوتا نہیں اور دُھوکے سے مار دیا، تو اللہ اگر حکم دے کہ جہاد کرو اور اُس میں یہ کلاشنکوفیں اور بندوقیں استعمال ہوں تو کیا اللہ اِس کو پسند کرے گا نہیں پسند کرے گا، تو کچھ سوچ کے اللہ جو فیصلہ کرتا ہے وہ دُنیا کا سب سے بڑا فیصلہ ہوتا ہے کہ اللہ نے دُنیا کے ہتھیاروں میں تلوار کو پسند کیا ہے اور تلوار کے بعد اللہ نے پھر کسی ہتھیار کو پسند ہی نہیں کیا، یعنی اپنے انبیاء کو حکم دیا کہ جہاد کرو تو کس چیز سے کرو، تلوار سے کرو تو یہ انبیاء کا جہاد واجب تھا اور جن انبیاء نے جہاد کیا وہ تلوار سے کیا، حضرت داوٗدؑ نے جہاد کیا، حضرت طالوتؑ نے جہاد کیا، حضرت سلیمانؑ نے جہاد کیا اور ہمارے حضورؐ کو تو لڑائی کا حکم دے ہی دیا گیا تھا، جتنی لڑائیاں ہمارے سرکارِ دوعالمؐ نے لڑیں، کسی نبیؑ نے تو کیا دُنیا کے کسی بادشاہ نے بھی نہیں لڑیں، کسی نے دو لڑائیاں لڑیں، کسی نے تین، کسی نے چار بہت غزنوی نے حملے کیئے کوئی سترہ، تو ستاسی لڑائیاں ہیں حضورؐ کی اور ستاسی لڑائیاں لڑی گئیں تلوار سے میدان میں ہوئیں اور اُس کے بھی اصول ترتیب دیئے گئے، آج کی جو لڑائیاں ہو رہی ہیں دُنیا میں، اُس کے کوئی اصول نہیں ہیں، بے اصول کی لڑائیاں ہیں، مثلاً ایک بم گرا دیا جائے تو وہ عوام پہ گرے گا، عوام تو نہیں لڑ رہے، عوام میں بچے بھی ہیں، عورتیں بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں، بیمار بھی ہیں، امیر بھی ہیں، غریب بھی ہیں، بے خطا لوگ بھی ہیں سب مر گئے، لیکن وہاں چونکہ اللہ حکم دے رہا ہے تو وہ حکم کیسا ہوگا، تو اُس حکم میں شامل ہوگا کہ ایک تو آپ سب سے پہلے جو دشمن لڑنے آئے گا، مقابلے پہ اُس پہ پانی نہیں بند کریں گے آپ، یعنی اپنے دشمن کو پیاسا رکھ کے نہیں مارنا ہے، ورنہ بہانہ ہو جائے گا کہ پیاسے تھے، کمزور تھے، لڑ نہیں پا رہے تھے، زبانیں باہر نکلی ہوئی تھیں، اُن کا کھانا نہیں بند کریں گے، آپ رسد نہیں بند کریں گے، اُس کے بعد اگر آپ نے اُن پر حملہ کیا ہے تو آپ

جارِح ہو جائیں گے، جب تک وہ حملہ نہ کریں آپ پہل نہیں کریں گے اور جو حملہ کرے گا اُس سے مقابلہ کرنا ہے اور جو پناہ مانگ لے، اُس پہ تلوار نہ اُٹھے، اگر کسی نے بھی میدانِ جنگ میں کہہ دیا لا الٰہ الا اللہ اب تلوار چلتی ہوئی واپس آ جائے، یعنی اگر اُس کے سر پر بھی پہنچ چکی ہے اور اُس نے کہا لا الٰہ الا اللہ، اُس کے پاس سپر کیا ہے، لا الٰہ الا اللہ، اگر آپ نے مار دیا تو وہ جنتی ہو گیا اور یہ جہنمی ہو گیا، اب صحیح بخاری کی ایک حدیث بھی آپ کو سُنا دیں کہ اُسامہ چھوٹے سے ایک صحابی ہیں، چھوٹے سے کا مطلب کمسن حضورؐ کے سامنے پیدا ہوئے تھے، اُسامہ بن زید کون ہیں، یہ حضورؐ کی دائی، جنہوں نے حضورؐ کو گود میں کھلایا، اُم ایمن کے بیٹے تھے تو خیبر کی لڑائی میں یہ بھی لڑ رہے تھے، جب لشکر نے حملہ کیا، یعنی جب لشکر میں یہ ہمت آ گئی جب لڑ لئے، علیؑ نے بھگا دیا سب کو تو اب لشکر نے حملہ کیا تو میدان تو بنا کے علیؑ نے دے دیا تھا، اب مارنا کیا مشکل ہے تو انہوں نے ایک یہودی کو مارنے کے ارادے سے حملہ کیا، اُسامہ نے جیسے ہی تلوار اُٹھائی مارنے کے لئے، اُس نے کہا لا الٰہ الا اللہ، اِنہوں نے مار دیا، اب جاتی ہوئی تلوار واپس کیسے آتی، جب چل چکی تو اب کیسے واپس آتی، اتنا اختیار تھا نہیں تلوار پہ، دیکھئے لوگ سمجھتے ہیں تلوار مار رہی ہے، تلوار نہیں مار رہی، تلوار کا کام کیا ہے کاٹنا، لیکن میر انیس کے مرثیہ کا مصرع تلوار کاٹتی ہے مگر ہاتھ چاہیئے، یعنی تلور ہاتھ کے اختیار میں ہے اور جس کا ہاتھ کسی اور کے اختیار میں ہو، جو نفس بیچ چکا ہو تو اُس کا تو ہاتھ بھی ید اللہ ہے، اب اختیار کسی اور کے پاس ہے اور اب ہر ایک کا ہاتھ تو وہ ہاتھ نہیں ہو سکتا اُنہوں نے مار دیا، جب مار دیا تو شکایت ہوئی حضورؐ نے بلایا، کہا تم نے کیوں مارا، انہوں نے کہا کہ اُس نے اپنی جان بچانے کے لئے لا الٰہ کہا تھا اِس لئے ہم نے مار دیا، جب اُس نے دیکھا موت قریب آ رہی ہے تو اُس نے کہہ دیا لا الٰہ الا اللہ تو حضورؐ نے کہا، کیا

تم اُس کے دل میں بیٹھے تھے، تمہیں کیا معلوم اُس نے سچے دل سے کہا یا جان بچانے کے لئے کہا، تو تمہیں نیت کی خبر کیسے ہوگئی، تو پتہ چلا اللہ نے لا الٰہ میں یہ حکم نہیں دیا کہ آپ نیت کا پتہ چلائیں ورنہ پھر لا الٰہ کیا رہا، یعنی جس نے لا الٰہ کہہ دیا اب اُس کو آپ امان دیں گے اور اگر آپ نے اُسے کافر کہہ دیا تو آپ کافر ہو گئے پڑھنا صرف یہ نہیں ہے کہ لا الٰہ کا مطلب کیا یا پاکستان کا مطلب کیا، پہلے کلمے کی روح سمجھیں جس نے کہہ دیا لا الٰہ اگر آپ نے اُسے کافر کہہ دیا تو آپ نے کلمے کے بے عزتی کی، اب آپ کلمے کی توہین کر رہے ہیں، دل کی بات جاننا ایک عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے کیا حضورؐ نہیں جانتے تھے کہ کس نے دل سے کہا ہے اور کس نے دل سے نہیں کہا لیکن کبھی کسی کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھ کر یہ نہیں کہا کہ پیٹھ پیچھے کہیں کہ منافق ہے، آج تک کوئی سمجھ ہی نہیں سکا کہ حضورؐ کس کو منافق سمجھتے ہیں، اس لئے کہ حضورؐ معاذ اللہ غیبت تو نہیں کر سکتے کہ وہ اُٹھ گیا اور حضورؐ نے کہا یہ منافق ہے، لا الٰہ ایسے ہی کہہ رہا ہے سمجھ گئے نا، حضورؐ کو یہ معلوم ہے کہ کس کے دل میں کیا ہے دل کی حالت معلوم ہے، جب حضورؐ دل کی بات جان کر کلمے کا اتنا احترام کر رہے ہیں کہ یہ منافق ہے، لیکن چونکہ زبان سے لا الٰہ کہہ رہا ہے اس لئے کبھی اُسے منافق نہیں کہا، یعنی دل کا حال پیغمبر جانتا ہے تو کیا حضورؐ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ابو طالبؑ کے دل میں لا الٰہ ہے تو لا الٰہ کہنے والوں سے یہ نہیں کہا کہ تم منافق ہو، تو جس کے دل میں لا الٰہ تھا اُن سے یہ کیوں کہتے کہ لا الٰہ پڑھ لو، دو باتیں ہیں، آمنے سامنے کی باتیں ہیں، کلمہ پڑھنے والے سے کہا نہیں کہ تو منافق ہے اور جس کے دل میں کلمہ تھا اُس سے یہ نہیں کہا کہ تم کلمہ پڑھ لو، اس لئے کہ دل کا حال جانتے ہیں، کہنے کی ضرورت نہیں ہے تو حضورؐ یہ بھی کہہ دیتے تھے کہ اگر کوئی سپر بنا لے کلمے کو تو تلوار نہ چلے، اصول سمجھ رہے ہیں آپ جنگ کے اور اُس کے بعد کہا

کہ بچوں کو نہ مارنا، عورتوں پہ حملہ نہ کرنا اور نہ انہیں اسیر بنانا، اصول دیکھ رہے ہیں آپ؟ یوں ہی نہیں ستاسی لڑائیاں لڑیں، صراط پر چل کر لڑ رہا ہے، اسلام کا جہاد پلِ صراط ہے، نہیں ایسا نہ کرنا نہیں یہاں تک نہیں اور آگے، دشمن کے جانوروں کو بھی نہیں مارنا اور اُس سے آگے دشمنوں کی جو زمینیں ہیں اس پر اگر فصل بوئی ہے تو اس فصل پر بھی تم گھوڑا نہیں دوڑا سکتے، پودے نہیں خراب کر سکتے، درخت نہیں خراب کر سکتے، حد تو یہ ہے کہ تم اُن کے علاقے کے کسی درخت کی شاخ نہیں کاٹ سکتے، تو اب لڑائی کا منشور کیا ہوا کہ جو اللہ کا جہاد کرے اُس میں نباتات و حیوانات و جمادات محفوظ ہیں، تو انسان کیوں محفوظ نہ ہوگا، سب لڑے، یہاں کیا ہوا، بم گرے، جہاز سے حملہ کیا، مکان گر گئے، اسپتالوں پہ بم گر گئے، مریض مر گئے، عورتیں مر گئیں، بچے مر گئے تو یہ جہاد نہ ہوا، اب آپ کسی لڑائی کو کوئی اسلامی ملک جہاد نہیں کہہ سکتا کہ جہاد کی شرائط اتنی سائنسی ترقی کے باوجود اب تک دنیا کا کوئی ملک کوئی قانون ایسا نہ بنا سکا کہ ہم بڑی سے بڑی لڑائیاں لڑیں گے، لیکن دیکھنا اس لڑائی میں بچے بھی محفوظ رہیں گے، عورتیں بھی محفوظ رہیں گی، اسپتال بھی محفوظ رہیں گے، باغات بھی محفوظ رہیں گے، جانور بھی محفوظ رہیں گے، بنا کے دکھاؤ ایسا کوئی اصول سائنس کے ذریعے کہ لڑائی ہو رہی ہے بم گرے گا مگر ہسپتال پر نہیں گرے گا، بچوں پر نہیں گرے گا، عورتوں پہ نہیں گرے گا، تو کتنا مشکل کام تھا جو کیا تھا ہمارے پیغمبر نے، اِس لئے غور کیجئے گا اِس لئے کہ ستاسی لڑائیوں میں لشکر کی سپہ سالاری ایسے کو دینا تھی جس کے ہاتھ سے ایک پودا نہ روندا جائے، ایک بچہ نہ مارا جائے، ایک عورت نہ اسیر ہو، لیکن ستاسی لڑائیوں میں کسی کو علم نہیں دیا گیا، اگر کسی اور کو دے دیتے کمانِ لشکر کی تو اِن اصولوں پر وہ پابندی سے کاربند نہیں ہو سکتا تھا، اِس لئے ایسا کوئی شخص ہو کہ جو اللہ اور نبی اور دین اور قرآن کے مزاج کو سمجھتا ہو، آسان نہیں

ہے آج کسی لڑائی میں کسی سپہ سالار کا ہتھیار فیل ہو جائے تو بدنامی ہو جاتی ہے، اب چھوٹا ہی الزام صحیح انڈیا نے کہہ دیا تھا پانچ چھوڑے چھ چھوڑے جتنے چھوڑے تین تو پھس پُھسا کے رہ گئے، دو پھٹے، اب بہر حال دشمنی میں کہا، مگر کہا تو نا کہ بھئی پھس پُھسا پَن تھا لیکن یہاں وہ جہاد ہوتا ہے اگر اللہ کا حکم ہوتا اور اللہ نے وہ بم پھینکے ہوتے تو کیا وہ پھس پُھسا کر دیتے، اللہ دوسرا پھینک دیتا اور اللہ کے یہاں کی بنی ہوئی چیز کبھی پھس پُھسا کے نہیں رہ سکتی، ناقص چیز تو اللہ دے گا نہیں تو اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے تھے جیسے بھی پھٹیں قبر کا حال مردہ جانتا ہے تو بموں کو معلوم ہے کہ اس کے اندر کیا ہوا، وہاں جا کے کسی نے دیکھا نہیں جو ریکارڈ ہوئی آواز سے پتہ چلا کہ کتنی زور کے ساتھ پھٹے، کیا انہوں نے تباہی پھیلائی، اُس کی رپورٹ سے پتہ چلا کہ کیا ہوا اور میزائل تو نظر آ رہا ہے لیکن زمین کے اندر جو پھٹ رہا ہے اُس کا کیا، تو ہتھیار ناقص ہو جاتے ہیں، آج کے انسانوں کے بنائے ہوئے، تو تلوار بھی انسان کی ہی بنائی ہوئی تھی، تو اب چونکہ جہاد حکمِ اللہ کی طرف سے ہو رہا تھا، لشکر اللہ کا بنایا ہوا تھا، نبی اللہ کا بھیجا تھا، حکم اللہ کا تھا، سپہ سالار اللہ کا مقرر کیا ہوا تھا تو تلوار یہاں کیوں چلے اب وہ تلوار جو کہ دنیا کی بنی ہوئی تھی پہلی لڑائی میں حضورؐ نے دے دی بدر میں چلی، اُس میں زیادہ لوگوں کو مارنا نہیں تھا، تھوڑے سے لوگ مر رہے تھے، پینتیس آدمی مارنے تھے اور تین بڑے پہلوان، پینتیس میں وہ بھی شامل تھے، تو ہاتھ پہ اعتماد تھا، اِس لئے اللہ نے دُنیا کی تلوار چلنے دی اب بڑھے معرکے آنے والے تھے اور اللہ کو یہ بھی دکھانا تھا کہ دُنیا کا بنایا ہوا ہتھیار کہیں نہ کہیں جواب دے جاتا ہے، اُحد کی لڑائی بدر سے بڑی تھی، لڑتے لڑتے تلوار ٹوٹ گئی، لڑائی باقی تھی علیؑ کے ہاتھ میں جو تلوار تھی وہ بدر میں چلی اور اُحد کی آدھی لڑائی تک چلی اور آدھی لڑائی کے بعد وہ ٹوٹ گئی اور جب سپاہی کی تلوار ٹوٹ جائے تو باقی رہا کیا تو

اب جب ٹوٹ گئی تو اب اللہ یہ نہیں کہے گا کہ دُنیا کی دوسری تلوار، جب کہ اللہ نے یہ کہا کہ دوسری دنیا کی بنائی ہوئی تلوار کا جہاد یہاں پہ رُکا، اب تلوار ہم بھیجیں گے، حکم ہمارا ، جہاد ہمارا، دین ہمارا، نبی ہمارا، سپہ سالار ہمارا، تو تلوار بھی ہماری ،تو جب تلوار اُس کی ہوگی تو دُنیا کی تلوار میں اور وہاں کی تلوار میں کچھ فرق ہوگا اور وہ فرق صاف نمایاں ہے یعنی حکمِ اللہ سے جو چیز بنے اور دُنیا کی ایک چیز جو انسان بنائے ڈنڈے بہت سے ہیں بزرگوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں لیکن ایک ڈنڈا اللہ کے حکم سے موسیٰؑ کے ہاتھ میں آیا تو وہ اتنا مشہور ہوا کہ قرآن میں جگہ جگہ عصائے موسیٰؑ عصائے موسیٰؑ بھئی ڈنڈے تو سارے ڈنڈے ہیں، لیکن ایک ڈنڈا پوری دنیا میں مشہور ہو گیا اس لئے کہ اللہ کے حکم سے ایک خاص درخت کی شاخ سے حکمِ اللہ سے کاٹا گیا تو اب کیونکہ اللہ کے حکم سے وہ عصا موسیٰؑ کے ہاتھ میں آیا تو عام ڈنڈے ڈنڈے رہیں گے اور یہ جو موسیٰؑ کے ہاتھ میں ہے اُس کا نام بھی ہو گیا عصائے موسیٰؑ ، کتاب میں اِس کا ذکر آ گیا، اب یہ کبھی درخت بن جائے گا، کبھی تکیہ بن جائے گا، کبھی بولنے لگے گا، کبھی باتیں کرنے لگے گا، کبھی اژدھا بن جائے گا، ذکر آ گیا، موسیٰؑ کو اللہ نے تلوار نہیں دی بلکہ عصاء دیا تو اب آپ ذرا سوچئے کہ عصاء میں دھار نہیں ہوتی، اِس کے باوجود اُس نے اتنی آفتیں ڈھائیں کہ فرعون کو بے ہوش کر دیا، یعنی اگر سر پہ پڑ جاتا فرعون کے سر پہ پڑ جاتا اور پھر بے ہوش ہوتا تو لوگ کہتے موسیٰؑ نے ڈنڈا جما دیا اُس کے سر پہ، دیکھئے کس راہ سے آ کر بے ہوشی طاری کی ہے اُس نے کہ اژدھا بنا اور فرعون تک یعنی وہ جبر ہو جاتا تو وہ عدل نہ رہتا اللہ کا اگر سر پہ پڑ جاتا، اژدھا بنا اگر تجھ میں اتنی طاقت ہے کہ تو خدا ہے تو ایک اژدھے سے بے ہوش ہوا جا رہا ہے، تو گویا اللہ کی طرف سے عطا کئے ہوئے ہتھیار میں قوت ہے، قوت وہ دے رہا ہے تو جب علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی تو اللہ نے کہا تلوار اب ہم

دیں گے، بھیجنے کی ایک شان ہوگی، فرشتہ لے کر آئے گا اُس میں کچھ خصوصیات ہوں گی، اس کا نام ہوگا، بے نام نہ ہوگی اور جب آئے گی تو جس خطاب کے ساتھ آئے گی تو یہ اعلان بھی ہو جائے گا کہ اِس تلوار کو عام تلوار نہ سمجھ لینا بلکہ دونوں کی تعریف ہوگی، جو چلائے گا اس کی تعریف اور اِس ہتھیار کی تعریف تو ملک یہ کہتا ہوا آیا **لا فتٰی الا علیؑ، لا سیف الا ذوالفقار** یعنی یہ سپاہی ہے، یہ جوان ہے اور یہ تلوار ہے نام اس کا ذوالفقار شکل اس کی جیسے ریڑھ کی ہڈی، فِقار کہتے ہیں عربی میں ریڑھ کی ہڈی کو تو جیسے وہ ہوتی ہے دونوں طرف ہڈیاں نکلی ہوتی ہیں تو اُس شکل کی ہے چوڑائی میں، فِقار معنی ریڑھ کی ہڈی تو ذوالفقار کا نام ریڑھ کی ہڈی کیوں ہے؟ اس لئے کہ انسان چل رہا ہے پھر رہا ہے بیٹھا ہوا ہے، کس چیز سے ریڑھ کی ہڈی سے دیکھئے اگر خدا نہ کرے کسی کی یہ بے کار ہو جائے تو نہ وہ چل سکتا ہے نہ بیٹھ سکتا ہے، یعنی قوت کس چیز کی ہے ریڑھ کی ہڈی کی مرکزیت کس کی ہے ریڑھ کی ہڈی کی تو اب اسلام کی ریڑھ کی ہڈی کیا ہے، ذوالفقار، کیا مطلب ہے اسلام چل رہا ہے، اسلام پھر رہا ہے اسلام قیام کیے ہوئے ہے اسلام بڑھ رہا ہے ریڑھ کی ہڈی مضبوط ہے اور ایسی ویسی نہیں ذوال فقار۔ ذوال کے معنی ہیں ڈبل اِس کے معنی ہیں دو تو اب دوہری تلوار زبانیں بھی دو جسم کے حصے بھی دو، دو حصوں میں مضبوطی کے ساتھ بھیجی گئی اور آ گئی علیؑ کے ہاتھ میں چلی اور ایسی چلی کیوں بھیجی گئی، اُس وقت بھیجی گئی کہ جب اللہ کا محبوب خطرے میں تھا، تو اب ذوالفقار کا مقصد ہی سمجھ میں آ گیا کاٹنے پیٹنے کے لئے نہیں بھیجی گئی، بلکہ اللہ نے بھیجی ہے ایک سپاہی کو کہ میرے محبوب کو بچاؤ، یعنی لڑنے کے لئے نہیں آئی، دفاع کے لئے آئی، حملے سے بچانے کے لئے آئی ہے کہ جو حملہ کرے میرے پیغمبرؐ پر اس کو دَفع کرے، ذوالفقار اُس کو بھگائے، اگر پیغمبر موجود ہیں اور حملہ ہوا ہے تو ذوالفقار بچائے اور پیغمبرؐ زندہ ہوں

سامنے اور اُن کا نام مٹایا جارہا ہوتو یہی بچائے چونکہ علیؑ کے سامنے پیغمبرؐ موجود ہیں اور پیغمبرؐ پر حملہ ہوگا تو ذوالفقار دشمن کو بھگائے گی کربلا میں نامِ محمدؐ پر حملہ ہوگا تو نامِ محمدؐ کو کربلا میں ذوالفقار بچائے گی، ذوالفقار کا کام مارنا نہیں ہے اللہ کے نبی کو اور اس کے نام کو بچانا ہے، یعنی دفاعی تلوار ہے جارحیت کی تلوار نہیں ہے، ظلم کرنے نہیں آئی ہے بلکہ عدل قائم کرنے آئی ہے اور جیسا عدل ذوالفقار نے قائم کیا، بڑی بڑی عدالتیں بھی نہ قائم کرسکیں، یعنی ذوالفقار ایسی عادل ہے کہ صرف جھلک دکھادے تو عدل ہو جائے، سمجھ رہے ہیں نا آپ، واقعہ آپ نے سُنا ہوگا، دوغلاموں کا ایک کہہ رہا ہے میں آقا، ایک کہہ رہا ہے میں آقا، فیصلہ ہو گیا اُنہوں نے کہا یہ آقا، یہ غلام اُس نے کہا غلط فیصلہ ہوا ہے تو انہوں نے کہا علیؑ کے پاس چلو تو حضرت علیؑ نے دیوار بنوائی اس میں دوسوراخ بنوائے اور کہا دونوں اپنے سران سوراخوں میں سے باہر نکال لو، سر نکال لئے اُنہوں نے اپنے، علیؑ نے کہا قنبر سے، لاؤ ذوالفقار، آئی ذوالفقار، علیؑ نے کہا قنبر اِن میں جو غلام ہے اس کا سر اُڑادو تو جو غلام تھا اس نے گھبرا کر سر اندر کرلیا، یعنی ابھی صرف نکلی تھی کہ فیصلہ ہو گیا یہ غلام یہ آقا یعنی ذوالفقار کا کام ہے یہ بھی بتانا کہ کون غلام، کون آقا، عادل بھی ہے فیصلہ کردیا، بتادیتی ہے حق کیا ہے تو پوری زندگی ذوالفقار نے یہ بتایا کہ حق کیا ہے، باطل کیا ہے، جب معاملہ ایسا ہو جاتا ہے کہ حق کیا ہے، باطل کیا ہے پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے تو ذوالفقار کو پھر آنا پڑتا ہے، پچیس سال کے بعد آئے، پھر بیس سال کے بعد آئے پھر ستر سال کے بعد آئے، آجائے فیصلہ ہو جائے گا، بہت مشکل منزل تھی کہ مامون رشید کے دربار میں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے، اس لئے کہ باطل نے حق کا نقاب اوڑھ لیا تھا کہ میں تو ولی عہدی دے رہا ہوں، امام کو بادشاہ بنائے دے رہا ہوں تو امام جب دربار میں آئے تو کمر میں ذوالفقار لگا کر آئے تو فیصلہ کیا ذوالفقار نے

کہ میں جس کے پاس ہوں حق اُدھر ہے، یعنی ذوالفقار بادشاہی کے پاس نہیں گئی، آپ لوگوں نے کبھی ان چیزوں پر غور نہیں کیا کہ اگر دینِ اسلام کی تلوار پیغمبر کے پاس تھی تو جو وارث بنے پیغمبر کا تو ذوالفقار اس کے پاس ہونا چاہیئے، دیکھئے ذوالفقار بے وفا نہیں ہے، با وفا ہے تو اب بتایئے کہاں ہے ذوالفقار کہاں ہے؟ سچے وارث کے پاس ہے اور کیوں رُکی ہوئی ہے، اس لئے رُکی ہوئی ہے کہ جتنا بھی باطل ہے وہ ایک جگہ جمع ہو جائے، پھر وہ فیصلہ کرنے آئے گی کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے، جہاں اسلحے نئے سے نئے بن رہے ہوں وہاں اللہ نے پرانا اسلحہ چھپا کے رکھا ہوا ہے، اچھا اب آپ بتایئے کہ جب ذوالفقار آئے گی تو یہ کلاشنکوفیں یہ توپیں یہ ٹینک ان کے مقابلے میں اُس کی کیا حیثیت ہوگی چھوٹی سی تلوار کی، اتنے بڑے بڑے ہتھیار بن چکے ہیں، یہ اُن سے مقابلہ کیسے کرے گی، اِس لئے کہ اللہ کا اسلحہ ہے اِس لئے اُس کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا، جب ذوالفقار آئے گی اسلحے آپ سے بے کار ہو جائیں گے، کام ہی نہیں کریں گے، تو جب کام نہیں فکریں گے سب بے کار ہو جائیں گے، خالی ہاتھ اب اگر لڑنا ہے تو تلوار لے کر آؤ تو پھر سے تلوار کا دور آئے گا، یہ تو آپ نے بچپن سے سُنا ہوگا کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے، تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرائے گی، پھر تلوار کا دور آ جائے گا، ذوالفقار کا پھر دور آ جائے گا، ذوالفقار پھر نمایاں رہے گی، کیوں؟ اس لئے کہ اگر لڑنا ہے تو دھوکے سے نہیں مقابل آؤ، سامنے آؤ، مقابلہ کرو فیصلہ ہو جائے گا، یہ اسلحے سارے سائنسی بے کار ہو جائیں گے ذوالفقار کل بھی اہم تھی، آج بھی اہم ہے، آنے والے دور میں بھی اہم رہے گی، اُحد میں آئی نام لے کر آئی، صفات لے کر آئی، وہی صفات جو موسیٰؑ کے عصا میں تھیں، یعنی وہ لکڑی کا تھا یہ لوہے کی، وہ بھی بولتا تھا، یہ بھی بولتی تھی، وہ بھی اژدھا بنتا تھا یہ بھی اژدھا بنتی تھی، وہ بھی گھٹتا بڑھتا تھا، یہ بھی

گھٹتی بڑھتی تھی، لیکن ایک صفت ذوالفقار کی عصا سے زیادہ ہوگئی وہ یہ کہ عصائے موسیٰ شجرے نہیں جانتا تھا، ذوالفقار شجرے بھی جانتی تھی، نسلیں بھی پہچانتی تھی، اگر کسی کی نسل میں کسی دور میں کوئی مومن آنے والا ہے تو اُس کے پاس سے ہو کر گزر جاتی اور ذوالفقار کی ایک خاصیت یہ تھی کہ اگر اُس کی ہوا بھی کسی کو لگ جائے تو وہ بچ نہیں سکتا تھا، یعنی اُٹھی ہے اور مقابل کوئی آ گیا تو بچ کے نہیں جا سکتا، لیکن ایمان کی طاقت کچھ ایسی ہے کہ اگر کسی کافر کے خون میں بھی ایمان کا ایک ذرّہ گردش کر رہا ہے تو چونکہ کُلِّ ایمان کے ہاتھ میں تھی تو ایمان کے ذرّہ کو بھی پہچان کے اُدھر سے ہٹ جاتی اور محافظ اتنی بڑی کہ اِس شان سے حفاظت کی کہ دُنیا میں ایک ہی تلوار موجود ہے میوزیم میں جائیں تلواریں لٹکی ہوئی ہیں، یہ نادر شاہ دُرّانی کی تلوار ہے، یہ فلاں بادشاہ کی تلوار ہے، یہ رنجیت سنگھ کی تلوار ہے اور اُوپر چلے جائیں تو عورتوں کی تلواریں رکھی ہیں، لیکن نام کسی تلوار کا نہیں، سب بے نام ہیں، فلاں کی تلوار، مگر جیسے ہی آپ نے کہا ذوالفقار، ادھر آپ نے کہا ذوالفقار تصور میں علیؑ آئے، اِدھر آپ نے کہا ذوالفقار علی کی تلوار، نبیؐ کی تلوار، اسلام کی تلوار کتنی شہرت پائی ہے اس نے کہ آج نظر نہیں آ رہی کسی میوزیم میں نہیں رکھی ہے لیکن کتنی مشہور ہے، جس ہستی کی تلوار کائنات میں اتنی مشہور ہو جائے اُس کا ہتھیار اتنا مشہور ہو جائے کہ لوگ اپنی پارٹیوں کا نام رکھ دیں اپنے جھنڈے میں اُسے جگہ دیں مونوگرام بن جائے، طغروں میں آ جائے، لوگوں کے گھروں میں آ جائے فریموں میں لگی ہو، اسٹیکر میں لگی ہو تو وہ ہستی کتنی بڑی ہوگی یعنی اُس سے جو شے منسوب ہوگئی وہ اتنی شہرت پا جاتی ہے ایک لوہے کی تلوار اُس سے منسوب ہو کر آج دُنیا میں عزت دار بن گئی ہے تو پوری قوم یہ کیوں نہ چاہے کہ میرا نام علیؑ سے جڑ جائے، بھلا آپ کیوں یہ چاہتے ہیں کہ یہ نام نہ لیا جائے، ہم یہ نہ کہیں کہ ہم علیؑ والے ہیں،

تلوار کو ناز ہے کہ ہم علیؑ والے ہیں تو ہمیں ناز کیوں نہ ہو، دیکھئے نا نام کیسے زندہ ہے، تاریخ میں اس کا جو علیؑ کا ہو گیا، وہی زندہ رہتا ہے جو علیؑ والا نہیں ہوتا وہ مردہ ہوتا ہے، اس لئے کہ علیؑ زندہ علیؑ کا نام زندہ، علیؑ والا زندہ، جو چیز بھی علیؑ سے منسوب ہو جائے وہ مشہور ہو جاتی ہے، کوئی شے ہو بے جان چیز ہی کیوں نہ ہو، کوئی ایسا واقعہ کیوں نہ ہو کہ جس کو بدلنے کی کوشش کی جا رہی ہو، لیکن اگر علیؑ سے منسوب ہو گیا تو سوا اس میں خیر کے کچھ نہیں ملے گا، لاکھ کوششیں کی گئیں کہ علیؑ کی موجودگی میں اگر کوئی قتل ہوا ہے تو کسی طرح الزام علیؑ پر آ جائے، لیکن کہنا پڑا کہ پانی بھجوایا تو علیؑ نے، کھانا بھجوایا تو علیؑ نے، علیؑ کی خو میں بھی یہ نہیں ہے کہ کسی کا پانی بند ہو جائے، بھائی سپہ سالار کو تو اللہ نے ڈھالا ہے اپنی صفات پر جو ہم چاہتے ہیں، ذرا سا غصہ آ جائے تو علیؑ تو وہاں سے ہٹ جاتے تھے۔ یعنی اتنی احتیاط کون کرے گا، جب غصہ آ گیا تو غصہ اندھا ہوتا ہے بعد میں معافی مانگ لی جاتی ہے، ہم غصے میں آ گئے تھے، ہم سے غلطی ہو گئی ہم نے آپ کو برا بھلا کہہ دیا تھا تو ایسی شرمندگی کہ جہاں غصے میں آ کر عمل غلط ہو جائے اور بعد میں شرمندہ ہونا پڑے، اللہ کا سپاہی ایسا نہیں کر سکتا، بلکہ وہ بتائے گا کہ غصہ اپنے مقام پر فطرت کا تقاضا ہے، لیکن اللہ کے کاموں میں ہم غصے کو بھی شامل نہیں ہونے دیتے، اب کیا تھا، عَمروابن عبدِود کا سر کاٹنا کتنی دیر تھی چند سیکنڈوں کی بات تھی، چند لمحوں کی بات تھی، لیکن سینے سے اتر آئے علیؑ ذوالفقار ہاتھ میں لی، گلا کاٹنے جا رہے تھے ہٹے تلوار بھی ہٹی، علیؑ بھی ہٹ گئے، ٹہلنے لگ گئے، تو قاتل ہٹ رہا ہے مقتول ہونے جا رہا ہے، کُلِّ کفر ہے کُلِّ ایمان ہے، کہتے تھے کہ یہ کُلِّ ایمان ہے کُلِّ کفر سے لڑنے جا رہا ہے تو کُلِّ کفر کا گلا کٹنے جا رہا ہے، لیکن ہٹ گئے علیؑ یعنی کچھ دیر کی کفر کو مہلت دے دی، یہ مہلت جو ہے تاریخ میں لکھی ہے کہ خود کفر نے پکار کر کہا اتنی دیر کیوں لگا رہے ہو، علیؑ

کیوں نہیں مجھے مارر ہے ہو، آپ نے اس کی حسرت دیکھی کہ وہ خود چاہ رہا ہے کہ ذوالفقار میری گردن پر چل جائے، معلوم ہے آپ کو کیوں؟ اس لئے کہ اب اُس کا جینا بے کار ہے، ایک منزل آتی ہے انسان کے لئے کہ انسان کہتا ہے کہ مجھ کو مار ڈالو، ایسی منزل کہاں آتی ہے، آپ بتایئے یعنی اگر ایسی تڑپ میں مری ہو کہ بعض مریض کہتے ہیں کہ مجھے زہر کا انجکشن دے دو، بھئی تا کہ میری مشکل آسان ہو جائے، عمرو ابن عبدِوَد کی ٹانگیں کٹ چکی تھیں، اب وہ جی کے کیا کرے گا، وہ خوش تھا وہ مرنے والا ہے اور وہاں پر علیؑ ہٹ گئے تو اب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ مجھے زندہ چھوڑ دیں گے، اب اُس کے لئے یہ مصیبت کا وقت ہے، اگر مجھے اس حال میں علیؑ نے چھوڑ دیا اور دس آدمی مجھے اُٹھا کر لے گئے تو کتنوں کی لعنتیں سُنوں گا، کتنے لوگ میرے منہ پر تھوکیں گے، بڑا بہادر بنا تھا، لنگڑا آ گیا، یہ سُننا نہیں چاہتا اس لئے علیؑ سے کہہ رہا ہے مجھے مار دو، تو اب علیؑ چھوڑ کر ہٹ گئے تو اب بتانا ہے علیؑ کو کہ تجھے تھوڑی دیر تڑپنے کے لئے چھوڑا کیوں، اس لئے کہ تو نے چاند پر تھوکا، لعاب دہن علیؑ کے منہ پر ڈال دیا تھا اس نے، تو علیؑ کو جلال آ گیا، غصہ آ گیا، علیؑ ہٹ گئے تو اب وہ پوچھ رہا ہے کہ کیوں اے بہادر سپاہی تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے، کیوں نہیں مار رہا ہے کہا تو نے یہ بے ادبی کی، مجھے غصہ آیا، اگر میں غصے میں ذوالفقار تیری گردن پر چلا دیتا تو میرے اُس عمل میں میرا ذاتی غصہ شامل ہو جاتا، میں اپنی ذات کے لئے تجھے نہیں مار رہا، میں اللہ کے لئے مار رہا ہوں تو جب کام اللہ کا ہے تو اس میں میرا غصہ شامل کیوں ہو، تو علیؑ کی نیت میں جہاد میں اپنی ذات کا غصہ بھی شامل نہیں ہو پاتا، جب علیؑ اپنا غصہ بھی شامل نہیں کرتا، اللہ کے عمل میں تو دُنیا یہ تقاضا کیوں کر رہی تھی کہ علیؑ نے اپنے دشمنوں کو مارا کیوں نہیں، اللہ نے نہیں چاہا کہ مارا جائے علیؑ نے نہیں مارا، ذوالفقار میں زنگ نہیں لگ گیا تھا، دھار اس کی ٹیڑھی

نہیں ہوگئی تھی، چلتی تو جوہر دکھاتی، کاٹ دکھاتی، کون بچتا لیکن حکمِ الٰہی نہیں تھا، حکمِ الٰہی کیوں نہیں تھا کہ ذوالفقار چلے، پچیس برس جو ایک تلوار جو ستاسی لڑائیوں میں چلی اب چوبیس پچیس برس سے چپ نیام میں ہے، یعنی اللہ نے بتایا کہ اگر چلتی ہے جلال میں تو اِس میں صبر کا مادّہ بھی ہے چلانے والا بھی صابر چلنے والی بھی صابر، اِس لئے کہ ہماری بھیجی ہوئی ہے، نیام میں رہے، کیوں رہے اللہ نے حکم کیوں نہیں دیا کہ چلے، اگر پچیس برس پہلے چل جاتی تو یہ پچیس برس کچھ اور ہوتے، چپ ہے ذوالفقار نہیں چلی، کیوں نہیں چلی؟ اس لئے کہ اللہ نے یہ بتایا کہ تمہیں ہم نے اپنی صفات دی ہیں، تو اب یہاں پچیس برس جو صفات ہیں علیؑ کے پاس، اللہ کی وہ کون سی ہیں، وہ صفت تلاش کیجئے اللہ کی تو آپ کی سب سمجھ میں آ جائے گا کہ پچیس برس علیؑ چپ کیوں ہیں، تلوار کیوں نہیں چلا رہے، وہ اللہ کی کون سی صفت ہے جو علیؑ میں آ گئی، پچیس برس میں وہ صفت اللہ کی یہ ہے کہ جب اللہ نے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ ہو اور کسی نے سرکشی کی اور اللہ سے کہا ہم تیرا کہا نہیں مانیں گے، ہم سجدہ نہیں کریں گے تو یہیں پر اللہ کو چاہئے تھا کہ گردن اُڑا دیتا شیطان کی، گردن اُڑا دیتا، لیکن اللہ نے نہیں مارا، چھوڑ دیا، جا جو چاہے سمجھ میں آئے کر تو اللہ نے اپنی یہ صفت علیؑ کو دے دی، یہی کام تمہیں بھی کرنا ہے ہم نے چھوڑا تو تم بھی چھوڑو، اچھا اللہ سے بچ کے کہاں جائے گا یہ بتایئے، بھئی اگر اللہ نے شیطان کو چھوڑ دیا تو بچ کے کہاں جائے گا؟ ایک دن تو پکڑا جائے گا، کہتے ہیں کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، ایک دن تو چھری کے نیچے آئے گا، شیطان بچ کر کہاں جائے گا، بچتا کہاں ہے، نمرود نہیں بچا، فرعون نہیں بچا، شداد نہیں بچا تو اللہ سے کون بچ پائے گا، تو ذوالفقار کو بھی اطمینان تھا کہ ہم سے کوئی نہیں بچے گا، پچیس برس چپ ہے پچیس برس کے بعد نکلی تو وہی آن وہی بان وہی کاٹ جیسے بدر میں دُنیاوی

تلوار چلی تھی، اُحد سے شروع ہوئی تو ذوالفقار آئی، پھر شان نرالی پھر اُحد میں پھر خندق میں پھر خیبر میں اور خیبر میں تو اِس شان سے چلی کہ ایک ضرب ہے علیؑ کی جو مرحب کے سر پہ پڑی یہ صرف گردن نہیں کاٹتی بلکہ اُس دن اُس نے لوہا کاٹا، پتھر کاٹا، خود کاٹا، مرحب کا سر کاٹا، گردن کاٹی، سینہ کاٹا، شکم کاٹا، اُس کا رہوار کاٹا اور کاٹتی ہوئی اِس طاقت کے ساتھ جب زمین پر پہنچی تو اللہ نے جبریلؑ سے کہا تم جاؤ اور پروں کو پچھا دو، جبریلؑ نے اپنے پر بچھا دیئے زمین کو بچانے کے لئے، یعنی ذوالفقار میں اتنی طاقت تھی کہ جب وہ مرحب کا سر دو حصوں میں کاٹ سکتی ہے تو زمین کا پورا گولہ بھی کاٹ سکتی ہے، وہیں سے چلتی تو زمین کو دو حصوں میں کاٹتی جیسے پیغمبر کی انگلی نے چاند کو دو حصوں میں کر دیا اور اگر زمین ہی کٹ جاتی دو حصوں میں بٹ جاتی تو کیا ہوتا تو جبریلؑ نے پر بچھا دیئے اب اتنی طاقت سے چلی تھی تو لوگوں نے اپنا قیاس بھی اس میں پیش کیا، مورّخین نے کہا ضرور جبریلؑ کے پر کٹ گئے ہوں گے، چل تو رہی تھی نا اب اِس وقت اُس کے سامنے جو شے آئے گی کٹ جائے گی، تو ایک گروہ نے کہا جبریلؑ کے تین پر کٹ گئے، اب پتہ نہیں اُس نے تین پر ہی کیوں لکھے نہ چار، نہ پانچ، نہ چھ اس نے کہا تین پر کٹ گئے، دوسرے گروہ نے کہا نہیں ایسا نہیں ہوسکتا، جبریل امین کے پر کٹ جائیں، ملک معصوم ہے، اُس کے پر کیسے کٹ سکتے ہیں، تو اب دیکھیں تاریخ میں بحث چلی بے پر کی کہ پر کٹے پر نہیں کٹے، جبریلؑ کے پر کٹے یا نہیں کٹے، بہت بحث چلی بحث چلی تو ایک گروہ کہتا تھا کہ کٹے اور ایک گروہ کہتا تھا نہیں کٹے، اگر نہیں کٹے تو ذوالفقار کا زور کم تھا اور اگر کٹے تو ملک کی عصمت پر حرف آ رہا تھا تو علیؑ کی تلوار نے ایک ملک وہ بھی روح الامین وحی لانے والا اور علیؑ کی تلوار سے اُس کے پر کٹ گئے، علیؑ کا کام ہے بچانا، نہ کہ کاٹنا، اپنے ہی شاگرد کے پر کاٹ دیئے، معاذ اللہ کیسے ہوسکتا ہے، کیا ہوا اور اگر نہیں

کٹے ہیں تو دوسرا گروہ پریشان، اس کے معنی تلوار میں طاقت کم تھی کہ پر نہیں کٹے، رُک گئی ذوالفقار، وہاں سے آئی تھی تو کیا جبریلؑ کو نہیں پہچانتی تھی، دیکھ نہیں رہی ہے کس کے پر ہیں وہاں پر تو اُسے رُک جانا چاہئے لیکن اتنی طاقت سے آ رہی تھی کہ وہاں رُکے کیسے اسے تو نیچے تک جانا تھا اب پر اتنے طاقتور تھے کہ تلوار کو روکا جبریلؑ نے، تو ایک ہمارے خطیب نے فیصلہ کیا تا کہ دونوں گروہ ناراض نہ ہو جائیں دلائل اتنے آ چکے تھے دونوں گروہ کے کہ برابر کرنا مشکل تھا یہ بھی خوش رہیں یہ بھی خوش رہیں، جیسا کہ ہمارے پیر صاحب کر رہے ہیں، ایسی تقریر کرتے ہیں کہ شیعہ بھی خوش رہیں اور سُنّی بھی خوش رہیں، تو ان کو دیکھ کر میں بھی ایسی کوشش کرتا ہوں کہ شیعہ بھی خوش رہیں اور سنّی بھی خوش رہیں، پنجاب میں کوشش کر رہے ہیں سندھ میں بھی کوشش کر رہے ہیں یہ ہمارے جوان عمران صاحب بیٹھے ہیں مصور یہ بھی یہی کوشش کر رہے ہیں کہہ رہے ہیں کہ یہاں ایک عشرہ رکھا جائے آئندہ سال اور اُس عشرے میں دس مجلسوں میں علمی گفتگو ایسی ہو کہ نوجوانوں کو فائدہ ہو ہر مکتبہ فکر کے لوگوں کو یہ نہیں کہ صرف ایک ہی کے مقصد کی باتیں کی جائیں بلکہ یہ کہ خالص اسلامی گفتگو ہو جس سے ہر گروہ کو فائدہ پہنچے، تو بہت کم لوگ یہ سوچتے ہیں کہ دونوں گروہ کو فائدہ پہنچے، ورنہ جس کا اپنا گروہ ہوتا ہے وہ چاہتا ہے اِسی کے مطلب کی باتیں کریں، لیکن یہ ہمارے مولانا صاحب نے دونوں گروہ کی بات رکھ لی اُنہوں نے کہا دونوں کو مجلس میں بیٹھا کے کہ میں دونوں گروہ کو بتانا چاہتا ہوں کہ پر کٹے کہ نہیں کٹے، اس دن کے بعد دونوں راضی ہو گئے انہوں نے کہا مولانا ٹھیک کہتے ہیں، مولانا نے یہ کہا کہ اللہ نے ابراہیمؑ کو یہ حکم دیا کہ بیٹے کو ذبح کرو، کیا حکم تھا ذبح کرو، یعنی گردن پر چھری رکھو اور چلاؤ یہی حکم تھا خواب میں دیکھا ایسا ہی کیا، بیٹے کو لٹایا منیٰ میں اور چھری گردن پر رکھ کر چلائی لیکن وہ کٹے نہیں، لیکن اللہ نے کہا

ذبیح اللہ یعنی خطاب ملا اللہ کا ذبیح ،بغیر ذبح ہوئے یعنی ذبح بھی ہوئے اور ذبح نہیں بھی ہوئے ،تو مولانا نے کہا بھئی جبریلؑ کے پر کٹے بھی اور نہیں بھی کٹے،اب کسی کے سمجھ میں آئے یا نہ آئے ،اب اگر کوئی بہت ہی کم عقل ہو یا بالکل اُن مولانا کی بات نہ سمجھ سکا ہو جو بالکل بھی نہ سمجھ سکا ہو کہ نہیں میری سمجھ میں نہیں آئی میں اس کو سمجھا رہا ہوں کہ جناب ہاجرہؑ نے کُرتا بدلا اسماعیلؑ کا اس واقعے کے بعد تو جب گریبان کا بٹن لگانے لگیں تو دیکھا کہ یہاں پر چھری کا نشان پڑا ہوا ہے،اب تو سمجھ جایئے ،پر نہ کٹے ہوں پر جبریلؑ کے نہ کٹے ہوں ، ذوالفقار نے اپنا نشان تو جبریلؑ کے پروں پر ضرور چھوڑا ہوگا، تو اسماعیلؑ کے لئے فخر ہے وہ نشان کہ ان کی شان اور فکر کو بھی سمجھ لیجئے کربلا میں ایک برہمن نے بھی قربانی دی،سات بیٹے قربان کیئے تو وہ کہلاتے ہیں حسینی بامن ،تو اُن کی نسل میں اب تک جتنے لوگ آرہے ہیں ان کی گردن پر ایک نشان بنا ہوتا ہے، یہ اُن کی پہچان ہے ہرے رنگ کا، وہ کہتے ہیں کربلا میں جو ہمارے اجداد نے قربانی دی تھی وہ نشان نسلوں میں آ گیا ،قدرت نے ایک نشان دے دیا،تو نشان بھی ایک اعزاز ہے تو اگر ذوالفقار نے ایک نشانی دے دی تو جبریلؑ نے جب ملائکہ کو وہ نشان دکھایا ہوگا فخر کے ساتھ تو جبریلؑ کے لئے وہ نشانِ ذوالفقار فخر بن گیا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو دین کا معاملہ ہے تو جبریلؑ کے پروں نے ایک احسان کیا تین پروں پر جو نشان آ گیا تو جبریلؑ کہتے ہوں گے کہ بھئی یہ نشان ہم نے لے لیا ،حکمِ اللہ سے اگر یہ تین پر کٹ جاتے تو بے پر کا نشان نہ ہوتا ،دکھا دیا جبریلؑ نے کہ ذوالفقار کی حسرت یہاں نکل جائے ، مچلتی تو تھی نا ذوالفقار، میدان میں مچل جاتی تھی ،خیبر میں خوب دھوم مچی ،حارث کو دیکھا نکل آئی ،عنتر کو دیکھا نکل آئی ، یاسر کو دیکھا نکل آئی ، مرحب کو دیکھا نکل آئی اور جب سارے یہودی نکل آئے تو خوب چلی اور ایسی چلی کہ خیبر کے

بعد عرب میں یہودیوں کا نام ونشان نہ رہا، پھراس کے بعد حنین میں چلی، ذاتِ سلاسل میں چلی، اتنی چلنے والی تلوار پچیس سال چپ ہوگئی اور پھر جونکلی تو جمل میں نکلی، صفین میں نکلی، نہروان میں نکلی اور ایسی ایسی لڑائیاں لڑیں کہ صبح کونکلی ہے تو شام تک پورے لشکر کا صفایا کردیا، یعنی جو خارج ہوگئے تھے اسلام سے ان کو نہروان میں کاٹ کر پھینک دیا، ذوالفقار نے ختم کردیا اور پھراس کے بعد ذوالفقار خاموش ہوگئی اور اب نکلی تو کربلا میں نکلی اور کربلا میں بھی بار بار کہہ رہی ہے حسینؑ سے کہ مجھے نکالئے مجھے کھینچئے، لڑنے کی حسرت ہے مجھے، میری مدد لیجئے، میں چاہتی ہوں کہ میں قصاص لوں، کبھی کہتی ہے میں چاہتی ہوں علیؑ اکبرؑ کا قصاص لوں، میں چاہتی ہوں عباسؑ کا قصاص لوں، لیکن امام حسینؑ کھینچ نہیں رہے، غور کریں یہ وہ منزل ہے کہ اگر پوری تقریر کا لُبِ لباب تو یہاں پر، جب علمی منزل آجاتی ہے تو اُسے محفوظ کرنا ضروری ہوتا ہے، سب سے بہادر سپاہی حسینؑ کے پاس کون ہے، عباسؑ اب عباسؑ کی شجاعت کو روکنا، کتنا مشکل کام ہے، آپ غور کیجئے گا، کیسے روکا، بہت مشکل منزل تھی، کیسے روکا، کہا پانی لاؤ، دیکھئے ایک بہادر کو ذمہ داری دے دی کہ پانی لاؤ، مشک دی اور کائنات کی سب سے بہترین تلوار حسینؑ کے پاس ہے، اُس کا نام کیا ہے ذوالفقار، عباسؑ کو کیسے روکا پانی لاؤ، ذوالفقار کو کیسے روکیں یہ بہت مشکل منزل ہے، یہ جو پاس رہتی ہے بولتی ہے معجزاتی تلوار ہے اور وہ بار بار کہہ رہی ہے مجھے کھینچئے، مجھے نکالئے تو اُسے کیسے روکا، آپ غور کیجئے گا یعنی کسی بہادر کو اگر سوگوار بنا دیا جائے اُس کی شجاعت کے جذبات آپ سے آپ ہٹ کر آنسوؤں میں ڈھل جاتے ہیں، عباسؑ جیسے بہادر کو جب مشکِ سکینہؑ دے دی گئی تو اب عباسؑ کی تلوار کا زور آنسوؤں میں آ گیا اب صرف دھیان میں یہ ہے کہ پانی لانا ہے، جنگ نہیں کرنی، ورنہ عباسؑ سب کو کاٹ کر پھینک دیں، کیسے ہوگا اب ذوالفقار کو کیسے

روکیں تو بہتّر شہداء میں کسی ایک کی قبر حسینؑ نے نہیں بنائی ذوالفقار کو سوگوار کیسے بنا دیا، جب علیؑ اصغر کا لاشہ لائے تو ذوالفقار سے ایک قبر کھودی، دیکھئے ذوالفقار کو، اس کے زور کو کیسے گھٹا دیا حسینؑ نے اور جیسے ہی قبر کھودنے لگے ذوالفقار رونے لگی، بس حسینؑ کو یہی چاہئے تھا کہ آنسو آ جائیں، وہاں مشک سکینہؑ دیکھ کر عباسؑ رو پڑے، یہاں قبر اصغرؑ دیکھ کر علیؑ کی تلوار رونے لگی اور رو کر کہنے لگی حسینؑ میں کیا آسمان سے اس لئے نازل ہوئی تھی؟ میں تو اسلام کی مدد کرنے کے لئے آئی تھی میں تو اللہ کی نصرت کرنے آئی تھی، کیا میری تقدیر میں یہ لکھا تھا کہ چھ مہینے کے بچے کی قبر بناؤں، تاریخ میں یہ ہے کہ ذوالفقار قبرِ علی اصغرؑ بنا کر یوں روئی جیسے کوئی ماں اپنے جوان بچے کے لاشے پر روتی ہے، ایسے درد سے ذوالفقار روئی، مرثیے لکھے گئے کہ ''جب ذوالفقار ماتمِ اصغرؑ میں رو چکی'' اور جب رو چکی سوگوار ہوگئی تب کھینچا حسینؑ نے تاکہ اب سوگوار بن کر وہ جلال نہ آ جائے جو خیبر میں آیا تھا اور خندق میں آیا تھا، اگر ذوالفقار ویسے چلتی جیسے خیبر میں چلی تھی تو جیسے ایک ایک یہودی کا خاتمہ ذوالفقار نے کر دیا تو کربلا میں کون بچتا، لیکن یہاں وہی اہتمام کہ حسینؑ اس کو چھوڑتے جاتے ہیں جس کی نسل میں کوئی مومن آنے والا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ حسینؑ روتے بھی جاتے ہیں اور یہ کہتے بھی جاتے ہیں کہ یہ نانا کی اُمت ہے، آج ہمیں اِن پہ تلوار اُٹھانا پڑ رہا ہے اور وہ وقت بھی آیا کہ جب پیشانی پہ تیر لگا اور جب گھوڑے کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈال دیئے تو ہاتھ سے ذوالفقار چھوٹ گئی حسینؑ گھوڑے سے گر گئے تو اب ذوالجناح ذوالفقار کو دانتوں سے پکڑ کر لایا ہے اور چاہتا ہے کہ حسینؑ کو ہوشیار کر کے کہے کہ لشکر آ رہا ہے آقا تلوار لیجئے اور لڑیئے لیکن جب اُس نے دیکھا آقا میرا ہوش میں نہیں آ رہا ہے تو طواف کرنے لگا، یعنی دو ناصر ہیں حسینؑ کے، ایک تلوار ایک گھوڑا، یہ حسینؑ کے آخری ناصر ہیں، لیکن

اب حسینؑ ہوش میں جب آئیں گے، جب سجدہ کریں گے اور جب عصر کا ہنگام آ گیا حسینؑ ہوش میں آ گئے سجدے میں چلے گئے قاتل آ گیا، قاتل سینے پہ سوار بھی ہو گیا، اب دیکھا قاتل نے کہ حسینؑ کے ہونٹ ہل رہے ہیں، وہ یہ سمجھا کہ حسینؑ بددعا کر رہے ہیں، اِس اُمت کے لئے ،تو اس نے چاہا کہ میں سنو کہ بددعا میں کیا کہہ رہے ہیں، لیکن جب کان قریب لے آیا ہونٹوں کے تو حسینؑ کہہ رہے تھے عباسؑ عباسؑ عباسؑ، تین بار پکارا عباسؑ اس کی وجہ آپ کو معلوم ہے؟ اُس کی وجہ یہ ہے کہ جب حسینؑ گھوڑے سے اُترنے لگتے تھے تو دوڑ کر عباسؑ رکاب پکڑ لیتے تھے اور بازو پکڑ کر اتارتے تھے، آج حسینؑ گھوڑے سے گرے ہیں تو کون یاد آ رہا ہے عباسؑ، یعنی ہر چیز میں میرا مددگار عباسؑ ،تو جب مدد کے موقع پر حسینؑ پکاریں عباسؑ تو ہم رات و دن کیوں نہ پکاریں، عباسؑ عباسؑ دیکھا ہوگا آپ نے کہ گھروں پر علم لگا ہوا ہے، کیا مطلب ہے اِس کا یعنی ہمیں اپنے علمدار سے محبت کتنی ہے، کہ علم ہر وقت سامنے رہے، ہمارے سر پر، اس کے علم کا پھریرا رہے، یعنی عقیدتوں اور محبتوں کا اظہار ہے، یہ کہ اگر کوئی مجلس کے بعد علم نکال رہا ہو یا عباسؑ کی حاضری کر رہا ہو تو اِس کا کیا مطلب ہے اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مصیبت میں پکارتے ہیں تو محبت کا اظہار یہ ہے کہ جس چیز کو اُٹھانے کے لئے عباسؑ نے اپنے شانے کٹا دیئے تو اُسے آج ہم ہاتھوں میں لے کر مجلس میں آتے ہیں یہ علم یہ اسلام کا پرچم جس کے لئے عباسؑ نے اپنے ہاتھ کٹا دیئے، اس علم کی حفاظت میں چونکہ ہاتھ قربان کر دیئے اس لئے وہ شے اب کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ اُسے بچانے کے لئے قربانی دی گئی، علم کو بچانے کے لئے عباسؑ نے اپنے ہاتھوں کی قربانی دی، تو اللہ نے کہا کہ ہم نے تمہیں دو پر عطا کر دیئے زمرد کے دو پر عباسؑ کو عطا کر دیئے گئے کہ وہ جنت میں پرواز کریں تو کیا اللہ دو ہاتھ نہیں

عباسؑ کو دے سکتا تھا، کبھی آپ نے اِس پر غور کیا جس طرح اللہ نے پر دے دیئے اِس طرح اللہ عباسؑ کو ہاتھ واپس کر دے مگر نہیں اللہ کسی کی مظلومیت کو کم نہیں کرنا چاہتا، اللہ چاہتا ہے محشر میں جب دشمن بھی آئیں اور عباسؑ آئیں تو کٹے ہاتھوں سے آئیں تا کہ دُنیا دیکھے اِس بہادر پہ ظلم کیا ہوا، اُسی طرح عباسؑ آج بھی مدد کر رہے ہیں جس کے اپنے ہاتھ نہیں ہیں وہ مدد کر رہا ہے پکارنے والے کی اور مدد ہے مسلسل مدد کہ اگر کوئی حسینؑ کا زائر بھی جا رہا ہے، گھر سے نکلا ہے، اِس نیت سے کہ ہم کربلا جا رہے ہیں تو حسینؑ کا حکم ہوتا ہے عباسؑ کو میرے زائر آ رہے ہیں، جاؤ انہیں خیریت سے لے کر آؤ، آپ نے دیکھا کہاں کہاں عباسؑ مدد کرتے ہیں اور زائروں پر تو عباسؑ فدا ہیں حسینؑ کی قبر کا جو زائر ہوتا ہے اُس پر عباسؑ نچھاور ہو جاتے ہیں کہ میرے آقا کی زیارت کرنے آ رہا ہے آج بھی پابندیاں ہیں اُس طرح آج بھی نہیں ہم جا سکتے کربلا اس دور میں بھی پابندی تھی کہ ہارونؑ نے ایسی پابندی لگائی کہ ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے اگر کوئی قبر حسینؑ پر گیا، پیر کاٹ دیئے جائیں گے اگر کوئی زیارت کرنے کربلا گیا، لیکن زیارت کرنے والے نیت کر کے نکلتے تھے، ہاتھ پاؤں کٹ جائیں، لیکن کربلا جائیں گے ایک بوڑھی عورت وہیں کی، اُس نے کہا میں قبر حسینؑ پر جاؤں گی، سپاہیوں نے کہا ہاتھ کاٹے جائیں گے، کہا ہاتھ کاٹ لو لیکن میں قبر حسینؑ پر ضرور جاؤں گی، اُس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے، وہ اُسی حالت میں قبر حسینؑ پر گئی، دوسرا سال آیا پھر زیارت کو چلی، سپاہیوں نے کہا اب تیرے پیر کاٹے جائیں گے، پیر بھی اس کے کاٹ دیئے گئے، اب وہیں پڑی ہوئی ہے لیکن زیارت قبرِ حسینؑ کی محبت کہ اُس حالت میں بھی کروٹیں لیتی ہوئی چلی کہ جب تک زندہ ہوں، سانس ہے میں اپنے آپ کو راہِ کربلا میں صرف کر دوں گی، اب جو کروٹیں لے کر چلی اپنے خون میں نہاتی ہوئی کچھ دور چلی

تھی کہ محسوس ہوا کہ کوئی قریب آیا ہے اور ایک گھوڑا قریب آ کر رُک گیا اور اُس نے آواز دی آنکھیں بند کر، ہم تجھے کربلا پہنچا دیں گے، اب آنکھیں کھول دے تو قبر حسینؑ پر آ گئی، اب جو اُس نے آنکھیں کھولیں تُو قبر حسینؑ قریب تھی، تو بے اختیار اس نے تڑپ کر بس اتنا کہا اے روضۂ حسینؑ پر مجھے پہنچانے والے ذرا اپنے ہاتھ بڑھا تا کہ میں تیرے ہاتھوں کو چوم کر بوسہ دے دوں تو آواز آئی جیسے تیرے ہاتھ کٹ گئے، عباسؑ کے شانے فرات کے کنارے کٹ چکے۔ ماتم حسینؑ

❁ ❁ ❁

ذوالفقار

﴿امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی کراچی ۱۹۹۰ء﴾

تقریر علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لیے

ہم جب شہرِ نجف میں داخل ہوئے تو ہمارا سوچتا ہوا، فکر کرتا ہوا دل و دماغ اس منزل پر رک گیا، اس لئے کہ نجف میں داخل ہونے کا جو دروازہ تھا، جس پر لکھا تھا یہاں سے نجف شروع ہوتا ہے اُس دروازے پر ایک بہت بڑی سی ذوالفقار بنی ہوئی تھی۔ یعنی ذوالفقار کی شبیہ سے شہرِ نجف شروع ہوگا، تو یہ شہر کے دروازے پر یہ تلوار کیوں نظر آئی۔

یہ تلوار کس بات کا اشارہ ہے، کیا یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ اب جس شہر میں داخل ہو رہے ہو، ادب کا مقام ہے چونکہ یہ صاحبِ ذوالفقار کا مقام ہے۔ کیا ذوالفقار اس بات کا اشارہ ہے کہ تم اُس کے پاس جا رہے ہو، جو ناصرِ دین محمدؐ تھا، اور نصرتِ محمدؐ کے لئے اُس کے پاس یہ تلوار بھیجی گئی تھی، کیا اس تلوار سے اِس شہر کا آغاز اس لئے ہو رہا ہے کہ پہلے اس کو پہچانو یہ تلوار ہے حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی، یعنی بلا فصل کی بحث دروازے پر شروع ہوگئی، یا ذوالفقار یہ اشارہ دے رہی ہے کہ پہلے اس لوہے کی تلوار کو سمجھ لو، پھر صاحبِ ذوالفقار کو سمجھنا، پہلے اس تلوار کو پہچانو کہ یہ

کیا ہے، اس لئے کہ غالبؔ کا مصرعہ ہے:-

تلوار کاٹتی ہے مگر ہاتھ چاہیئے

ہاتھ کی زیارت کرنے سے پہلے تلوار کو پہچانو، ہم آپ کو ابھی روضے میں لے ہی نہیں جاسکتے، روضے میں تو ہم کل داخل ہونگے۔

نجف کے روضے کا حال ہم کل سنائیں گے، ہم تو درِ نجف پر رُک گئے ہیں، اور ہم نے آپ کو بھی روک لیا ہے جب تک ذوالفقار سمجھ میں نہ آجائے، کیا ہے یہ ذوالفقار جسکی شبیہ تصویروں میں نظر آتی ہے، اور عراق کی حکومت نے درِ نجف پر بنادیا ہے، جسے دیکھ کر ایک ہیبت طاری ہوتی ہے، یہ ذوالفقار ہے، دو زبانوں والی ذوالفقار ہم رکے ہوئے ہیں آپ بھی ٹھہرے ہوئے ہیں، یہ کیا ہے کس چیز کی بنی ہوئی تھی تاریخ نے کہا یہ لوہے کی بنی ہوئی تھی، تو عربی میں لوہے کو کیا کہتے ہیں، لغت نے پکار کر کہا عربی میں لوہے کو ''حدید'' کہتے ہیں، جیسے ہی ہاتف نے صدا دی ''حدید'' عربی میں لوہے کو کہتے ہیں تو ایک دم ہمارے ذہن میں آیا، قرآن میں ایک سورہ ہے ''سورۂ حدید'' تو کیا اس سورہ میں جس کا نام ہے لوہے والا سورہ، پروردگار نے قرآن میں ایک سورہ کا نام رکھا لوہا، تو کیا لوہا اتنا عظیم ہوگیا، کہ اللہ اس کو ایک سورے کا نام دے دے، تو فوراً لغت سے ذہن قرآن پر آیا اور قرآن سے ذہن فوراً اشاریۂ قرآن پر آیا، ذہن نے کہا ''آؤ دیکھیں قرآن میں لوہے کا ذکر کہاں کہاں ہے، قرآن نے آواز دی ہمارے پاس ساتؔ مقامات پر لوہے کا ذکر ہے، کون، کون سے سورے ہیں وہ؟ سورۂ ''کہف'' میں ذکر ہے، سورۂ ''سبأ'' میں ذکر ہے، سورۂ ''قٓ'' میں ذکر ہے، سورۂ ''حدید'' میں ذکر ہے، یہ کیا ذکر ہے؟ ہم نے اُس مقام پر لوہے کا ذکر کیا ہے، جہاں سکندر ذوالقرنین نے اُس قوم سے کہا کہ جو یاجوج ماجوج سے پریشان تھی، لوہا

لاؤ تا کہ ہم تمہارے لئے ایک دیوار لوہے کی بنا دیں۔سکندر ذوالقرنین نے لوہے کی دیوار کھینچ دی، یا جوج ماجوج کو اُس دیوار کے پیچھے اسیر کردیا،قیدی بنادیا، جب وہ دیوار لوہے کی ہٹے گی تو وہ ظاہر ہو جائیں گے،ہاں تو لوہے کی دیوار کا ذکر ہے قرآن میں ارشاد ہوا "اٰتُوْنِی زُبَرَا لحَدِیدِحَتّٰی اِذَاسَاوٰی بَینَ الصَّدَفَینِ قَالَ انفُخُوا حتّٰی اِذَا جَعَلَهٗ نارًا قَالَ اٰتونیَ اُفرِغ عَلَیهِ قِطرًا(سورۂ کہف آیت ۹۶)

"سکندر ذوالقرنین نے کہا میرے لئے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لے آؤ"

"اٰتُونِی زُبَرَا الحَدِید" قرآن نے اس مقام پر لوہے کا ذکر کیا،اب قرآن میں دوسرا مقام جہاں لوہے کا ذکر ہے ارشاد ہوا "وَالطَّیرَوَاَلَنَّالَهُ الحدِیدَ۔اَنِ اعمَل سٰبِغٰتٍ (سورۂ سبا آیت ۱۰) اور جس وقت خدا نے داوؑد پر اپنا کرم کیا تو لوہے کو ان کے لئے نرم کردیا تا کہ وہ اس سے زِرہ بنا سکیں۔اور جنگ کے خطروں اور دشمنوں کے حملوں میں کمی واقع ہو سکے،اس مقام پر لوہے کی تعریف نہیں بلکہ یہ داوؑد کے ہاتھ کی تعریف ہے وہ ہاتھ جس پر لوہا نرم ہو کر موم بن جاتا تھا،ہم نے اُن سے کہا دیکھو لوہے کی زِرہیں بنایا کرو لیکن کڑیوں سے کڑیاں ملتی رہیں،جب زرہ میں خوبصورتی ہوگی تو لوگ تم سے زرہ خریدیں گے،زرہ سازی کا فن ہم نے داوؑد کو عطا کردیا،

سورۂ بنی اسرائیل میں بھی لوہے کا ذکر کیا گیا ہے ارشاد ہو آیت کا نشان پچاس۵ ہے قُل کُونُوا حِجَارَةً اَوحَدِیدًا" "کہہ دو کہ خواہ تم پتھر کے ہو جاؤ یا لوہے کے بن جاؤ تب بھی اللہ اس پر قادر ہے کہ تم کو زندہ کرکے یوم حساب اُٹھا دیگا" یہاں بھی لوہے کی کوئی تعریف نہیں ہورہی ہے بلکہ تعریف ہے اس زندہ کرنے والے کی کہ انسان پتھر یا لوہے کا بھی بن جائے گا تو اللہ زندہ کردے گا،اس کے بعد سورۂ "قٓ" میں ارشاد ہوا "لَقَدکُنتَ فِی غَفلَةٍ مِّن هٰذَا فَکَشَفنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ

اَلْيَوْمَ حَدِيد" (سورۂ قٓ آیت ۲۲)

''جب صور پھونکا جائے گا اور ہر انسان محشر میں وارد ہو گا تو انسان سے کہا جائے گا تو اس منظر سے غافل تھا، ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا ہے اور آج تیری نظر بہت تیز ہو گئی ہے''، اس آیت میں لفظ 'حدید' لوہے کے معنی میں بھی ہے لیکن لوہے کے چاقو یا تیز تلوار کی دھار کے معنی میں بھی ہے، کون سا دن؟ یوم ''حدید'' وہ دن جس دن انسان کی نظر لوہے کی دھار کی طرح تیز ہو گی سب نظر آ رہا ہو گا، لوہے کا دن آنے والا ہے اور ایک لوہے کا یوم دنیا میں آیا تھا جب اسلام کو لوہے سے منافع ہوا تھا وہ اُحد کی لڑائی کا دن تھا جب لوہا آسمان سے نازل ہوا، سورۂ حدید میں ارشاد ہوا "**وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ** (سورۂ حدید آیت ۲۵)

ہم نے لوہے کو نازل کیا جس سے سخت لڑائی ہے اور انسانوں کے لئے فائدہ ہے،

"**وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ**

(سورۂ حدید آیت ۲۵)

''اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون بن دیکھے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بیشک اللہ زبردست قوت والا ہے''، یہ کوئی خاص لوہا ہے جو آسمان سے نازل ہوا جس کی وجہ سے سخت لڑائی ہے اور انسانوں کے لئے اس میں بڑا فائدہ ہے۔ دنیا کا لوہا زمین سے نکلتا ہے لیکن وہ لوہا جو آسمان سے نازل ہوا اس کے لئے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد تلوار ہے لیکن کون سی تلوار؟ وہ تلوار جسے اللہ نے نازل کیا، کس کے لئے نازل کیا؟ رسولؐ خدا کے لئے نازل کیا، اور یہ تلوار ذوالفقار کے علاوہ کوئی دوسری تلوار نہیں ہے جو جبرئیل رسول اللہؐ کے لئے لائے اور رسولؐ اللہ نے مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ کو عطا فرمائی اور آیت میں جس لڑائی کا ذکر ہے وہ جنگ اُحد ہے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ جنگ اُحد میں جب ذوالفقار نازل ہوئی تو

اُسی تلوار کی مدح میں جبرئیل نے یہ ندا بلند کی تھی " **لافتیٰ الّا علیؑ لاسیف الاذوالفقار** " اہلسنّت والجماعت کے مشہور عالم مولانا ولی اللہ فرنگی محلی لکھنوی نے "تفسیر معدن الجواہر" میں لکھا ہے کہ حدید سے مراد وہ تلوار ہے جس کا نام ذوالفقار ہے جو حضرت رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو عطا کی تھی تاکہ وہ دشمنوں سے جنگ کریں، قرآن نے مختلف مقامات پر لوہے کا ذکر کیا لیکن یہاں لوہے کا ذکر کسی اور شان سے ہوا ہے ذوالقرنین کے لئے جو لوہا تھا وہ اور ہے حضرت داؤدؑ کے لئے جو لوہا تھا وہ اور ہے لیکن علیؑ کے لئے جو لوہا نازل ہوا وہ لوہا اور ہے وہ آسمان سے نازل ہوا ہے، یہ زمین سے نہیں نکلا بلکہ یہ آسمان سے نازل ہوا ہے، اس لوہے کا تعارف بھی شان سے ہو رہا ہے، کہ یہ لوہا جب آسمان سے نازل ہوا تو سخت لڑائی ہوئی اور جب اُحد و خیبر میں ذوالفقار نے اپنے جوہر دکھائے تو مسلمانوں کو اس لوہے سے فائدہ پہنچا ذوالفقار نازل ہونے کے بعد بہت سے غزوات ہوئے خوب خوب جہاد ہوا، اور ذوالفقار کی دھاک ایسی بیٹھی کہ ہر لڑائی فتح ہوتی گئی اور فتح کے بعد اتنا مالِ غنیمت آیا کہ مسلمان دولت مند ہو گئے، مسلمانوں کے مکان کھجوروں سے اور سونے چاندی سے بھر گئے، مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچا، دنیا کا لوہا زمین سے نکلتا ہے یہ لوہا آسمان سے نازل ہوا، ذوالفقار آسمان سے اُتاری گئی یہ قرآن ہے، جب قرآن کہہ دے کہ ذوالفقار آسمان سے نازل ہوئی ہے تو اب مسلمانوں کی تاریخ کی کیا مجال ہے کہ انکار کر دے اور کہے کہ ذوالفقار یہاں بنی تھی، تاریخ کو لکھنا پڑا کہ ہاں، ہاں یہ تلوار آسمان سے آئی تھی، تاریخ میں بہت سی روائتیں موجود ہیں جن میں ذوالفقار کی تفصیلات موجود ہیں، کب آئی؟ جنگ اُحد میں آئی، کس وقت آئی؟ جب نصرتِ رسولؐ کرتے ہوئے علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ فوراً اللہ نے جبرئیل کے ہاتھ سے یہ تلوار

آسمان سے بھجوائی اور یوں لکھا لکھنے والوں نے کہ فضا میں ایک سونے کی کرسی نظر آئی، کرسی پر جبرئیل امین نظر آئے جو صدا دے رہے تھے **''لافتیٰ اِلّا علیؑ لاسیف الّا ذوالفقار''** نہیں ہے کوئی جوان سوا علیؑ کے، نہیں ہے کوئی تلوار سوا ذوالفقار کے''۔ یہ حدیثِ قدسی ہے، ملک پکار رہا ہے، قرآن میں سند موجود ذوالفقار کی اور مَلک نے قصیدہ پڑھا ذوالفقار اور صاحبِ ذوالفقار کی مدح میں اور غور کیا آپ نے جب جبرئیل نے قصیدہ سنایا تو منبر بھی عطا کیا گیا، ان کے مدّاح کے لئے منبر ہے ''تلوار کاٹتی ہے مگر ہاتھ چاہیئے'' جبرئیل نے تلوار کی بھی تعریف کی اور صاحبِ سیف کی بھی تعریف میں قصیدہ پڑھ دیا، شاعروں کو موضوع مل گیا، قصیدے میں تلوار کی تعریف نے قصیدے کی شان کو دوبالا کر دیا اور جب گھوڑے کی رفتار دیکھی تو قصیدوں میں علیؑ کا رہوا رہی موضوع بن گیا، بہت عجیب تفصیلات بیان کر رہا ہوں، دیکھئے کسی معصوم کے روضے پر جائیں، نجف میں کربلا میں، مشہد میں کاظمین میں ہر روضے پر آپ کو دیواروں پر شاعروں کے قصیدوں کے اشعار لکھے ہوئے ملیں گے، روضوں میں جا کر دیواروں پر دیکھئے محتشمؔ کاشی مقبلؔ اور قاآنیؔ کے اشعار پتھروں پر کندہ نظر آئیں گے، علماؒ نے لکھا ہے کہ معصوموں کو شاعری پسند ہے، خود بھی شعر کہتے تھے اور شاعروں سے فرمائش کر کے شعر کہلواتے تھے اور اپنی مجلسوں میں پڑھواتے تھے، مدّاح کو معصوم بلاتے ہیں، جب تک اُدھر سے بلاوا نہ ہو کوئی جا نہیں سکتا، ہم کو بھی اِسی سال ۱۹۹۰ء میں کربلا اور نجف میں بلایا گیا، ہم بھی زیارت کرنے گئے، اور اب دیکھئے کربلا کا راستہ بند ہے ہم کو اسی لئے فوراً بلایا گیا تھا کہ زیارت کر لو راستہ بند ہونے والا ہے اور یہاں سے جا کر ہمارے چاہنے والوں کو سفر نامہ سناؤ تا کہ اُن کو کچھ تسلّی ہو جو زیارت کو نہیں آسکتے، میں کہہ رہا تھا کہ ذوالفقار کی مدح جبریل نے

اذنِ پروردگار سے کی ہے اور شاعروں کو ایک اور موضوع مل گیا ۱۴اسو برس سے ذوالفقار غیب میں ہے لیکن شاعر جب ذوالفقار کی چمک دکھاتا ہے تو ذوالفقار کی آب وتاب اور رعنائی نگاہوں میں پھرنے لگتی ہے، جبرئیل نے جب یہ کہا، **"لا فتیٰ الا علیؑ"** نہیں ہے کوئی جوان سوا علیؑ کے، ذرا بلاغت دیکھئے پہلے برأت ہے دشمنوں سے پھر تولاّ ہے نہیں ہے کوئی جوان، شجاع اور بہادر، رسالتمابؐ نے جب بھی علیؑ کے لئے کوئی حدیث بیان کی ہے یہی بلاغت نظر آتی ہے، اب دیکھئے بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے **"عطین الرایۃً غداً رجُلاً کراراً غیر فرارِ"** کل اس مرد کو علم دوں گا جو پیہم حملہ کرنے والا ہوگا اور غیر فرار ہوگا" مختصرسی حدیث میں برأت یعنی تبرّا بھی ہے اور تولاّ بھی، یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ کل علم علیؑ کو دیں گے، لیکن مرد کہہ کر دشمنوں کو ردّ کر دیا کرّار غیر فرار کہہ کر بھاگنے والوں سے برأت اختیار کرلی بہت سے سیدھے اور بھولے بھالے شیعہ فرمائش کرتے ہیں ذاکروں سے خطیبوں سے اجی آپ صرف فضائل بیان کریں مولا علیؑ کے اختلافی مسائل کو نظر انداز کردیا کریں، اب آپ بتائیں کہاں سے حدیثوں میں تحریف کروں ڈرپوک حضرات کے لئے معاذ اللہ کیا حدیثیں بدل دوں، تاریخ بدل دوں، رسولؐ اللہ سے پوچھئے یہ علیؑ کو رجل یعنی مرد کہہ کر کسی اور کو نامرد کیوں کہہ رہے ہیں حدیث میں بھاگنے والے کا ذکر کیوں ہورہا ہے، جبرئیل نے بھی لافتیٰ کہہ کر علیؑ کے تمام دشمنوں کی ردّ کردی کوئی جوان نہیں سوا علیؑ کے، اور جب جبرئیل نے یہ کہہ دیا کہ لاسیف کوئی تلوار نہیں ہے تو دشمنوں کی تلوار کی ردّ کردی گئی، تاریخ میں ایک لقب آنے والا تھا "سیف اللہ" اللہ کی تلوار، پروردگار عالم نے جنگ اُحد میں ہی اس لقب کی ردّ کردی لاسیف کوئی تلوار نہیں ہے **"الّا ذوالفقار"** سوا ذوالفقار کے اب "سیف اللہ" جیسے جھوٹے لقب کی کیا

اہمیت رہ جاتی ہے۔

مَلک نے علیؑ کی مدح کی ، شعرأ نے مَلک کی تاسّی میں اور حکم معصوم سے علیؑ کی مدح میں لاکھوں قصیدے لکھے، بلکہ یہ کیوں نہ کہوں کہ قصیدے لکھے ہی جاتے ہیں علیؑ اور اولادِ علیؑ کی مدح میں، بادشاہوں کے لئے جو قصیدے لکھے گئے وہ مُردہ ہوگئے، وہ وقتی تعریف تھی اور ایسا بھی ہوا کہ وہ قصیدے مزاح بن گئے، حیدرآباد میں دبیر الدّولہ کے جشنِ تاجپوشی میں ایک شاعر آیا جو اُن کی تعریف میں قصیدہ کہہ کر لایا دبیر الدّولہ قصیدے کی بحر میں وہ نظم نہیں کر سکا تو اس طرح نظم کیا ''تم آسماں کے ماہ ہو دولہ دبیرد ّ آسمان بھی بحر میں نہیں آیا تو آسمان کو ''اسمان'' کردیا اور دبیر الدّولہ کو ''دولہ دبیرد ّ'' کردیا شاعر کو دربار سے نکلوا دیا گیا، قصیدوں اور شاعروں کا حشر یہ ہوا ادب میں جو دنیا کے لئے شاعری کررہے تھے اُن کا انجام آپ نے دیکھا، دنیاوی قصائد لوگوں کو یاد بھی نہ رہے، لیکن جن شاعروں نے علیؑ کی مدح میں قصیدے لکھے تو انبار لگادیئے، سال بہ سال یہ قصیدے ۱۳؍رجب اور ۱۸؍ذی الحجّہ کو محفلوں میں پڑھے جاتے تھے، شاعروں کے دیوان میں یہ قصیدے اب بھی شامل ہیں اور ایک ایک قصیدہ ایسا کہ ادب کا شاہکار ہے، عربی میں، فارسی میں، اردو میں جو قصائد حضرت علیؑ اور دیگر معصومینؑ کی مدّح میں لکھے گئے وہ شخصی قصائد سے مقدار میں کئی سو گنا زیادہ ہیں، اور تاریخ اسلام کی کسی اور شخصیت پر کبھی قصیدہ نہیں لکھا گیا، کسی بھی صحابیِ رسولؐ کے لئے ادب میں آپ کو کوئی قصیدہ نہیں ملے گا، صرف غالبؔ کے ہم عصر شاعر مومن خان مومنؔ جو عقیدے میں اہلحدیث تھے اور سید احمد شہید کے ہاتھ پر انھوں نے بیعت کی تھی، مومنؔ نے پانچ قصیدے لکھے تین قصیدے خلفاً کی تعریف میں کہے چوتھا قصیدہ حضرت علیؑ کی مدح میں کہا اور پانچواں قصیدہ حضرت امام حسنؑ کی مدح میں

کہا، یہ پانچوں قصیدے دیوانِ مومنؔ میں شامل ہیں، مومنؔ نے پہلی مرتبہ ادب کی روایت میں بدعت اختیار کی تھی قصیدے تو لکھے لیکن پہلے کے تین قصیدوں کا عنوان نہ ملا لیکن جب چوتھا قصیدہ لکھا تو ردیف قرار دی ''تیغ'' قصیدے کا عنوان ہے ''حقیقتِ امامت خداوندِ ذوالفقار'' اور قصیدے کے مدح کے چند شعر ہیں:-

آئی ہے لب پہ مدحِ خداوندِ ذوالفقار ۔۔۔ لے جاؤ منکروں کے لئے ارمغانِ تیغ

سرخی ترے عدو کے لہو سے ہے جا بجا ۔۔۔ رنگین کس طرح سے نہ ہو داستانِ تیغ

سیف و قلم ہیں دونوں ستوں کاخ دینِ کے ۔۔۔ حیراں ہوں بابِ علم کہوں یا جہانِ تیغ

مومنؔ کے تنقید نگاروں نے یہی لکھا کہ جو بلاغت اور زورِ بیان مومنؔ کے چوتھے قصیدے میں تھا وہ زور بیان ابتدائی تین قصیدوں میں نہیں ہے، توجہّ چاہتا ہوں، دیکھئے یہ ایک ادبی بحث درمیان میں آئی ہے، دیکھئے قصیدے کے لئے تشبیب زوردار ہونا چاہئے اور جب تشبیب اچھی ہوگی تو مدح بھی شان دار ہوگی اور قصیدہ اُسی وقت زورِ بیان کا اعلیٰ نمونہ ہوگا کہ ممدوح ہمہ صفت موصوف ہو ممدوح کی سخاوت کا بیان ہو، اس کی شجاعت کا بیان ہو، اس کے علم کا بیان ہو، ممدوح کا گھوڑا بھی مشہور ہو، ممدوح کی تلوار بھی مشہور ہو، علیؑ کی شان میں مومنؔ کا قصیدہ اس لئے زور دار ہو گیا کہ یہاں سخاوت بھی تھی، یہاں عبادت بھی تھی، یہاں صداقت بھی تھی، یہاں شجاعت بھی تھی، یہاں امامت بھی تھی، یہاں ولایت بھی تھی، یہاں علم بھی تھا وہ بابِ مدینۂ علم تھے، ان کا گھوڑا دُلدل بھی مشہور تھا اُن کی تلوار ذوالفقار بھی مشہور تھی، ابتدائی تینوں قصیدے اس لئے پھُسپھُسے ہو گئے کہ یہاں نہ گھوڑا تھا نہ تلوار تھی۔ تاریخ میں اگر کسی صحابی کے پاس گھوڑا تھا ایسا جو میدان جنگ میں آیا ہو اس کا نام بتاؤ، اور اگر کسی صحابی نے میدان جنگ میں تلوار چلائی ہے تو اُس تلوار کا نام بتاؤ، استنبول (ترکی) کے

میوزیم میں حضرت جعفر طیارؑ کی تلوار بھی رکھی ہے، وہ تلوار دیکھ کر انسان پر ہیبت طاری ہوجاتی ہے۔ایک عام انسان اُس تلوار کو اٹھانے کا تصور بھی نہیں کرسکتا، اُسی جگہ پر ایک چھوٹی سی تلوار بھی رکھی ہے جس کے لئے کہا جاتا ہے حضرت عثمان کی تلوار ہے، دونوں تلواروں کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جعفر طیارؑ کی تلوار کے پہلو میں ایک چھوٹی سی چھری رکھ دی گئی ہے۔ جب علیؑ بھائی جعفر طیارؑ کی تلوار کا مقابلہ کوئی دوسری تلوار نہیں کرسکتی ہے تو علیؑ کی ذوالفقار کے مقابل کیا کوئی تلوار آسکتی ہے "**لاسیف الّاذوالفقار**" جب اللہ نے کہہ دیا تو اب اس تلوار کے مقابل کون سی تلوار آسکتی ہے۔

قصیدے کی جان ہے تلوار جس طرح قصیدے کی جان ہے تلوار اسی طرح مرثیے کی روح ہے تلوار، ارے عرب میں بہت سے بھوکے پیاسے قتل کیے گئے جن کو تاریخ نے شہید کہا ہے کوئی چُھری سے مارا گیا اور کوئی چاقو سے، تاریخ نے اُن سب کو شہید بنانے کی کوشش کی لیکن آج تک کسی کے لئے ایک مرثیہ نہیں لکھا گیا، بڑے شہید ہیں گھر میں گھیر کر قتل کردیئے گئے، راستے میں قتل کیے گئے، خانۂ کعبہ میں قتل ہوا، کسی ایک کا تو مرثیہ لکھا گیا ہوتا، چلو اردو تو کاذب شہیدوں سے بیزار ہے، عربی تو اُمّت کی زبان تھی عربی میں ہی مرثیے لکھے جاتے، مرثیہ کہنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا قلب کسی بھی غم سے متاثر ہوگا اور قلب پر اثر ہوگا تو مرثیہ کہہ سکتا ہے، ورنہ جو دل میں ہوگا وہی زبان پر بھی آجائے گا، حضرت ابوہریرہ نے حضرت عثمان کے قتل پر جو مرثیہ کہا تھا اس مرثیے کا مطلع ہے:-

للنّاس همّ ولی فی الیوم همان

فقد الجراب وقتل الشیخ عثمان

''لوگوں کوتو صرف حضرت عثمان کے قتل ہونے کا ایک ہی غم ہے مجھ پر تو ایک ساتھ دوغم ٹوٹے ایک تو اِس ہڑبونگ میں میرا چمڑے کا تھیلا کھوگیا، دوسرے ہمارے شیخ عثمان قتل کردیئے گئے۔ نجم الغنی رامپوری نے ''بحرالفصاحت'' میں یہ شعر ''تاریخ خمیس دیاربکری'' سے نقل کیا ہے کتاب کا نام اس لئے بتادیا ہے کہ آپ اسے نہ مناظرہ سمجھیں اور نہ تبرّا یہ ادبی گفتگو ہے، کراچی یونیورسٹی کے عربی ادب کے شعبے میں یہی سب پڑھایا جارہا ہے، کربلا پر جو مرثیے لکھے گئے وہ معجزہ ہیں، ملتِ جعفریہ فخر کرے کہ مرثیوں کی شکل میں ہمارے پاس کتنا قیمتی خزانہ ہے، یہ خزانہ کسی کو نصیب نہیں، دنیا کی کسی زبان کے پاس یہ قیمتی سرمایہ نہیں ہے۔ میرانیسؔ اور مرزادبیرؔ نے جو کچھ کہا ہے وہ دنیا کے کسی ادب میں نہیں ہے، جس طرح قرآن کی آیات کا جواب ناممکن ہے اسی طرح کلام انیسؔ اور کلام دبیرؔ کے ایک شعر کا جواب لکھنا ناممکن ہے۔ مفتی میر محمد عباس مرحوم نے کہا تھا کہ قرآن اگر اردو میں نازل ہوتا تو میرانیسؔ کی زبان میں نازل ہوتا، کسی باوصف انسان کی اولاد اپنے باپ جیسی نکلے یہ بہت مشکل ہوتا ہے علم ہو یا شجاعت تین پشتوں تک باقی رہ سکتی ہے اس کے بعد ختم ہوجاتی ہے، اوصاف کا نسلوں میں جانا ممکن نہیں لیکن آج بھی دنیا حیران ہے کہ جو اوصاف علیؑ میں تھے وہ اوصاف دس۱۰ پشتوں تک گئے جیسے علیؑ تھے ویسے ہی بعد کے گیارہ۱۱ امام ہیں۔ جو اوصاف رسولؐ میں تھے وہ بارہ۱۲ میں آئے اوّل بھی محمدؐ اوسط بھی محمدؐ اور آخر بھی محمدؐ، ہاں ان کے مدّاح ان کے محبّ کو بھی یہ نعمت ملتی ہے، میرانیسؔ نے کہا تھا:-

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیّاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مدّاحی میں

میر امامیؔ مدّاحِ حسینؑ، امامی کے بیٹے میر ضاحکؔ مدّاحِ حسینؑ، ضاحکؔ کے بیٹے

میر حسنؔ مدّاحِ حسینؑ اُن کے بیٹے میر خلیقؔ مدّاحِ حسینؑ اور پھران کے بیٹے میر انیسؔ مدّاحِ حسینؑ، میر انیسؔ کے بیٹے میر نفیسؔ مدّاحِ حسینؑ، میر نفیسؔ کے نواسے میر عارفؔ کا ایک بند ذوالفقار کی تعریف میں پڑھ رہا ہوں:-

یہی ہے تیغ دوسر آسماں سے آئی ہوئی بنی بنائی ہوئی اور سجی سجائی ہوئی
خدا کی بھیجی ہوئی، مصطفےٰؐ سے پائی ہوئی علیؑ سے صفدر و غازی کی آزمائی ہوئی
بسر رفاقتِ حیدر میں اس نے راتیں کیں
نڈر تھی ایسی کہ شیرِؑ خدا سے باتیں کیں

ذوالفقار کے معجزات میں ہے کہ میدانِ جنگ میں جب چلتی تھی تو عصائے موسیٰؑ کی طرح گھٹتی بھی تھی اور بڑھتی بھی تھی، دشمن کو پہچان کر وہاں تک پہنچ جاتی تھی، نیام سے نکلتی تھی تو فتح کئے بغیر نیام میں واپس نہیں آتی تھی، ذوالفقار کی ہوا میں بھی موت کا اثر تھا، خدائی تلوار ہے، زمین کے لوہے سے نہیں بنی آسمان سے آئی ہے، یعنی متعصب مورخین نے لکھا کہ جنت میں کوئی اسٹیل کی فیکٹری تھی جہاں سے یہ بن کر آئی ہے، جبرئیل امین مُہر نبوت لے کر آئے تھے انھیں مورخین نے لکھا کہ یہ لوہے کی تھی اور جنت سے لائی گئی تھی، جس اسٹیل کے کارخانے میں مُہر نبوت بنی تھی وہیں سے ذوالفقار بھی بن کر آئی تھی اس میں حیرت کی کیا بات ہے، ذوالفقار معجزہ تھی اور معجزہ بھی رسالتمابؐ کا معجزہ ہے، اللہ نے اپنے دین کی نصرت کے لئے اُسے بھیجا تھا، ذوالفقار کی بناوٹ بھی دنیا کی تلواروں جیسی نہیں تھی، یہ دوزبانوں والی تھی، ذوالفقار کے دوؔ پھل تھے، اللہ نے تلوار کا نقشہ ہی بدل دیا، دنیا کی تمام تلواروں سے الگ نظر آتی ہے یہ تلوار، لفظ ''ذوالفقار'' ''فقار'' سے ہے، عربی میں ''فقار'' ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں، پیٹھ کی ہڈی کے مُہرے گردن سے کمر تک ہوتے ہیں ایک

مُہرے کو ''فقارہ'' کہتے ہیں ''فقار'' جمع ہے ذوالفقار کی شکل ریڑھ کی ہڈی کی طرح تھی اس لئے اللہ نے اس تلوار کا نام ''ذوالفقار'' رکھا، اگر ریڑھ کی ہڈی انسان کے جسم میں نہ ہوتو انسان ایک گوشت کا لوتھڑا ہو جائے گا، ''ذوالفقار'' اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی تھی، لغت عرب پر گفتگو ہو رہی ہے، توجہ ہے نہ آپ حضرات کی ایک ذوالفقار کے موضوع میں کتنا علمی خزانہ آپ کو مل رہا ہے حیرت کی بات نہیں اس وقت ہم آپ کو درِ نجف پر لئے کھڑے ہوئے ہیں، شہر نجف کے دروازے پر ذوالفقار کی شبیہ نظر آ رہی ہے، اس وقت آپ کتابوں کی سیر کر رہے ہیں یہ صاحبِ ذوالفقار کا معجزہ ہے، ذوالفقار کے بہت سے معجزات ہیں، رات کو علیؑ سے باتیں کرتی تھی، میدانِ جنگ میں بھی اکثر باتیں کرتی تھی، کبھی کبھی جناب فاطمہ زہراؑ سے بھی ذوالفقار باتیں کرتی تھی، بارگاہِ امامت میں زبان کھولنا آسان نہیں ہے۔

نِڈر تھی ایسی کہ شیرِ خدا سے باتیں کیں

ذوالفقار پھر دشمنوں سے کیا ڈرتی، میر انیسؔ کہتے ہیں کربلا میں کچھ اس شان سے چلی کہ۔

ظلمت سے نور، نور سے ظلمت جدا ہوئی وحدت سے ایک ضرب میں کثرت جدا ہوئی
دینِ مُبیں سے کفر کی بدعت جدا ہوئی ایماں کے راستے سے ضلالت جدا ہوئی

اس دبدبے سے زیر کیا روم و شام کو
حکمِ جہاد پھر نہ ہوا نوؔ امام کو

ذوالفقار اُحد کی لڑائی میں آئی تھی اور اب جو چلی تو خندق میں چلی، جنگ خیبر میں چلی، غزوۂ بنی نضیر میں چلی، غزوہ المصطلق میں چلی، وادی الرمل میں چلی، جنگ حنین میں چلی، میر انیسؔ کہتے ہیں:-

بچھ بچھ گئیں صفوں پہ صفیں وہ جہاں چلی چمکی تو اُس طرف ادھر آئی وہاں چلی
دونوں طرف کی فوج پکاری کہاں چلی اُس نے کہا یہاں، وہ پکارا وہاں چلی

منہ کس طرف ہے تیغ زنوں کو خبر نہ تھی
سر گر رہے تھے اور تنوں کو خبر نہ تھی

''کہاں کہاں''، چلی اور ''جہاں جہاں'' چلی نرالی شان سے چلی بعد رسالتمآبؐ پچیس برس خاموش رہی، ۳۶ھ میں پچیس[۲۵] برس کے بعد جب ذوالفقار نیام سے نکلی تو اپنی آب وتاب کے ساتھ جس طرح ۲ھ میں آسمان سے نازل ہوئی تھی اوراب جو چلی جمل میں چلی، صفین میں چلی، نہروان میں چلی، نہروان کے بعد نیام میں گئی تو بیس[۲۰] برس خاموش رہی، بیس[۲۰] برس کے بعد ۶۱ھ میں کربلا میں نکلی تو پھر وہی گھاٹ، باڑھ، وہی آب وتاب جیسی ۲ھ میں آسمان سے نازل ہوئی تھی، ذوالفقار کو دنیا میں آئے ہوئے ساٹھ[۶۰] برس گزر چکے تھے لیکن کربلا میں چلی تو قیامت چلی، ذوالفقار کو معلوم تھا کے یہ آخری لڑائی ہے پھر تو صدیوں غیب میں رہنا ہے، اب ذوالفقار اپنے جوہر بھی دکھانا چاہتی تھی اور حق وباطل کا معرکۂ آخری بھی فیصل کرنا چاہتی تھی میر انیسؔ کہتے ہیں:-

باطل کو حق سے خیر کو شر سے جدا کیا ظُلمت کو دن سے شب کو سحر سے جدا کیا
یوں کفر و دیں کو تیغِ دوسرے سے جدا کیا گویا کلف کو روئے قمر سے جدا کیا

ٹکڑے اڑائے دم میں سپاہِ شریر کے
قربان ذوالفقارِ جنابِ امیرؑ کے

اک ذوالفقار خلق میں دو ہاتھ سے چلی دستِ حسینؑ و پنجۂ مشکل کشا علیؑ
یہ مصطفےٰؐ کی جان وہ اللہ کا ولی دونوں کا مرتبہ بھی دو عالم پہ ہے جلی

فخرِ مجاہدیں پسرِ فاطمہؑ ہوا
حیدرؑ سے ابتدا ہوئی یاں خاتمہ ہوا

ہمارے اردو کے مرثیہ نگاروں نے ذوالفقار کی تعریف میں بہت خوبصورت اصطلاحیں اور الفاظ تراکیب استعمال کی ہیں۔شمشیرِ ہلالی، تیغِ دوسر، تیغِ دودُم، شمشیرِ دوسر، تیغِ دو پیکر، تلوار کے حصوں کا تعارف بھی تفصیل سے کیا جاتا ہے، ''پیپلا'' ذوالفقار کی دونوں نوکوں کا مڑا ہوا حصّہ، تیغ کا پھل، تیغ کی آب، تیغ کا گھاٹ، تیغ کی باڑھ، قبضۂ تیغ، تیغ کے جوہر، تیغ تیز کو آب دار تیغ کہا جاتا ہے، ان اصطلاحوں کی روشنی میں اب مرزا دبیرؔ کا ایک بند سنئے:- سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

ہوتی تھیں صفیں آبِ دمِ تیغ سے بیدم پانی جو کھڑے ہو کے پیئے ہوتا ہے سن کم
حل کرتی تھی یہ مسئلہ تیغِ شہؑ عالم ہے خون نجس اس میں یہ آلودہ تھی ہر دم

میں مصرعوں کی تشریح کرتا جاؤں گا، مرزا دبیرؔ کہتے ہیں، ذوالفقار کی دھار کا پانی پی کر صفوں کی صفیں بے دم ہو رہی تھیں، ''پانی جو کھڑے ہو کے پیئے ہوتا ہے سِن کم'' دیکھیے ذوالفقار موضوع ہے، گفتگو ادب پر ہو رہی ہے اور یہ فقہی مسئلہ آ گیا، آیۃ اللہ خمینی اور آیت اللہ خوئی دونوں حضرات کی ''توضیحُ المسائل'' میں فتویٰ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے، حضرت امام جعفر صادق صلواۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے عمر کم ہوتی ہے، مرزا دبیرؔ کی علمی حیثیت مسلم ہے، دیکھئے مرثیوں نے کیا کیا درس دیئے ہیں، ''حل کرتی تھی یہ مسئلہ تیغ شہ عالم'' کون سا مسئلہ حل کرتی تھی، یہ مسئلہ ''ہے خون نجس اس میں یہ آلودہ تھی ہر دم'' اب یہ دوسرا فقہی وشرعی مسئلہ آ گیا خون نجس تھا، کافروں کو قتل کر رہی تھی اور اُن کے خون میں نہائی ہوئی تھی، خون میں نہانا اس کا مشغلہ تھا، فقہ کا فتویٰ ہے کہ خون نجس

ہے کافر کا خون ہو یا مومن کا مرزا دبیرؔ کہہ رہے ہیں، مومن کا نہیں بلکہ کافر کا خون اور اُس میں ذوالفقار آلودہ تھی، اب توجہ رکھیئے ذوالفقار کا یہ خون بہہ بہہ کر علیؑ کی آستینوں تک آجاتا تھا علیؑ کے لباس پر خون کی چھینٹیں آتی تھیں، ظاہر ہے کہ جب میدان جنگ میں اتنے سر اڑیں گے تو خون کا آبشار رواں ہوگا خون کی چھینٹیں اُڑ رہی ہیں، ذوالفقار سے بہتا ہوا خون آستینوں تک آرہا ہے، صفّین کی لڑائی میں سکیڑوں منافقوں کو قتل کر کے جب نماز ظہر کا وقت آیا تو علیؑ برستے تیروں میں صفیں جما کر نماز پڑھانے لگے، خون نجس ہے، کپڑوں پر خون تھا نماز کیسے ہوئی ؟ علمائے کرام ذرا ادب سے بارگاہ امامت میں بڑھ کر پوچھ لیں کہ مولا منافق کا لہو کپڑوں پر ہے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ مرزا دبیرؔ کا تیسرا مصرع پھر سنئے ''حل کرتی تھی یہ مسئلہ تیغ شہؑ عالم'' ذوالفقار نے یہ مسئلہ حل کردیا ماتم دار ماتم کر رہے ہیں زنجیر کا خون بہنے لگا ایسے میں نماز کا وقت آ گیا، مولانا حضرات نے فتویٰ دیا خبردار نماز نہ پڑھیے گا، خون نجس ہے اور نماز نہیں ہوسکتی، آپ نجس ہیں، ماتم دار حسینؑ کی محبت میں بہائے گئے خون میں نماز نہیں پڑھ سکتے اور اصحابِ امیرالمومنینؑ صفّین کے میدان میں منافقوں کے لہو میں آلودہ تھے اور نماز پڑھ رہے تھے، ''حل کرتی تھی یہ مسئلہ تیغِ شہؑ عالم'' کون سا مسئلہ حل کرتی تھی روضۂ امام حسینؑ سے بابِ قبلہ والی شاہراہ پر آگے بڑھیئے تو ایک چھوٹا سا مزار ہے، یہ عراق کے ایک مشہور جید عالم علاّمہ فہد حلّی کا مزار ہے، یہ عالم کربلا میں ہی رہتے تھے ان کے دو واقعہ مشہور ہیں، ایک واقعہ یہ مشہور ہے کہ ایک یہودی آیا، یہ باغ میں بیلچہ لئے مٹی کھود رہے تھے، اُس یہودی نے پوچھا کہ آپ کے رسولؐ کی حدیث ہے کہ ہماری قوم کے علمأ انبیائے بنی اسرائیل سے افضل ہوں گے، فہد حلّی نے کہا ہاں درست ہے، یہودی نے کہا ابنیائے بنی اسرائیل

میں حضرت موسیٰؑ بھی ہیں کیا آپ حضرت موسیٰؑ سے بھی افضل ہیں، فہد حلّی نے کہا ہوگا یہودی نے کہا کیسے ہوسکتا ہے، موسیٰؑ کے پاس معجزہ تھا، فہد حلّی نے پوچھا کیا معجزہ تھا ؟ یہودی نے کہا موسیٰؑ کا عصا اژدھا بن جاتا تھا جیسے ہی یہودی نے یہ کہا فہد حلّی نے اپنے بیلچہ کو زمین پر پھینکا وہ فوراً اژدھا بن گیا یہودی یہ دیکھتے ہی وہاں سے بھاگ گیا اُن کا دوسرا واقعہ یہ مشہور ہے کہ وہ اپنی غلاظت کو ہانڈی میں بھر کر کربلا سے کئی میل دور روزانہ پھینکنے جاتے تھے کہ نجاست کربلا میں کیسے ہوسکتی ہے ایک دن غلاظت کی ہانڈی سر پر رکھے جارہے تھے کہ راستے میں حضرت ولی عصرؑ گھوڑے پر سوار اُن کے قریب آئے معصومؑ نے پوچھا یہ سر پر کیا ہے فہد حلّی نے کہا یہ غلاظت ہے اسے کربلا سے دور پھینکنے جارہا ہوں امامؑ نے پوچھا کیوں ؟ فہد حلّی نے کہا نجاست کربلا میں کیسے رہ سکتی ہے، امامؑ نے فرمایا یہ تم نے کیا ڈھونگ رچایا ہے جاؤ آئندہ ایسا مت کرنا ہمارے لئے آیۂ تطہیر ہے، تمہاری نجاستیں ہم تک نہیں پہنچ سکتی ہیں، ہم سب طہارت کا سمندر ہیں، کربلا بھی پاکیزہ مقام ہے، اور مرزا دبیر کا پورا بند دوبارہ سنئے ابھی میں نے بیت نہیں پڑھی تھی:۔

ہوتی تھیں صفیں آبِ دمِ تیغ سے بیدم پانی جو کھڑے ہوکے پیئے ہوتا ہے سِن کم
حل کرتی تھی یہ مسئلہ تیغِ شہؑ عالم ہے خونِ نجس جس میں یہ آلودہ تھی ہردم

پر اس پہ نجاست کا گماں ہو نہیں سکتا
یعنی کہ نجس آبِ رواں ہو نہیں سکتا

آلِ محمدؐ طہارت کا وہ سمندر ہیں کہ وہاں تک نجاست پہنچ کر اپنی ماہیت کو بدل لیتی ہے، شراب جیسی نجس چیز نجف میں پہنچ کر سرکہ بن جاتی ہے، ایک مجتہد سے میں نے

پوچھا کہ امامؑ کے خون کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں کہنے لگے خون تو نجس ہوتا ہے، اے معاذ اللہ علم کا یہ عالم ہے، میں نے اُن سے کہا حضرت امیرالمومنینؑ کے پاؤں میں جب تیر لگ گیا تھا اور عین نماز کے عالم میں حکمِ رسولؐ سے وہ تیر جب کھینچا گیا تھا تو مُصلّیٰ خون سے رنگین ہو گیا تھا، یہ بتایئے کہ رسولؐ کو معاذ اللہ یہ نہیں معلوم تھا کہ خون بھرے کپڑوں میں نماز ہوتی ہے اور نہ امیرالمومنینؑ کو یہ معلوم تھا کہ نماز ہوئی کہ نہیں ہوئی وہ خاموش ہو گئے مسئلہ حل ہو گیا کہ معصومؑ کا خون پاک ہے، اور معصومؑ کے غم میں جو خون بہایا جاتا ہے وہ پاک ہو جاتا ہے اور اُس عالم میں نماز پڑھی جاسکتی ہے اور حسینؑ کا آخری سجدہ حسینؑ نے صبح سے لاشیں اٹھائی ہیں لہو میں نہائے ہوئے ہیں اور سجدہ کر رہے ہیں، اسی سجدے پر تو اسلام کو ناز ہے، اس لئے ناز ہے کہ بہتے ہوئے لہو کی دھاروں میں سجدہ ہوا ہے، شہیدوںؑ کا خون اتنا پاک ہے کہ جس خاک میں وہ خون ملا ہے وہ خاک، خاکِ شفا بن گئی تمہارے لئے سجدہ گاہ بن گئی، ''حل کرتی تھی یہ مسئلہ تیغِ شہؑ عالم ذوالفقار نے بہت سے مسئلے حل کئے ہیں ذوالفقار کی خلقت کیسے ہوئی، یہ راز بھی مرثیہ نگار شعرأنے بیان کیا ہے، مرثیوں نے عجیب عجیب مسئلے حل کئے ہیں ذوالفقار کی مدح میں میر انیسؔ کا یہ بند ہے کئی بار میں پڑھ چکا ہوں، کربلا میں حسینؑ کے ہاتھ میں ذوالفقار ہے، میر انیسؔ نے اس منظر کو دیکھ کر ذوالفقار کی تعریف شروع کی اس مقام سے صرف ایک بند یہ ہے:۔

زیبا تھا دمِ جنگ پری وش اُسے کہنا ۔۔۔ معشوق بنی سُرخ لباس اس نے جو پہنا

جوہر تھے کہ پہنے تھی دُلھن پھولوں کا گہنا ۔۔۔ اس اوج پہ وہ سر کو جھکائے ہوئے رہنا

سیبِ چمنِ خلد کی بو باس تھی پھل میں

رہتی تھی وہ شبیرؑ سے دولھا کی بغل میں

ذوالفقار کو دلھن بنایا، خون میں نہائی ہوئی تلوار، سرخ لہو کو سرخ جوڑا بنایا، ذوالفقار کے جوہر کو پھولوں کا گہنا کہا، ذوالفقار کے خم کو دلھن کا سر جھکانا بتایا، میر انیسؔ نے ذوالفقار کی بلندی کو دیکھا اور خم کو سر جھکانے سے تعبیر کر کے دلھن کا سر جھکانا کہہ کر کمال کر دیا، اتنی بلندی اور سر کو جھکائے ہوئے، یہ بھی حقیقت ہے کہ دلھن کے لئے دولھا لازمی ہے، بغیر دولھا کے دلھن کیسی؟ پہلے دلھن کی تعریف کی پھر دولھا کی بھی تعریف کر دی یہ کہہ کر ''رہتی تھی وہ شبیرؑ سے دولھا کی بغل میں'' اور اب اس بند میں سب سے اہم مصرع پانچواں مصرع ہے:-

سیبِ چمنِ خلد کی بو باس تھی پھل میں

تلوار کے سرے پر جو نوک ہوتی ہے وہ تلوار کا پھل ہے، ذوالفقار کا پھل دشمن کے جسم سے ذرا چھو جائے تو اُس کی موت ہے۔

دشمن کو ہوا لگ گئی اُس کی جو قضارا
سمجھا وہ کہ شہپر ملک الموت نے مارا

اس قدر تیز تھا ذوالفقار کا پھل، ذوالفقار صرف قریب سے گزر جائے تو دشمن اس کی آنچ سے پگھل جاتا ہے، ذوالفقار کی ہیبت دشمن پر طاری ہو جاتی تھی، یہ سب ذوالفقار کے معجزات ہیں اور میر انیسؔ یہ بھی بتاتے ہیں کہ ذوالفقار کے پھل میں خوشبو تھی، یہ کیسی خوشبو تھی:-

سیبِ چمنِ خلد کی بو باس تھی پھل میں

عرصے کے بعد میر انیسؔ کا یہ مصرع سمجھ میں آیا جب ''ارجح المطالب'' میں ایک روایت دیکھی، یہ روایت عبداللہ ابن عباسؓ بیان کر رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب احد کی لڑائی سے جناب امیرؑ واپس آئے، ذوالفقار آپ کے ہاتھ میں تھی، جنابِ

فاطمہ زہراؑ سے کہنے لگے یا فاطمہؑ آپ نے ذوالفقار کے جوہر دیکھے کہ خدا نے ذوالفقار کے ذریعے سے خیبر کو فتح کیا، جناب فاطمہ زہراؑ ہنس پڑیں، جناب امیرؑ نے فرمایا، یا فاطمہؑ! کیا تم کو ذوالفقار کی آگاہی ہے، جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا، میں آپ کے جاننے سے پہلے ذوالفقار کو جانتی ہوں، جناب امیر المومنینؑ حضرت فاطمہ زہراؑ کی باتوں سے متعجب ہوئے اور سرکارِ رسالتمآبؐ کی خدمت میں جا کر جناب فاطمہ زہراؑ کا قول نقل کیا، سرکارِ رسالتمآبؐ نے فرمایا چلو فاطمہؑ ہی سے چل کر یہ راز معلوم کیے لیتے ہیں، دونوں بھائی جناب فاطمہؑ کے گھر میں تشریف لائے، سرکارِ رسالتمآبؐ نے فرمایا، یا فاطمہؑ تمہارے منھ سے اس بات کو سُننا چاہتا ہوں کہ یہ بات تم کو کہاں سے معلوم ہوئی، جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ جب آپ معراج میں آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے پروردگار نے جبرئیل سے فرمایا محمدؐ کو جنت میں اس مقام پر لے جاؤ جو اُن کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے جنت کی نعمتوں سے سجایا گیا ہے، آپؐ کو جبرئیل جنت میں لے گئے، جبرئیل نے عرض کیا ثمراتِ جنت میں سے آپ کچھ تناول فرمائیں، اس وقت آپ ایک سرخ سیب کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اور اس کی جڑ کے نیچے ذوالفقار دبی ہوئی تھی، اس پر لکھا ہوا تھا لافتی الاّ علیؑ لاسیف الاّ ذوالفقار ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی بہادر نہیں، اس کی زوجہ زہراؑ ہیں، پس اس وقت سے میں ذوالفقار کی فضیلت کو جانتی ہوں، پھر آپ نے اس درخت کے سیب میں سے آدھا ٹکڑا کھایا، اور آدھا میری والدہ حضرت خدیجہؑ کے لئے رکھ لیا، جب میری والدہ نے وہ سیب کا ٹکڑا کھایا، اس کے چند ماہ بعد میں خدیجہؑ کی آغوش میں آئی، اس کی نشانی یہ ہے کہ جب آپ میرے پاس بیٹھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ گویا ہم اُسی سیب کے درخت کے پاس بیٹھے ہیں اور آپ

اکثر مجھ سے فرماتے ہیں کہ فاطمہؑ تیری خوشبو اسی سیب کے درخت کی خوشبو کی مانند ہے، حضرت رسالتمابؐ نے ارشاد فرمایا تم فاطمہؑ سچ کہتی ہو اور بے اختیار باپ نے بیٹی کی پیشانی کو چوم لیا'' اب میر انیسؔ کے اس بند کا پانچواں مصرع سمجھ میں آیا کہ ذوالفقار میں سیبِ جنت کی خوشبو کیوں آتی تھی۔

سیبِ چمنِ خلد کی بو باس تھی پھل میں

مرثیہ نگاروں کی نظر قرآن، حدیث اور علم کلام پر بہت گہری تھی میر انیسؔ کے چھوٹے بھائی میر مونسؔ نے بھی ذوالفقار کی تعریف کرتے ہوئے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے:-

گرمائی جو یہ دستِ علیؑ میں دمِ ناورد — آتش کدے اس تیغ کے پانی سے ہوئے سرد
تڑپے کوئی کافر کہ مرے اُس کو نہیں درد — یکتا ہے اصالت میں تو جوہر میں ہے یہ فرد

ایجاد ہوا سیب سے اس تیغ کے پھل کا
پر آب میں اس کے ہے مزا زہرِ اجل کا

کل میں نے وعدہ کیا تھا کہ آج امام حسینؑ کی جنگ بیان کروں گا، ذوالفقار پر گفتگو ہے، تقریر کو کامل کرتے ہوئے یہ تفصیل بھی سن لیجئے کہ کربلا میں ذوالفقار نے اپنے جوہر کس طرح دکھائے، ہمارے بعض خطیب اور ذاکرین تحقیق کے بغیر اکثر یہ پڑھ دیتے ہیں کہ کربلا میں امام حسینؑ ذوالفقار نہیں لائے تھے کوئی دوسری تلوار تھی جس سے آپ نے جنگ کی تھی، ہمارے پاس حضرتؑ ولی عصرؑ کی لکھوائی ہوئی زیارتِ ناحیہؑ موجود ہے، جب آپ روضۂ امام حسینؑ میں زیارت پڑھیں تو یہ جملے اس میں آتے ہیں معصومؑ فرماتے ہیں ''اے میرے مظلوم حسینؑ، لوگ ظلم وستم کے ساتھ آپؑ کے مقابلے پر ڈٹ گئے۔ایسے آڑے وقت پر بھی آپؑ نے پہلے تو اُن کو خدا کے غضب

سے ڈرایا اور ان پر حجت تمام کی پھر ان سے جہاد کیا، تب انھوں نے آپؑ سے کیا ہوا عہد توڑا اور آپؑ کی بیعت سے نکل کر آپ کے رب اور آپؑ کے جدِ امجدؐ کو ناراض کیا اور آپؑ کے ساتھ جنگ شروع کردی لہٰذا "وَطَعَنتَ جُنُودَ الفُجَّارِ وَاقتَحَمتَ قسطَلَ الغُبارِ مُجادلاً بذی الفقارِ کانّکَ علیّ المخّارِ"

"آپؑ بھی میدان کارزار میں اُتر آئے، آپ نے فاجروں کے لشکروں کو روند ڈالا اور ذوالفقار کھینچ کر جنگ کے گہرے غبار کے بادلوں میں گھس کر ایسے گھمسان کا رن ڈالا کہ لوگوں کو علیؑ کی جنگ یاد آ گئی"

امامِ زمانہؑ فرما رہے ہیں۔ کہ امام حسینؑ نے کربلا میں ذوالفقار سے جہاد کیا، اس سے بڑی سند کیا ہوسکتی ہے، اس سے پہلے کہ میں آپ کو امام حسینؑ کی جنگ سناؤں چند اہم باتوں پر نظر رکھیے آپ کو مجلس سے پہلے جو میدان کربلا کے نقشے تقسیم کیے گئے ہیں، ان نقشوں میں کوفے کا نقشہ بھی شامل ہے، نقشے میں دیکھیے کربلا سے "ذوالکفل" کا فاصلہ کتنا ہے، وہ نقشہ دیکھیے جس میں کربلا سے "نخیلہ" کا راستہ دکھایا گیا ہے، "ذوالکفل" وہ مقام ہے جہاں "ذوالکفلؑ" پیغمبر کی قبر ہے ہم نے اُن کے روضے کی خصوصیت سے زیارت کی ہے اس لئے کہ میں اس مقام کو دیکھنا چاہتا تھا کہ جہاں تک امام حسینؑ لڑتے ہوئے گئے تھے، ذوالکفل کا ذکر قرآن میں دو مقامات پر آیا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

"وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَاالْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ (سورۂ ص آیت ۴۸)

اور اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کو یاد کرو وہ سب برگزیدہ بندوں میں سے تھے

قرآن نے ذوالکفلؑ کے صبر و رضا اور نیکوکاری کی توصیف فرمائی ہے، تاریخِ طبری میں ہے کہ آپ حضرت ایوبؑ پیغمبر کے فرزند تھے، جب آپ کوفہ سے کربلا آئیں گے

تو راستے میں زیدِ شہید کے روضے کی طرف جاتے ہوئے پہلے ''ذوالکفل'' کا روضہ ملتا ہے یہ بستی انھیں کے نام سے مشہور ہے، اور اسی طرح ''نخیلہ'' کوفے سے پہلے کی منزل ہے اور کوفہ شہر کربلا سے بعض راستوں سے اسّی[۸۰] میل، بعض راستوں سے باسٹھ[۶۲] میل اور بعض راستوں سے ساٹھ[۶۰] میل کے فاصلے پر ہے۔ امام حسینؑ نے جب فوج یزید پر حملہ کیا اور جہاد کا آغاز کیا تو تین حملے قیامت کے تھے، پہلا حملہ جو حسینؑ ابن علیؑ نے کیا وہ فرات پر کیا، اب نقشے میں دیکھ لیجیے کہ خیامِ حسینیؑ سے فرات کا فاصلہ کتنا ہے، نقشے میں دیکھیے فرات کے دونوں کناروں پر کتنا لشکر ہے، حسینؑ ابن علیؑ نے تنہا پہلے حملے میں ہزاروں کو بھگا دیا، نقشے میں دیکھیے عمر بن سعد ملعون کا لشکر ایک لاکھ کا ہے، نہر کے محافظ دستے میں محمد بن اشعث ملعون کا لشکر دس ہزار کا ہے، بکر بن کعب ملعون کا لشکر تین ہزار، سنان ابن انس ملعون کا لشکر چار ہزار، خولی اصحی ملعون کا لشکر تین ہزار، عمر ابن حجاج ملعون دس ہزار کا لشکر لئے ہوئے فرات کا پہرے دار ہے، خود عمرِ سعد ملعون کا لشکر فرات کے دونوں طرف ہے جس کی تعداد ایک لاکھ ہے، حسینؑ ابن علیؑ نے فرات پر حملہ کر کے دشمنوں سے فرات کو چھین لیا اور اپنے گھوڑے کو فرات میں ڈال دیا، جس شان سے عباسؑ نے فرات کو چھین کر اپنے رہوار کو فرات میں ڈال دیا تھا، فرات میں پہنچنے کے بعد حسینؑ ابن علیؑ نے فرات سے چلّو میں پانی اٹھایا چلّو میں پانی اٹھایا تاریخ میں یہ ہے اور علّامہ مجلسی بھی لکھتے ہیں کہ جب حسینؑ ابن علیؑ نے چلّو میں پانی اٹھایا تو ایک تیر آکر حسینؑ ابنِ علیؑ کے دندان مبارک پر لگا، لہو منھ سے جاری ہو گیا، فرات سے یہ کہہ کر نکل آئے، پانی پینا نہیں منظور تھا جس کا بچّہ پیاسا مر جائے وہ باپ اب کیا پانی پیئے گا، دشمنوں کو بتانا تھا کہ اگر چاہوں تو مادی قوت سے فرات پر قبضہ کروں اور اب بھی تم سب کو مار کر فتحِ ظاہری پا سکتا ہوں،

روحانی قبضہ تو میرا ہے اگر حکم دوں فرات کو تو لہروں کو خیام تک پہنچا دے تم کو دکھانا تھا کہ تمہارے یہ لشکر، تمہاری صفّین ، تمہارے یہ سورما ہماری شجاعت کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں، میرے لئے فرات پر قبضہ کر لینا کیا مشکل ہے۔

امام حسینؑ لشکرِ یزید کو صفّین کا معرکہ یاد دلانا چاہتے تھے، جب صفّین کی لڑائی میں معاویہ کے لشکر نے حملہ کر کے فرات پر قبضہ کر لیا تھا تو علیؑ نے اپنے شجاع بیٹے حسینؑ سے کہا تھا بیٹا جاؤ معاویہ کے لشکر پر حملہ کر کے دشمنوں سے فرات کو چھین لو، حسینؑ گئے تھے، جا کر فرات پر حملہ کیا تھا اور دشمنوں سے فرات کو چھین لیا تھا، حسینؑ نے فرات پر قبضہ کر لیا اور جب فرات پر قبضہ کر لیا تو علیؑ کے لشکر کے کچھ لوگوں نے کہا اے حسینؑ ابن علیؑ جس طرح ان لوگوں نے ہم پر پانی بند کیا تھا، فرات اب ہمارے قبضے میں ہے ہم اب ان پر پانی بند کر دیں گے، حسینؑ ابن علیؑ نے فرمایا نہیں یہ اُن کا ظرف تھا ہم سخی کے بیٹے ہیں ہم دشمنوں پر پانی نہیں بند کریں گے، فرات اُن کے پاس تھی تو انھوں نے پانی بند کر دیا تھا اب فرات ہمارے پاس ہے صرف انسانوں کے لئے نہیں جانوروں کے لئے بھی یہ پانی عام رہے گا، اعلان کر دو جو چاہے بے خطر آ کر پانی لے جائے، حسینؑ کا کیا کہنا علیؑ کے بیٹے تھے، محمدؐ کے نواسے تھے، صفّین میں جب مشک بھر کر فرات سے واپس آ رہے تھے ایک شخص کو پیاس سے تڑپتے ہوئے دیکھا، پیاس، پیاس پکار رہا تھا حسینؑ رُک گئے لشکر والوں کو حکم دیا آگے بڑھو مشک کا دہانا کھول کر پانی اس کو پلا دو، پانی پلایا گیا، جب وہ پانی پی چکا حسینؑ گھوڑے سے اتر کر اُس کے قریب آئے اور فرمایا آج ہم نے پیاس میں تجھے پانی پلایا ہے آج کی اپنی پیاس یاد رکھے گا نہ تو، جھکے ہوئے سر کو اٹھا کر کہا، کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں، حسینؑ ابن علیؑ نے فرمایا ہم تجھے اچھی طرح جانتے ہیں اور پہچانتے

ہیں کیا تو شمرِ ذی الجوشن نہیں ہے ؟اس نے کہا آپ نے درست کہا ہمارا نام شمر ہے، آقا آپ نے مجھے پانی پلایا ہے میں آج کی پیاس یاد رکھوں گا، واقعۂ کربلا سے بیس برس پہلے کا واقعہ ہے، وہی فرات آج ہے اور حسینؑ اُسی فرات کے کنارے پیاسے کھڑے تھے، پہلا حملہ فرات پر کیا، عاشور کے دن، اور دوسرا حملہ کیا اب کربلا کا نقشہ دیکھئے جو آپ کے پاس ہے، دوسرے حملے میں لشکر کو بھگاتے ہوئے ذوالکفلؑ تک گئے، کربلا سے حملہ کیا اور لڑتے ہوئے ذوالکفلؑ تک گئے، کس شان کا حملہ تھا کہ جب ذوالفقار کو کھینچ کر حملے کا ارادہ کیا تو پہلے اپنے نیزے کو خیمے کے سامنے زمین میں گاڑ دیا، اُسی شان سے جس طرح علیؑ نے خیبر میں پتھر پر اپنے نیزے کو گاڑا تھا نیزے کو گاڑ کر پہلی منزل بنائی ، اور یہ بتایا کہ سنو جہاں پر اس نیزے کو گاڑ رہا ہوں، اس تین لاکھ کے لشکر میں سے ایک سپاہی یا ایک سردار کی یہ مجال نہیں کہ اس نیزے کی حد کے اُدھر قدم رکھ سکے، یہ تھا جلال علیؑ کے بہادر بیٹے کا یہ جلال ہے، یہ نیزہ یہاں نصب ہے اس کو پار کر کے میری حیات میں تم خیام تک نہ جاسکو گے، اس لئے کہ اب ہم جو حملہ کریں گے تو لشکرِ یزید کو آخری حد تک بھگائیں گے، اب ہم حملہ کرتے ہوئے ذوالکفلؑ تک جائیں گے، نیزے کو زمین پر گاڑ کے اب جو حملہ کیا، اب ذرا میدانِ کربلا کا وہ نقشہ دیکھئے جو میں نے آپ کو تقسیم کیا ہے جس میں لشکر یزید کی ترتیب دکھائی گئی ہے، جس میں یزید کے لشکر کا میمنہ، میسرہ اور قلب لشکر کی کیفیت دکھائی گئی ہے، مورخین کا کہنا ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ نے میمنہ پر حملہ کیا تو پورے لشکر کو قلب لشکر تک بھگاتے ہوئے آئے ،قلب لشکر میں ایک لاکھ سے زیادہ فوج تھی پورے قلبِ لشکر کو میسرہ پر اُلٹ دیا، کتنے فرات میں گر کر مر گئے، پیادے سواروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں میں پس گئے۔ علاّمہ ہرویؔ کہتے ہیں حسینؑ کی لڑائی کل ترپن ۵۳ منٹ

کی تھی، اور اس ترپن۵۳ منٹ میں حسینؑ نے کتنے اشقیا کو قتل کیا بعض مورخین نے تعداد لاکھوں بتائی ہے، حسینؑ ابن علیؑ نے میدان قتال لاشوں سے بھر دیا، لشکر یزید کے قدم اکھڑ گئے اور ایسے حملے پر حملے کئے کہ چشم فلک نے بھی کبھی نہ دیکھے تھے، فوج یزید حملوں کی تاب نہ لاکر میدان سے فرار اختیار کرگئی اور میدانِ کارزار صاف ہو گیا، یہ ہے آپ کا شجاع مجاہد حسینؑ، حسینؑ ابنِ علیؑ کی جنگ سے پہلے عرب میں شجاعت حیدریہ کے چرچے تھے لیکن بعدِ کربلا عرب والے حسینؑ کی لڑائی بیان کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے جس وقت امام حسینؑ نے زبردست حملہ کیا تمام مورخین یک زبان ہیں کہ "**فشدَّ علیهم**" یعنی نہایت سخت حملہ کیا، **فکانَّهم جرادٌ مُنتشرٌ** دشمنانِ خدا مثل ٹڈیوں کے منتشر ہو گئے اور بکریوں کی طرح بھاگنے لگے، بعض مورخین نے قرآن کی آیت کو پیش کیا ہے کہ "**کانَّهم حُمُرٌ مُستَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ**" (سورۂ مدثر آیت ۵۰۔۵۱) اور اس طرح بھاگتے تھے جس طرح شیر ببر سے وحشی جانور اور گدھے بھاگتے ہیں، ایک شیر نے لاکھوں کو میدان سے بھگایا ہوا تھا، یہ فضائل ہیں حسینؑ کے، ابھی میں مصائب نہیں پڑھ رہا ہوں، یوں لگتا تھا کہ فضا میں ٹڈیاں اُڑ رہی ہیں اس طرح سر برس رہے تھے کٹ کٹ کر، ذوالفقار مثل شہباز کے پر کھولے ہوئے انسانوں کو نگلتی جا رہی تھی، ذوالفقار کی چمک دور سے نظر آتی تھی، حیران نہ ہوں میں نے عراق کے علماء سے پوچھا کہ کربلا میں کتنا لشکر تھا؟ جنابِ محمدِ اصغر بن علیؑ کے روضہ پر گیا یہ روضہ کربلا سے دس۱۰ میل دور ہے جنگل میں ہے، ایک عالم سے میں نے پوچھا کہ یہ تو کربلا کے شہید ہیں، انھوں نے باہر نکل کر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ یہ میلوں تک جو میدان نظر آرہا ہے، لشکر یزید یہاں تک پھیلا ہوا تھا اور علیؑ کا یہ بہادر بیٹا یہاں تک لڑتا ہوا آیا اور اسی مقام پر شہید ہوا، تفصیل کسی اور

تقریر میں آج یہ سن لیجئے کہ ابنِ زیاد نے یہ لاکھوں کا لشکر کس طرح تیار کیا تھا، یزید کی حدودِ سلطنت کا اندازہ کیجئے، دنیا کی سب سے بڑی حکومت تھی اس وقت اور ہر صوبے سے فوج آئی تھی، بعض لوگ بغیر تحقیق کے کہہ دیتے ہیں کہ لشکر یزید کی تعداد صرف تیس[۱] ہزار تھی، صرف کوفے کی آبادی اُس وقت بارہ[۲] یا تیرہ[۳] لاکھ تھی، بہت بڑا شہر تھا پھر حلّہ، بصرہ، قادسیہ، دمشق، روم و رے کی فوجیں کہاں کہاں سے جمع کی گئی تھی، ابنِ زیاد کا اعلان تھا کہ ایک آدمی بھی بیٹھ گیا گھر میں تو اُسے قتل کر دیا جائے گا، اتفاق سے مُلک شام کے کسی شہر سے ایک آدمی اپنا قرضہ وصول کرنے کوفے کسی شخص کے پاس آیا تھا، ابن زیاد کے حکم کے مطابق اُسے گرفتار کرلیا گیا اور ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا، ابنِ زیاد نے پوچھا کہ آج تو کوفے میں ایک بھی مرد نہیں ہے تو کیسے نظر آ رہا ہے، اُس نے کہا میں دوسرے شہر سے قرضہ وصول کرنے آیا تھا، ابن زیاد نے کہا اس کو قتل کر کے اس کا سر باہر پھینک دو تا کہ لوگوں کو عبرت ہو جائے اور اگر کوئی دیہات کا آدمی بھی کوفے آئے تو اُس کو کربلا جانا ہے، یوں لشکر بنا تھا حاکم کے خوف سے لاکھوں کربلا میں آئے تھے، دہشت میں آ کر جب لاکھوں کے لشکر نکل گئے کربلا کی طرف لوگوں نے کہا ہتھیار ختم ہو گئے نیزے اور تلواریں ختم ہو گئیں ہیں، سواری کے گھوڑے اب نہیں ہیں، ہتھیار کی دوکانیں خالی ہو گئیں، ہتھیار بنانے والے بھی گئے، کئی ہزار افراد وہ تھے جو تلوار پر دھار رکھنے کے لئے لائے گئے تھے، نقشے میں پڑھئے میدان کربلا میں مشرق کی جانب لشکر یزید کا بازار لگا ہوا تھا جس میں مختلف پیشہ وران اور صیقل گران شامل تھے، زخموں کا علاج کرنے والے آئے تھے، ان کی تعداد بھی ہزاروں تھی، تاریخ میں پڑھیئے تفصیل نقشے میں بھی موجود ہے، کھانے پینے کا انتظام تھا، پورا بازار بنایا گیا تھا، یہ اژدھام لشکروں کے علاوہ تھا، جگہ جگہ یزیدی پرچم لگائے

گئے تھے، دوکانیں لگی ہوئی تھی جن کی تلواریں کند ہوجاتی تھیں وہ تلواروں پر دھاریں رکھوار ہے تھے، زخمی گھوڑوں کے جسموں پر مرہم لگانے کا انتظام تھا، دس روز کے لئے لاکھوں کا انتظام کرنے کے لئے کتنے لوگوں کی ضرورت پڑے گی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے، یزید نے یہ سمجھ کر لشکر پر لشکر بھیجے تھے کہ بنی ہاشم سے لڑائی ہے مہینوں لڑائی چلے گی اس کو اندازہ تھا کہ میرے باپ سے اور حسینؑ کے والد گرامی سے صفیّن کی لڑائی ایک برس تک لڑی گئی ہے، دونوں لشکر میدان میں ایک برس تک آمنے سامنے تھے، یہ علیؑ کا بیٹا ہے نہ معلوم کتنے مہینے لڑائی چلے گی، اس لئے وہ مہینوں کی تیاری سے آئے تھے، اتنا سامان لائے تھے کہ بازار بن گیا تھا، شہر بس گیا تھا کربلا میں، کوئی چھوٹا سا لشکر نہیں آگیا تھا حسینؑ سے ٹکرانے کے لئے، لاکھوں کا لشکر آیا تھا، جب ہتھیار ختم ہوگئے تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ پیادے گلے میں تھیلیاں لٹکا کر اُس میں پتھر بھر لیں اور کربلا کی طرف روانہ ہوجائیں، مقتل ''مہیج الاحزان'' میں ہے کہ جب عمر سعد نے امام حسینؑ کے حملوں کو دیکھا تو حکم دیا کہ پورا لشکر مل کر حملہ کرے اور اس نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کردیا، ایک حصّہ لشکر کا تلواروں اور نیزہ والوں کا تھا اور دوسرا حصّہ لشکر کا تیروں اور پتھر پھینکنے والوں پر مشتمل تھا، لیکن حسینؑ ابن علیؑ نے چشم زدن میں پورے لشکر میں تفرقہ ڈال دیا، فوج کا حصار جو گھیرا ڈالتا ہوا آرہا تھا خود موت کے جال میں پھنس گیا، دشمنوں میں نہ بھاگنے کی قوت رہی نہ قیام کی طاقت، ذوالفقار کی بجلی جدھر چمکتی ہوئی نکل جاتی، خون کی نہر بہتی نظر آتی، میمنہ اور میسرہ درہم برہم ہوگیا اور قلب لشکر میں سوائے خون کے تھالوں کے کچھ نظر نہ آتا تھا، چاروں طرف سے بھاگا ہوا لشکر یکجا ہوتا اور حملہ کرتا تھا حضرت امام محمد باقر صلواۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارے جدّ حسینؑ ابنِ علیؑ نے جب تک ذوالفقار نہیں روکی اس وقت تک

تلوار کا ایک وار بھی آپ پر نہ کیا جا سکا اور سینے پر آخر وقت تک ایک بھی تیر نہیں لگا تھا، امامِ مظلومؑ کی لڑائی ایک معجزہ تھی، ذوالفقار نے لاکھوں کے سر اُڑا دیئے لیکن ہزاروں گمراہوں کو آپ نے قتل کرنے سے چھوڑ بھی دیا، حضرت سیّد سجادؑ فرماتے ہیں کہ میرے پدر گرامی نے ستر ۷۰ پشت ملاحظ کرنے کے بعد اگر دیکھا کہ اس سے فرزندِ صالح پیدا ہوگا تو اس کو قتل نہیں کیا مناقب شہر آشوب میں ہے کہ امام حسینؑ نے بارہ[۱۲] حملے کیئے ہیں اور ہر ایک حملے میں دس ہزار منافقوں اور دشمنوں کو واصل جہنم کیا ہے۔

لشکر یزید کی آخری صف کوفے کی سرحد پر تھی، میدان کی وسعت کا اندازہ ذوالکفل کے مقام تک ہے، حسینؑ کے حملوں سے صفوں پر صفیں جب ٹکرائیں تو آخری صف ابنِ زیاد کے دارالامارہ کی دیواروں سے جا کر ٹکرائی اور اب لشکر کو بھگا کر جب مقامِ ذوالکفل پر حسینؑ ابن علیؑ پہنچے علامہ ہرویؔ کا کہنا ہے کہ ذوالکفل کربلا سے بارہ[۱۲] میل کے فاصلے پر ہے حسینؑ ابن علیؑ نے اپنے علم کو ذوالکفل پر جا کر نصب کر دیا، پھر وہاں سے لوٹ کر خیمے کے پاس جہاں پر نیزہ گاڑا تھا وہاں پر آئے اور فرمایا "**لاحولَ وَلا قوۃ الّا باللہ العلّی العظیم**" تا کہ لوگ جان لیں کہ میں خدا نہیں ہوں اور اشقیا پر درجہ امامت ظاہر ہو، میں نے صرف ایک حملہ ذوالکفل کا بیان کیا ہے، نخیلہ اور کوفے تک کے حملوں کو بیان کرنے کے لئے قوت کہاں سے لاؤں، حسینؑ ابن علیؑ کی یہ شجاعت قوتِ ربانی تھی، اور یہ حملے اثباتِ امامت کے لئے تھے، از راہِ انتقام نہیں تھے، میدان کارزار کا منظر میں آپ کو کیسے دکھادوں چند بند میر انیسؔ کے سن لیجئے:-

جب رن میں تیغ تول کے سلطانِ دیں بڑھے — گیتی کے تھام لینے کو روح الامیں بڑھے
مانند شیرِ نر کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے — گویا علیؑ الٹتے ہوئے آستیں بڑھے

جلوہ دیا جری نے عروس مصاف کو
مشکل کُشا کی تیغ نے چھوڑا غلاف کو

آئے حسینؑ یوں کہ عقاب آئے جس طرح — کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح
تابندہ برق سوئے سحاب آئے جس طرح — دوڑا فرس نشیب میں آب آئے جس طرح
یوں تیغ تیز کوند گئی اس گروہ پر
بجلی تڑپ کے گرتی ہے جس طرح کوہ پر

اس آب پر یہ شعلہ فشانی، خدا کی شان — پانی میں آگ، آگ میں پانی، خدا کی شان
خاموش، اور تیز زبانی خدا کی شان — استادہ آب میں یہ رُوانی خدا کی شان
لہرائی جب اُتر گیا دریا چڑھا ہوا
نیزوں تھا ذوالفقار کا پانی بڑھا ہوا

قلب و جناح و میمنہ و میسرہ، تباہ — گردن کشانِ اُمت خیر الورا، تباہ
جنباں زمیں، صفیں تہہ و بالا پرا تباہ — بے جان جسم، روح مسافر سرا تباہ
بازار بند ہو گیا، جھنڈے اُکھڑ گئے
فوجیں ہوئیں تباہ، محلّے اُجڑ گئے

اللہ ری لڑائی میں شوکت جناب کی — سونلائے رنگ میں تھی ضیا آفتاب کی
سوکھے وہ لب کہ پنکھڑیاں تھیں گلاب کی — تصویر ذوالجناح پہ تھی بوترابؑ کی
ہوتا تھا غل جو کرتے تھے نعرے لڑائی میں
بھاگو! کہ شیر گونج رہا ہے ترائی میں

پھر تو یہ غل ہوا کہ دہائی حسینؑ کی — اللہ کا غضب ہے لڑائی حسینؑ کی
دریا حسینؑ کا ہے ترائی حسینؑ کی — دنیا حسینؑ کی ہے خدائی حسینؑ کی

بیڑا بچایا آپ نے طوفاں سے نوحؑ کا
اب رحم! واسطہ علی اکبرؑ کی روح کا
آئی ندائے غیب کہ شبیرؑ ! مرحبا   اس ہاتھ کے لئے تھی یہ شمشیر مرحبا
یہ آبرو ، یہ جنگ ، یہ توقیر ، مرحبا   دکھلادی ماں کے دودھ کی تاثیر مرحبا
غالب کیا خدا نے تجھے کائنات پر
بس! خاتمہ جہاد کا ہے تیری ذات پر

علاّمہ ہروی لکھتے ہیں جس وقت تک کہ حسینؑ ابن علیؑ نے ایک آواز آسمان سے نہ سنی کوئی زخم جسم اقدس پر نہ کھایا تھا کون تھا جو تاریخ میں حسینؑ ابن علیؑ کی جنگ لکھواتا کہ یوں لڑے حسینؑ ،اُس پر سلام اس بارگاہ میں ادب سے سر جھکے ہوئے ہیں، آسان نہیں تھا ،ایک ظالم وجابر کے سامنے شہزادی زینبؑ دربار میں سر کھلے بے چادر کھڑی تھیں ،ہاتھ بندھے ہیں سر کھلا ہے،لیکن زمانے سے اپنے بھائی کی شجاعت کو منوالیا ،ایک مرتبہ یزید نے شمر سے پوچھا بتا کربلا میں جنگ کس طرح ہوئی،شمر نے کہا ہمارے لئے لڑائی بہت آسان تھی ،تھوڑے سے لوگ تھے،مختصر سا لشکر لے کر حسینؑ آئے تھے، ہم نے حملہ کیا اور سب کو مار لیا،حسینؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے ہم نے سر کاٹ لیا ، اور یوں دن بھر میں اے امیر تیرے اقبال سے لڑائی فتح کر لی ،دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی ،دن ڈھلتے ڈھلتے ہم نے سب کو ختم کر دیا، چھوٹی سی لڑائی تھی سب کا سر کاٹ کر تیرے دربار میں لے آئے ،اب تیرے سامنے ہم حسینؑ کا سر نذر کرتے ہیں،شمر کا یہ بیان یزید کے سامنے جب ہو چکا،ایک مرتبہ شہزادی زینبؑ کو جلال آیا،

فرمایا،شمر تو جھوٹا ہے،جلال میں آکر کہا تو جھوٹا ہے،فرمایا کہ اے یزید تو بتا کہ کتنا

لشکر تو نے کربلا میں بھیجا تھا، یزید تو جانتا ہے کہ میدانِ ستم بھرا ہوا تھا، میدان میں ذرا سی جگہ نہیں تھی، کوئی مقام ایسا نہیں تھا جہاں تیرا لشکر نہ ہو، تیرا لشکر جیسے جیسے کربلا میں داخل ہوتا تھا تو تیرے جاسوس اور لکھنے والے پرچہ نویس پریشان تھے کہ تیرے لشکر کی تعداد کو کیسے لکھیں کاغذ کے طومار اور دفتر بھر گئے تھے، لشکر کا شمار مشکل ہو گیا تھا شہزادی زینبؑ کے جملے سنیئے، فرماتی ہیں، دفتر کے دفتر لکھے جا رہے تھے، لشکر کا شمار ناممکن تھا، لیکن یزید وہی لشکر جس کا شمار ناممکن تھا اور پرچہ نویس تعداد نہیں لکھ پا رہے تھے، گیارہ محرم کی صبح کو جب تیرا لشکر واپس چلا تو پرچہ نویسوں کو بلا کر پوچھ، اُنگلیوں پر لشکر گن لیا گیا، لشکر شمار کر لیا گیا تھا، اب تو بتا کہ ۶ ر محرم سے ۷ ر محرم تک جو لشکر کربلا میں آیا تھا، یہ لشکر جو واپس ہوا کربلا سے کیا یہ وہی لشکر ہے؟ جا کوفے جا اپنی دارالحکومت دمشق میں ذرا باہر جا کر دیکھ اور ایک ایک سے پوچھ کہ وہ لشکر کہاں گیا، زینبؑ بتاتی ہے کہ وہ لشکر کہاں گیا، جا یزید باہر جا، کوفے کے ایک ایک مکان کو دیکھ، اپنے مُلک شام کے ایک ایک گھر میں جا، ہر گھر سے رونے کی صدا آئے گی کوئی گھر ایسا نہیں جہاں کا ایک آدمی میرے بھائی نے نہ قتل کیا ہو، کوئی گھر ایسا نہیں، جا کر دیکھ تو گھر گھر صفِ ماتم بچھی ہے، گھر گھر صفِ ماتم بچھی ہے، میرا بھائی یوں لڑا ہے، یوں لڑے ہیں حسینؑ، تیرے چہرے پر شکست اور شرمندگی کے آثار ہیں، شمر تو نے کتنا بڑا جھوٹ بولا ہے، کیوں نہیں بتاتا کہ جب میرے بھائی نے حملہ کیا تو تم سب کے سب یوں بھاگ رہے تھے جیسے جنگل کے وحشی جانور شیر کے حملے سے خوفزدہ ہو کر بھاگتے ہیں، میرا بھائی شیرانہ حملے کر رہا تھا لیجئے تقریر تمام ہو گئی یہی وجہ ہے کہ جب مدینے میں اہلِ حرم واپس آئے اور عبداللہ ابن جعفر حضرت سیّد الساجدینؑ کے پاس آئے اور کہا بیٹا سیّد سجاد کیا تمہاری پھوپھی زینبؑ گھر نہ آئیں گی مظلوم امام نے پھوپھی

سے کہا، پھوپھی اماں، چچا عبداللہ ابنِ جعفر کی خواہش ہے کہ آپ گھر میں تشریف لائیں، پھوپھی نے بس اتنا کہا، بیٹا تم کہتے ہو تو میں اپنے گھر جاؤں گی، شہزادی زینبؑ اپنے مکان پر تشریف لے گئیں، آپ اُس وقت وہاں پہنچیں کہ عبداللہ ابنِ جعفر اپنے گھر پر تشریف فرما نہیں تھے، شہزادی صحن خانہ میں فرشِ خاک پر بیٹھ گئیں، عونؑ و محمدؑ کے خالی حجروں پر حسرت بھری نظر ڈالی، کچھ دیر نہ گزری تھی کہ عبداللہ ابنِ جعفر آ گئے۔

تاریخِ ذوالفقار

﴿تاریخ ۲۵ ررمضان المبارک ۱۴۱۰ھ﴾

ڈاکٹر علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

مجالسِ تفسیر قرآن کی پچیسویں تقریر آپ حضرات سماعت فرمارہے ہیں پچیس پر ظاہر ہے سلور جوبلی ہوجاتی ہے اور ایسی ایسی بہت سی سلور جوبلیاں آپ بھی کرچکے ہیں اور ہم بھی گویا ڈائمنڈ تک تو نوبت پہنچ ہی چکی ہے۔ اس سے پہلے سورۂ قدر پڑھتے ہوئے میں نے کہا تھا کہ سورہ کا آغاز ہوا ہے۔ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ
(سورۂ قدر۔ آیت ۱)

یعنی ہم نے نازل کیا شبِ قدر کو کتاب یعنی قرآن کو میں نے کہا یہ لفظ جو ہے نازل اس کو کلامِ پاک میں اللہ نے دو مختلف چیزوں کیلئے کہیں پر کہا کہ ہم نے توریت کو نازل کیا، کہیں کہا کہ ہم نے زبور کو نازل کیا، کہیں کہا کہ ہم نے انجیل کو نازل کیا، کہیں کہا ہم نے میزان کو نازل کیا، کہیں کہا کہ ہم نے فرقان کو نازل کیا اور کہیں کہا کہ ہم نے نور کو نازل کیا، تو یہ کتنی چیزیں نازل ہورہی ہیں جن کا نزول ہورہا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں نازل ہورہی ہیں اِس کی ایک پوری فہرست چاہیئے اگر ان کا ذکر کیا جائے تو ظاہر ہے کہ ایک عشرہ ہوجائے پھر اس میں جبریلؑ بار بار نازل ہوتے ہیں کبھی میکائیلؑ

نازل ہوتے ہیں اور نازل ہونے والی چیزوں میں کہیں بچوں کے کپڑے نازل ہوئے، نازل ہونے والی چیزوں میں علم بھی ہے لیکن آج کی تفسیر میں ہم نازل ہونے والی ایک اور چیز کا ذکر کریں گے اور وہ ہے ''ذوالفقار'' وہ بھی آسمان سے نازل ہوئی قرآن میں بھی جتنے نزول ہوئے اُس میں سے ایک چیز رہ گئی تھی اور یہ تاریخ سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی ثابت ہے اور ذوالفقار کا نزول قرآن سے بھی ثابت ہے اور ایک پورا سورہ اُس کے نام سے منسوب ہے۔ سورہ ہے، سورۂ حدید، اور اُس میں ذکر ہے اور اتنا واضح ذکر ہے کہ کوئی بھی مسلمان انکار نہیں کر سکتا اس بات سے کہ اِن آیات کی تفسیر کیا ہوگی وہ آیات ہم آپ کے سامنے پڑھیں گے۔ سورۂ حدید، حدید کہتے ہیں لوہے کو اور لوہے کے نام سے سورہ کا نمبر ۵۷ ہے قرآن کا اور آیت ہے پچیسویں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَيِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡمِيۡزَانَ لِيَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِيۡدَ فِيۡهِ بَاۡسٌ شَدِيۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالۡغَيۡبِ ط اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيۡزٌ (سورۂ حدید آیت ۲۵)

یہ ہے پوری آیت لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بیشک ہم نے اپنے رسولؑ کھلی ہوئی دلیل کے ساتھ بھیجے اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا تا کہ لوگ عدالت پر قائم ہو جائیں۔ وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِيۡدَ اور ہم نے خاص لوہا نازل کیا جس میں سخت خوف بھی ہے اُن لوگوں کیلئے نفع یعنی مَنَافِعُ لِلنَّاسِ انسانوں کے لیئے اُس میں منافع ہے۔ اور یہ غرض بھی ہے کہ اللہ یہ جان لے کہ اُس کی اور اُس کے رسولوں کی بغیر دیکھے مدد کون کرتا ہے۔ بیشک اللہ صاحبِ قوت و غلبہ ہے وہی غالب ہے وہی قوت والا ہے اُسی کیلئے قوت ہے۔ عجیب و غریب آیت ہے یہ بات شروع ہوئی اُس بات سے کہ ہم

نے رسولؑ بھیجے کھلی ہوئی دلیلوں کے ساتھ، دلیلوں کا ذکر اسی میں کر دیا یعنی ہم نے اُنھیں کتاب دی اور میزان بھی رسولؑ بھیجے اُن پر دو چیزیں نازل کیں ایک کتاب اور دوسری میزان کتاب اور ہے میزان اور ہے۔ کتاب میزان نہیں ہوسکتی تو پتہ چلا کہ کتاب کے علاوہ بھی نبیؐ پر کوئی چیز نازل کی گئی جس کو میزان کہتے ہیں اور میزان کیلئے کہا گیا کہ تا کہ لوگ عدالت پر قائم ہو جائیں تو میزان کا کام ہے لوگوں کو عدل پر لانا میزان کہتے ہیں ترازو کو، ترازو ہی بتاتا ہے کہ عدل ہے یا نہیں دیکھا ہوگا آپ نے کہ عدالتوں میں ترازو ٹریڈ مارک ہے قانون کا یعنی میزان، پلّے برابر ہیں عدل ہو رہا ہے تو یہ کونسا ترازو ہے جو قرآن کے ساتھ آسمان سے نازل کیا گیا۔ ترازو بھی لوہے کا ہوتا ہے اور اگلی چیز جو بنی یعنی ہم نے لوہا نازل کیا اور اُس لوہے کو جس کو ہم نے نازل کیا اُس کی وجہ سے سخت خوف ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا لوگ لوہے سے ڈرتے ہیں اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ لوہے سے بڑا خوف کھاتے ہیں لوگ۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی خاص لوہا ہے۔ اسی لیئے یہ لفظ خاص یعنی ہم نے خاص لوہا نازل کیا۔ جسے تم لوہا سمجھ رہے ہو یہ نازل نہیں کیا یہ تو زمین سے پیدا ہوتا ہے۔ لوہا آسمان سے نہیں نکلتا وہاں سے نہیں ٹپکتا لوہا زمین سے نکلتا ہے یہ ایک ایسی دھات ہے اِس کے معنی یہ کہ وہ لوہا جو ہم استعمال کرتے ہیں یہ وہ لوہا نہیں ہے زمین والا لوہا نہیں اِس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا ہے۔ اور یہ خاص لوہا ہے اور یہ ایسا لوہا ہے کہ اس سے لوگ ڈرتے ہیں اور خوف کھاتے ہیں اور صرف یہی نہیں کہ خوف کھاتے ہیں بلکہ انسانوں کیلئے اس میں نفع بھی ہے اس سے بڑا فائدہ انسانوں کو پہنچے گا اس لوہے سے تو اب لوہے میں دو خصوصیات ہو گئیں کہ لوگ اس سے ڈریں گے بھی اور فائدہ بھی حاصل کریں گے۔ آپ کے پاس یہ لوہا ہے آپ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن ڈرتے نہیں اور وہ لوہا جو ہے لوگ اُس

سے ڈرتے بھی ہیں اور فائدہ بھی اُٹھاتے ہیں۔ جہاں پر لوہے سے خوف اور فائدہ دونوں ظاہر ہوجائیں لوہا وہی ہوگا۔ تاریخ میں جب تلاش کریں گے تو اُسی لوہے کو مانیں گے اور اُسی کا لوہا مانیں گے جس سے لوگ خوف بھی کھارہے ہوں اور فائدہ بھی اٹھارہے ہوں اور اللہ کی غرض بھی پوری ہوتی ہے اُس لوہے سے یہ لوہا جو آپ استعمال کررہے ہیں اس سے اللہ کی کیا غرض پوری ہوتی ہے۔ بھئی اس سے آپ جو کچھ بناتے ہیں دروازے بناتے ہیں، پل بناتے ہیں بیشمار چیزیں لوہے سے بنتی ہیں تو آپ کے فائدے کیلئے اللہ کہہ رہا ہے کہ نہیں جو لوہا ہم نے نازل کیا ہے اس سے اللہ کی غرض پوری ہورہی ہے اللہ کی غرض کیا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اللہ کے جتنے رسول گزرے ہیں اُن سب رسولوں کو دیکھے بغیر جس نے مدد کی ہے وہ کون ہے۔ بیشک اللہ جو ہے وہی قوت اور غلبہ عطا کرنے والا ہے، وہی غالب ہے، وہی قوت والا ہے، وہی طاقت والا ہے، تو یہ ربط ساتھ میں یہ ہے نبیؐ آیا۔ رسول آیا اُس کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا۔ لوہے کو ہم نے آسمان سے نازل کیا۔ لوہا جو ہم نے آسمان سے نازل کیا اُس لوہے سے لوگ خوف بھی کھاتے ہیں اور خوف کے ساتھ ساتھ اُن کا فائدہ بھی ہے اور ہم نے اس لیئے نازل کیا تاکہ عدل قائم ہوجائے تو اب تین صفات ہوگئیں وہ لوہا عدل کو بھی قائم کرتا ہے۔ میزان بن جاتا ہے، لوگوں کو خوف بھی دلاتا ہے، لوگوں کو فائدہ بھی پہنچاتا ہے اور اُسی لوہے کے ذریعے جتنے رسول گزر چکے اُن سب کی مدد بھی کی جاچکی ہے۔ جتنے نبیؐ گزرے ہر ایک کی مدد کی گئی اللہ بھی قوت و غلبہ والا ہے یعنی اللہ نے نازل کیا تو اب سوال یہ ہے کہ یہ ساری خوصیات لوہے میں ہے بقول میر انیسؔ:۔

تلوار کاٹتی ہے مگر ہاتھ چاہیئے

تلوار کا کام ہے کاٹنا لیکن ہاتھ نہ ہوں تو تلوار نہ چلے۔ گویا پسِ پردہ اُس ہاتھ کی

تعریف ہو رہی ہے جو لوہا چلا رہا تھا۔ ان آیات میں ایک یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک ایسا انسان کہ جس نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی مدد کی وہ ہر عہد میں موجود تھا، اب اللہ کہہ رہا ہے واضح اس میں بات ہے کہ اللہ کے جتنے رسول گزرے سب کی مدد کی اُس نے سب کی مدد کی آدمؑ کی، ابراہیمؑ کی، عیسیٰؑ کی، تو ہر ایک کی مدد کی تو اب پڑھ لیجئے ''خطبۃ البیان'' مولائے کائنات کا ''نہج الاسرار'' میں جس میں آپ نے کہا آدمؑ کی توبہ میں ہم تھے، نوحؑ کی کشتی میں ہم تھے، ابراہیمؑ کو آگ سے ہم نے بچایا، یوسفؑ کو قید خانے میں ہم نے مدد پہنچائی، یعقوبؑ کی آنکھوں کو واپس ہم نے کیا، داوٗدؑ کے نرم لوہا ہونے میں ہم شامل تھے۔ موسیٰؑ کا عصا اژدہا بنتا تھا ہم بناتے تھے، عیسیٰؑ کو روحانیت ہم نے عطا کی، سلیمان کو ملکِ عظیم ہم نے عطا کیا، ہر پیغمبر کی مدد ہم نے کی کون کہہ رہا ہے علیؑ کہہ رہے ہیں یعنی پیغمبروں کی مدد کرنے کا دعویٰ کسیؑ نے نہیں کیا۔ آیت کہہ رہی ہے کہ مدد کی گئی اور اُسی نے مدد کی جس کو ہم نے ہاتھ میں ایک چیز عطا کر کے انسانوں کیلئے عدل کی میزان بنالیا عدل کو قائم کر دیا یہ کتنی عجیب بات ہے کہ لوہا لیا اور لوہے کو ہم نے عدل کی میزان بنالیا تو آج کی حد تک اِسی پر گفتگو ہوگی کہ یہ لوہا جو نازل ہوا عدل کی میزان کیسے بن گیا اور کل کی تقریر میں یہ بیان ہوگا کہ اس لوہے سے انسانوں کو فائدہ کس طرح پہنچا تو اب تقریر کے دو حصے ہو گئے۔ آج ہم گفتگو یہ کریں گے کہ یہ لوہا میزان بن کر عدل کیسے کر رہا تھا اب آپ خود دیکھ لیجئے کہ عدل کیسے کیا تو پہلے ہم ذرا تاریخ کو تھوڑا سا دیکھ لیں کہ یہ لوہا نازل کب ہوا تو تاریخ میں یہ ہے کہ یہ لوہا جنگِ اُحد میں نازل ہوا اور اس کے نازل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی جنگ کرتے کرتے تلوار ٹوٹ گئی تو جبریلؑ امین ایک لوہے کی تلوار لے کر آئے تلوار بڑی عجیب تھی دو زبانوں والی بیچ سے منہ اُس کا کھلا ہوا تھا مطلب یہ تھا کہ یہ منہ جو کھلا ہوا ہے وہ مسلسل

مانگ رہی ہے کافروں کو اور اب تک منھ اس کا بند نہیں ہوا یعنی جب تک کفر ہے منھ اُس کا کھلا ہوا ہے اور وہ مسلسل جانیں مانگ رہی ہے تو یہ تلوار عجیب وغریب ڈیزائن کی وہیں سے بن کے آئی یعنی ڈیزائننگ بھی اللہ کی پسندیدہ ڈیزائننگ اُس کا کٹاؤ، اُس کا گھاٹ، اُس کا وار، اُس کی دہار، اس کا قبضہ، سب اللہ کی نگرانی میں بنا ملکِ معصوم لے کر آیا اور صرف لے کر نہیں آیا بلکہ اعلان کے ساتھ علیؑ کو وہ عطا کی گئی روایت میں یہ ہے تمام مسلمان تاریخ میں یہ لکھتے ہیں کہ سونے کی کرسی فضا میں نظر آئی جس پر جبریلؑ بیٹھے نظر آئے اور اُحد کے میدان میں یہ آواز گونج رہی تھی **"لافتیٰ اِلّا علی لاسیف اِلّا ذوالفقار"** نہ کوئی تلوار ہے دوسری سوا ذوالفقار کے اور نہ کوئی دوسرا جوان ہے سوا علیؑ کے یعنی اللہ نے دونوں چیزوں کو ایک جگہ پر کر دیا۔

تلوار کاٹتی ہے مگر ہاتھ چاہیئے

یعنی اگر صرف تلوار کی تعریف ہو جاتی اور چلانے والے کا ذکر نہ ہوتا جو کہ اصل ہے وہ نہ چلائے تو نہ چلے تلوار بالکل ایسی ہی ہے کہ کشتی نوحؑ بن جائے تیار ہو جائے سمندر کے کنارے کھڑی ہو نوحؑ نہ چلائیں تو سفینہ نہ چلے سفینہ بیکار ہے بغیر نوحؑ کے، عصائے موسیٰؑ بیکار ہے بغیر موسیٰؑ کے، لوہا بیکار ہے زِرّہ نہ بنے بغیر داودؑ کے، تختِ سلیمانؑ بیکار ہے اگر سلیمانؑ نہ ہوں، شفا یعنی مردہ شفایاب ہو جائے بیکار ہے یہ شفا اگر عیسیٰؑ نہ ہوں یعنی صاحبِ معجزہ بنیاد ہے معجزہ بنیاد نہیں ہوتا، صاحبِ معجزہ بنیاد ہوتا ہے اور اللہ کی سنّت یہ ہے کہ معجزہ جو ہے اُس وقت تک رہتا ہے جب تک صاحبِ معجزہ رہتا ہے جب صاحبِ معجزہ وفات پا جاتا ہے تو معجزہ غائب ہو جاتا ہے غیب میں چلا جاتا ہے آپ خود غور کر لیجئے کہ سلیمانؑ جب تک تھے تخت ہوا پر اُڑتا تھا، سلیمانؑ نے وفات پائی تختِ سلیمانؑ غائب ہو گیا، داودؑ لوہے کو گلا کر موم بنا دیتے تھے اُس وقت تک بنتا تھا

جب تک داودؑ زندہ تھے وفات پائی لوہا گل کر موم نہیں بنتا، جب تک موسیٰؑ زندہ تھے تب تک عصا اژدہا بنتا تھا، موسیٰؑ نہ رہے تو اب کسی کا ڈنڈا اژدہا نہیں بن سکتا۔ عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر گئے اب مُردے کوئی نہیں جِلاتا یعنی معجزہ اُس وقت تک رہتا ہے جب تک صاحبِ معجزہ زندہ ہے اللہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے اپنے نبیؐ کو دو معجزے دیئے ایک کتاب اور ایک میزان یعنی لوہا، لوہا یعنی ذوالفقار دو معجزے ہم نے اپنے نبیؐ کو عطا کیئے ایک کتاب ایک تلوار یعنی ذوالفقار اب آپ یہ بتایئے کہ قرآن جو ہے نبیؐ کا وہ جیتا جاگتا معجزہ ہے جو سارے معجزات سے افضل ہے قرآن اب تک موجود ہے سنتِ الٰہی یہ ہے کہ معجزہ غائب ہو جاتا ہے اگر صاحبِ معجزہ وفات پا جائے لیکن اگر معجزہ موجود ہو تو اس بات کی دلیل ہے کہ صاحبِ معجزہ ابھی موجود ہے قرآن کی موجودگی یہ بتا رہی ہے کہ صاحبِ معجزہ مرا نہیں وہ زندہ ہے تو جب معجزہ موجود ہے تو صاحبِ معجزہ کی زندگی ماننا پڑے گی تو کون کہتا ہے کہ نبی مر گیا اس لیئے کہ معجزہ اٹھا لیا جاتا اگر نبی چلا جاتا نبی دیکھ رہا ہے اپنی اُمت کو اور اُمت کے ہر عمل کو اور اگر آپ یہ نہ مانیں تو کم از کم یہ تو مانیں گے کہ "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" ہر انسان کے نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے یعنی جب تک کہ نفس نہ مرے انسان نہیں مرتا۔ نفسِ پیغمبر کون بنا علیؑ بنے اور جب علیؑ نفسِ پیغمبرؐ ہیں۔ نفس مرتا ہے تب انسان مرتا ہے۔ علی کے بعد نفسِ پیغمبر حسنؑ ہیں اور حسنؑ کے بعد نفسِ پیغمبر حسینؑ ہیں اور یہاں تک کہ یہ سلسلہ آئے گا بارہویں تک بارہواں جو ہے وہ نفسِ پیغمبر ہے چودہ سو برس سے زندہ ہے نفس مرا نہیں تو پیغمبر کیسے مر سکتا ہے۔ نفسِ پیغمبر زندہ ہے ہر انسان کا نفس مر سکتا ہے لیکن پیغمبر کا نفس زندہ ہے حکمِ الٰہی سے اس لیئے پیغمبر کی زندگی دلیل یہ ہے کہ اُس کا معجزہ بھی موجود اُس کا نفس بھی موجود جہاں نفس موجود وہیں میزان موجود۔ میزان یعنی لوہا، لوہا یعنی ذوالفقار تو اب دونوں معجزے موجود ہیں

اِسی زمین پر یعنی قرآن بھی اور تلوار بھی اور ایک جگہ ہو جائیں گے جب وہ آئے گا اب دیکھنا یہ ہے کہ اُحد میں جو لوہا آیا جسے ذوالفقار کہتے ہیں اس کا نام خود خدا نے ذوالفقار رکھا اللہ نے اس کا نام رکھا، کیوں رکھا، اس لیئے کہ عربی زبان میں یہ وسعت ہوتی ہے کہ ایک ہی لفظ کئی کئی معنی دیتا ہے اور وہ معنی اُس کے اوصاف کو ظاہر کرتے ہیں فقرہ کی جمع فقار ہے اور فقار ریڑھ کی ہڈی کو بھی کہتے ہیں دونوں معنی ذوالفقار پر چسپاں ہو رہے ہیں۔ موزوں ہیں ''ذوال'' وہاں پر لفظ آجاتا ہے جہاں دوہرے معنوں میں آئے سمجھ گئے نا آپ ذوال کا لفظ ذوالجناح یعنی دو پروں والا، ذوالجلال جہاں پر لفظ ذوال آجائے۔ ذ، و، ا، ل ذوالفقار یعنی دو زبانوں والی فقار کہتے ہیں زبان کو اور اُس سے ہے فقرے، فقرے یعنی وہ بول جو زبان سے نکلیں تو دوہری گفتگو کرنی والی، ذوالفقار، فقار ریڑھ کی ہڈی، ریڑھ کی ہڈی، انسان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو انسان گوشت کا لوتھڑا ہو جائے انسان بنا ہوا ہی ہے ریڑھ کی ہڈی پر ریڑھ کی ہڈی نہ ہو تو انسان ہی نہ رہے تو ذوالفقار ریڑھ کی ہڈی ہے، کس کی؟ جسمِ اسلام کی ذوالفقار نہ ہو تو اسلام کا جسم نہ ہو یہ معنی سے ظاہر ہو گیا اب معنی بھی ظاہر ہو گئے، ذوالفقار اُحد میں آئی یہ اسلام کی دوسری لڑائی ہے، بدر پہلی، اُحد دوسری، خندق میں ذوالفقار خیبر میں ذوالفقار، وادیِ سلاسل میں ذوالفقار، قینقاع میں حنین میں ہر جگہ ذوالفقار آخر تک ذوالفقار اور اُس کے بعد حیاتِ پیغمبرؐ میں ذوالفقار نیام میں رہی آخری لڑائی کے بعد پھر نظر نہیں آئی اور بعدِ پیغمبرؐ صرف ایک بار نظر آئی اور وہ منزل ہے وہاں کہ جہاں پر جس منزل پر رسولؐ نے یہ کہا تھا کہ اُس دن سے ڈرنا جب علیؑ مٹی کے گھوڑے پر سوار ہوں ہاتھ میں ذوالفقار ہو منہ سے جھاگ نکل رہا ہو، اُس دن علیؑ سے ڈرنا یہ وہ وقت تھا کہ جب آ کر لوگوں نے یہ کہا کہ ہم نے نہ دفن میں شرکت کی نہ نمازِ جنازہ پڑھی، ہم قبر

کھودیں گے، نمازِ جنازہ پڑھیں گئے تو علیؑ دونوں پیروں کے ساتھ ایک پیر اِدھر رکھ کے ایک پیر قبر کے اُدھر رکھ کے قبر پر بیٹھ گئے تلوار ہاتھ میں لے لی کہا کہ کس کی مجال ہے جو میری زندگی میں پیغمبرؐ کی قبر کھودے اور جلال کے عالم میں، منھ سے جھاگ نکلنے لگے اور لوگوں کو حدیث یاد آگئی کہ اُس دن سے ڈرنا جب علیؑ مٹی کے گھوڑے پر سوار ہوں ہاتھ میں ذوالفقار ہو اور منھ سے جھاگ نکل رہا ہو، لوگ واپس چلے گئے یعنی ذوالفقار نے قبرِ پیغمبرؐ کو کھدُنے سے بچالیا، آج بھی اور آنے والے دور میں بھی ذوالفقار ہی بچائے گی قبرِ پیغمبرؐ کو اس لیئے کہ عدل کو قائم کرنے والی وہی ہے اب اُس کے بعد نہیں نظر آتا کہ پچیس برس ذوالفقار خاموشی کے عالم میں کیسے نیام میں رہی اب جو نکلی تو سب سے پہلے جمل میں نکلی پھر صفّین میں نکلی اُس کے بعد نہروان میں نکلی پھر جو نیام میں گئی تو پھر نہیں نکلی پھر سن ایکسٹھ ہجری میں کربلا میں نکلی اور اُس کے بعد اب جو حسینؑ نے نیام میں رکھا تو اب خاموش ہے اُس وقت تک کیلیئے جب تک کہ وارثِ ذوالفقار نقاب کو اُلٹ کر نہیں آئے گا ذوالفقار لے کر اب اس کی یہ خاموشی کا دورانیہ بہت طویل ہے تو درمیان میں کبھی خاموشی کا وقت آیا اور کہیں وہ نمایاں ہوگئی اِنھی دورانیوں میں ایک دورانیہ وہ ہے جسے پچیس برس کا عرصہ کہتے ہیں یعنی ذوالفقار نیام میں تو ہے لیکن کبھی کبھی نکلتی ہے چلتی نہیں اگر بالکل نیام میں چلی جاتی تو قرآن کا یہ کہنا کہ اُس کے ذریعے سے ہم نے عدل کو قائم کیا تو وہ چلے جب بھی عدل قائم کرے نہ چلے تب بھی عدل قائم کرے اس لیئے کہ اُس کا تو کام ہی عدل قائم کرنا ہے عدل وہی قائم کرے گی تو کیسے اُس نے عدل قائم کو کیا ہم نے نازل اِس کو اس لیئے کیا ہے تاکہ یہ عدل قائم کرے تو اب بعدِ پیغمبرؐ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کوئی منزل ایسی کٹھن آگئی ایسی مشکل آگئی کہ مسائل عدالت میں آگئے قانون اُن کو حل نہ کرسکا تو وہ مسئلہ لیئے ہوئے پیغمبرؐ کے دور

کے لوگ صف میں بیٹھنے والے، بزم میں بیٹھنے والے فقہ کا مسئلہ ہو، علمی مسئلہ ہو، دینی مسئلہ ہو کوئی مسئلہ ہو حل نہیں ہوتا اس لیئے حل نہیں ہوتا کہ دھیان کہیں اور رہتا تھا، جی کہیں اور رہتا تھا، نظریں کہیں اور رہتی تھیں بھئی آپ خود سوچ لیجئے یہ عرصہ گزر گیا لوگ کہتے ہیں اُنتیس برس، ساٹھ برس، پچاس برس کے ایمان لائے تو تیئس برس نبیؐ کے ساتھ بیٹھنے والے ایک دو سال کی دوستی میں انسان انسان کو سمجھ لیتا ہے تیئس برس گزر گئے مزاج سمجھنا تو بہت مشکل ہے۔ یگانہ نے کہا تھا۔

پاس بیٹھنے والے کچھ اتنے دور تھے دل سے
جبھی ماتھا ٹھنکا تھا فریبی رنگ محفل میں

ہم جبھی سمجھ گئے تھے ہمارا ماتھا ٹھنک گیا تھا کہ پاس بیٹھنے والے جو ہیں یہ فریبی ہیں یہ سمجھیں گے نہیں پیغمبرؐ کو اب سوال یہ ہے سمجھنا تو بہت دور ہے ایک انسان ایک انسان کو بڑی مشکل سے سمجھتا ہے اور اگر آپ کی کسی سے دوستی ہے اور میں یہ پوچھوں کہ آپ اپنے دوست کے ساتھ دس برس سے ہیں جب پوچھوں گا اُس کی شکل کیسی ہے ناک کیسی ہے چپٹی ہے کہ کھڑی ہے رنگ کیسا ہے کالا ہے کہ گورا، قد کیسا ہے چھوٹا ہے کہ طویل بال کس رنگ کے ہیں تو آپ جلدی سے بتادیں گے میرے دوست کا یہ سراپا ہے یہ شکل ہے، یہ صورت ہے، یہ نقشہ ہے، سب بتادیں گے اور یہاں یہ عالم ہے کہ شاہ روم نے پچھوایا ہے کہ بعد پیغمبرؐ کہ ہم جانشینِ پیغمبرؐ اُس کو سمجھیں گے کہ جو یہ بتادے کہ رسولؐ کی دونوں بھنویں یعنی ابرو ملے ہوئے تھے یا الگ الگ تھے تو جواب میں کہا کہ ہمیں یاد ہی نہیں تو آپ خود دیکھ لیجئے کہ چہرے کو دیکھتے رہیں ہوں گے لیکن ظاہر ہے کہ آپ اگر کسی چہرے کو مسلسل دیکھتے رہیں سوچ آپ کچھ اور رہیں ہوں گے تو وہ چیز آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی یہی فارمولا تعلیمات میں اسٹوڈنٹس کو بتایا جاتا ہے

کہ پڑھتے وقت کہیں اور نہیں سوچنا ہے ورنہ تمہارے امتحانات میں ذہن میں کچھ نہیں آئے گا۔ یہ تعلیم ہی تو تھی کہ سیرتِ رسولؐ کو پڑھنے والو اگر سوچو گے ابوسفیان کے بارے میں سیرتِ رسولؐ سمجھ میں نہیں آئے گی سوچ رہے ہو وہاں دیکھ رہے ہو پیغمبرؐ کو اب آپ خود ہی بتائیے ایسا عالم ہے کہ جو رسولؐ کی اَبروؤں کے بارے میں نہ بتا سکے وہ رسولؐ کی فقہ کو تفسیرِ قرآن کو کیا بتائیں گے تو ظاہر ہے اب وہ بار بار یہی کہیں گے اُن کو بلاؤ، وہ بتائیں، وہ سمجھائیں اور جب وہ بتادیں تو بس ایک ہی جملہ یہ کافی ہے کہہ دینا کہ یا علیؑ تم نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہوگئے تھے ہم مرگئے تھے، اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر دشمن تھے تو علیؑ نے ذوالفقار نکال کر قتل کیوں نہ کردیا تو ایک بار قتل کردینے میں کیا مزا تھا علیؑ روز قتل کرتے تھے پھر زندہ کرتے تھے پھر قتل کرتے تھے زندہ کرتے تھے جب فیصلہ کیا زندہ کردیا ورنہ مرچکے تھے جبھی تو کہتے تھے کہ ہلاکت سے بچالیا شکار کو بار بار مار کر جلانے میں جو مزا ہے وہ ایک بار مار کر ختم کردینے میں کہاں مزا ہے پچیس برس علیؑ مارتے رہے جِلاتے رہے آپ نے دیکھا ہی نہیں آپ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ کہیں گے کہ کیسے مارا کیسے جِلایا ذوالفقار تو نیام میں تھی میں ثابت کروں گا کہ ذوالفقار نے ہی مارا اور ذوالفقار ہی نے جِلایا اتنی بار مارا پچیس برس اُسی ذوالفقار نے اب سنی ہوئی چیزیں ہیں نتیجہ ہمارا ہے۔ آپ کی سنی ہوئی چیزیں ہیں لیکن نتائج اُس کے جو ہیں وہ آپ کے لیئے ہمارے ہیں بہت عام سی چیزیں پڑھی ہوئی چیزیں گفتگو جو ہے وہ دوسری بحث سے ہوگی دو عورتیں لڑتی آگئیں بچہ ایک کی گود میں تھا دونوں دعویدار تھیں ایک کہتی تھی یہ میرا ہے دوسری کہتی تھی یہ میرا ہے۔ عدالت میں ایک عورت آگئی، اب صاحبِ عدل جو بیٹھے ہوئے ہیں سچائی کا دعویٰ کرنے والے فیصلہ کرتے ہیں جس کی گود میں بچہ ہے بچہ اُسی کا ہے دوسری عورت نے کہا کہ بچہ تو میرا ہے فیصلہ تو نہیں ہوا

اب سلمان گئے اور کہا کہ فیصلہ غلط ہوا ہے آؤ میرے ساتھ چلو عدالتِ حقیقی میں چلو اب جس باغ میں علیؑ یہودی کے پانی دے رہے ہیں مزدوری کر رہے ہیں اب پوری عدالت وہاں آ گئی علیؑ نے بتایا جہاں سچا عدل ہوتا ہے پوری عدالت اُٹھ کر وہاں آ جاتی ہے عدل ہم قائم کریں گے اب وہاں عدالت لگ گئی اور دیکھئے مقدمہ کا فیصلہ دیکھنے کے لیئے لوگ جمع ہو گئے۔ جب مقدمہ کا فیصلہ دلچسپ ہوتا ہے تو عوام بھی جاتے ہیں کورٹ میں پتہ ہے نا آپ کو وہ دیکھنے جاتے ہیں کہ کیس لڑا کیسے جائے گا اور جج اِس کا فیصلہ کیسے کرے گا وکیل اِس کی وکالت کیسے کرے گا تو یہاں پر جو جج ہے وہی وکیل ہے۔ فیصلہ وہی کرے گا اب وہ اپنے خادم سے کام لے گا ایک بار قنبرؑ کو آواز دی کہ لا میری ذوالفقاز، میری ذوالفقار لا، قنبر گئے ذوالفقار لائے کہا نیام سے ذوالفقار نکال اور بچّے کو زمین پر ڈال کر اس کے دو ٹکڑے کر دے اس ذوالفقار سے آدھا اِس کو دے اور آدھا اس عورت کو دے دے تلوار نکل آئی، ذوالفقار نکل آئی اب جو عورت رو رہی تھی کہنے لگی یا علیؑ بچہ اِسی عورت کا ہے اِسی کو دے دیجئے علیؑ نے کہا بچہ چھین کر اس عورت کو دے دو جو انکار کر رہی ہے بچہ اِسی عورت کا ہے لوگوں نے کہا فیصلہ تو نہیں ہوا کہا ہو گیا کیسے ہوا کہا کہ فیصلہ یہ ہوا کہ جو یہ عورت رو رہی تھی اور جسے بچہ نہیں ملا یہ کہہ رہی تھی کہ بچہ اِسے دے دو مجھے نہیں چاہیے یہ حقیقی ماں ہے جس کے پاس بچے کی ممتا ہوتی ہے وہ سوچتی ہے بچہ میرا مرنے جا رہا ہے مرے نہ زندہ رہے چاہے غیر کے پاس رہے جو جھوٹی ماں تھی وہ نہیں بولی اُس کے دل میں چونکہ ممتا نہیں تھی بچّے کی ہمدردی نہیں تھی فیصلہ ہو گیا بچہ اِس کا ہے فیصلہ ہو گیا، فیصلہ کس نے کیا، عدل کس نے کیا، ذوالفقار نکلی بغیر چلے فیصلہ کر دیا دِیکھا آپ نے اگر کاٹ دیتی تو کیا ہوتا بغیر کاٹے بغیر چلے عدالت کا فیصلہ کر دیا جب چلے گی تو کتنا بڑا عدل ہوگا۔ یہ بھی بتانا ہے کہ بغیر چلے کیسے عدل کرتی

ہے اور جب چلتی ہے تو کتنا بڑا عدل قائم کرتی ہے لیکن علیؑ نے ایک فیصلہ نہیں کیا دو فیصلے کر دیئے کہ دیکھو اب ہم پر اعتراض نہ کرنا کہ اگر خلافت ہمارا حق تھا تو ہم نے ذوالفقار کیوں نہیں نکالی اگر ذوالفقار نکال لیتے اور قتل کر دیتے تو اس لڑائی میں اسلام قتل ہو جاتا اور جب اسلام قتل ہو جاتا تو ہمارا مقصد ختم ہو جاتا ہم نے یہ سوچ کر خلافت کو دوسرے کی گود میں پلنے دیا کہ چونکہ ہے تو ہماری پلے دوسرے کی گود میں لیکن ہمارے پاس ہے آپ خود سوچ لیجئے وہ عورت کہہ رہی تھی کہ بچہ اس کو دے دو۔ جب بالغ ہوتا، بڑا ہوتا، جوان ہوتا تو اُس کی قوت جو تھی خون کی کھینچ کر حقیقی ماں کے پاس لاتی یہ اطمینان تھا ماں کو جبھی تو کہا کہ اِس کو دے دو، علیؑ کو معلوم ہے کہ جب پچیس برس کا اسلام ہو جائے گا، جوان ہو جائے گا یہ خلافت جب جوانی پر پہنچے گی تو مجھے پہچان کر آپ باپ کے پاس واپس آجائے گی بھلے غیر کے پاس ہو پچیس برس غاصب خلافت کر گئے، یہ تو علیؑ کی کرم فرمائی تھی کہ غیر کی آغوش میں پلنے دیا اپنی نگرانی میں رکھا پرورش آنکھوں کے سامنے ہوئی اور تلوار کی چھاؤں میں ہوئی یعنی تم اسلام کے کسی اصول کا فیصلہ غلط نہیں کر سکتے غلط فیصلہ کیا اور تلوار نکلی اور اِدھر تلوار نکلی اور اُنھوں نے کہا کہ نہ ہوتے علیؑ تو میں ہلاک ہو گیا تھا گویا قتل ہو گئے تھے علیؑ نے جلا دیا ذوالفقار نکلی اور اُس نے فیصلہ کر دیا جان بچالی اب آپ خود دیکھئے شام مُلک ہے اور معاویہ حاکم ہے ایسے میں ایک بہت بڑا سوداگر مال و دولت لیئے ہوئے، اُونٹ پر بیٹھا ہوا غلام اُس کے ساتھ اب جو وہ چلا مال و دولت لے کر مدینے جانے کا اُس کا ارادہ تھا تو راستے میں وہ اپنی کسی ضرورت سے گیا واپس جب آیا آقا تو غلام اُونٹ پر چڑھا بیٹھا تھا اور وہ کہنے لگا کہ یہ سارا مال ہمارا ہے اور تو ہمارا غلام اور بولا نہیں یہ تازیانہ مارا نہیں کیا کرے مار کھا رہا ہے آقا، آقا مار کھا رہا ہے غلام آقا بن گیا ہے مال پر قابض ہو گیا ہے دھمکی دے

رہا ہے اگر بولے گا تو مار کھائے گا عدالت میں پہنچا فیصلہ ہوا تو سامنے حاکم کے مالک نے کہا یہ سب مال ہمارا ہے اور یہ اُونٹ بھی ہمارا ہے فیصلہ اُنھوں نے کیا کہا کہ نہیں مال جس کے قبضے میں ہوتا ہے وہی مالک ہوتا ہے، جس کا تصرّف ہوتا ہے مال اُسی کا ہوتا ہے یعنی جس کا قبضہ ہوتا ہے وہی مالک ہوتا ہے فیصلہ کردیا لیکن یہ بھول گئے فدک پر زہراؑ کا قبضہ تھا جس کا قبضہ ہوتا ہے وہی مالک ہوتا ہے وہاں یہ فارمولا یاد نہیں آیا۔ اُنھوں نے کہا اِسی کا ہے جب فیصلہ ہوگیا اور غلام کو مل گیا سب کچھ تو آقا نے کہا کہ آپ نے فیصلہ کیا ہے اُونٹ پر کہ یہ اُونٹ اس کا ہے یہ مال اِس کا ہے جا کر دیکھئے وہ اُونٹ نہیں اُونٹنی ہے، تو سچا آدمی جس کا مال ہوتا ہے وہی پہچانتا ہے کہ یہ نر ہے یا مادہ تو فیصلہ تو کرلیا تھا اُنھوں نے کہا کہ تو کوفے کا تو نہیں ہے کہا ہاں کوفے کا ہوں اُنھوں نے کہا تبھی چالاک ہے لیکن افسوس فیصلہ جو ہم نے کردیا یہی رہے گا اب بدل نہیں سکتا ہماری عدالت سے فیصلہ البتہ علیؑ سے جا کر یہ کہہ دینا کہ بھئی ہم نے جو فیصلہ کیا ہے اور یہ پورے شام میں ڈیڑھ لاکھ لوگ رہتے ہیں سب نے اِس کو مان بھی لیا ہے میں نے اُونٹنی کو اُونٹ کہہ دیا اور ڈیڑھ لاکھ لوگوں نے بھی اُونٹنی کو اُونٹ مان لیا معاویہ نے ایسے لوگ پالے ہیں جو نر اور مادہ کی پہچان نہیں رکھتے اور حکومت کر رہا ہوں، تو بھئی وہ نسلیں ابھی تک چل رہی ہیں جو نر اور مادہ کی پہچان نہیں رکھتے تبھی تو حکومت چل جاتی ہے مسلمانوں کی اس لیئے اُن پر حکومت کرتے ہیں جو اُونٹ اُونٹنی کی پہچان نہیں رکھتے اور جو پہچان رکھتے ہیں اُن پر بس نہیں چلتا حکومتوں کا اس لیئے کہ اُنھوں نے یہ فیصلے دیکھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ علیؑ نے فیصلے کیسے کیئے اب جب وہ یہاں آیا تو فیصلہ تو ہونا تھا علیؑ نے قنبر سے کہا کہ ایک دیوار بناؤ کچی مٹی کی دیوار بن گئی صاحب لوگ دیکھنے آگئے فیصلہ کیسے ہوگا کہ دونوں آقا اور غلام اس دیوار کے پیچھے کھڑے ہوں اور دو جو یہ سوراخ

بنے ہیں اپنی گردنیں سوراخ سے نکال لیں دونوں نے اپنی گردنیں باہر نکال لیں ایک بار علیؑ نے کہا قنبرؔ ذوالفقار لے کر ان کے سروں پے کھڑے ہو جاؤ تلوار سر پر آ گئی علیؑ کی کہا کہ جب میں کہوں تلوار چلا دینا جیسے ہی میں حکم دوں قنبرؔ ذوالفقار چل جائے قنبرؔ ذوالفقار لے کر کھڑے ہو گئے علیؑ نے کہا کہ قنبرؔ اس میں جو غلام ہے اُس کا سر اُڑا دو جیسے ہی علیؑ نے کہا اِدھر تلوار اُٹھی غلام نے اپنا سر جلدی سے اندر کر لیا اور آقا اپنا سر سوراخ میں رکھے رہا، علیؑ نے کہا پکڑ لو یہ ہے غلام پتہ چلا کہ جو تلوار کی چمک دیکھ کر بھاگے وہ غلام ہوتا ہے اور جو تلوار کو دیکھ کر جما رہے وہ آقا ہوتا ہے آقا اور غلام کی پہچان یہی ہے کہ تلوار کے نیچے آقا اپنا سر نہیں ہلاتا اس لیئے میرؔ نے کہا تھا۔

زیرِ شمشیر ستم میرؔ تڑپنا کیسا
سر بھی تسلیمِ محبت میں ہلایا نہ گیا

اللہ کی مرضی کے آگے سر نہیں ہلا کرتا آقا کا اور غلام تلوار کی چمک دیکھ کر بھاگ جاتا ہے دیکھئے ذوالفقار چلی نہیں فیصلہ ہو گیا یعنی عدل کو یوں قائم کرتی ہے ذوالفقار کہ یہ بھی بتا دیتی ہے کہ غلام کون ہے آقا کون ہے بغیر چلے ذوالفقار عدل کو یوں قائم کرتی ہے اگر تاریخ میں آپ دیکھتے چلے جائیں کہ کہاں کہاں اس ذوالفقار نے عدل کو قائم کیا ہے بغیر چلے بغیر اپنی کاٹ دکھائے ہوئے، بغیر اپنا زور دکھائے ہوئے اور اگر چل جائے گی تو کیا ہوگا اور اب دیکھئے کہ اُحد میں چلی، خندق میں چلی، خیبر میں چلی، صفّین میں چلی، نہروان میں چلی، جمل میں چلی، کربلا میں چلی اب لوگ اپنی قیاس آرائیاں دِکھاتے ہیں ایک زمانے میں سننے میں آیا اور ہمارے پاس پرچے آئے لوگوں نے کہا صاحب کہ ایک ذاکر نے یہ پڑھا ہے کہ کربلا میں ذوالفقار نہیں تھی وہ کوئی اور تلوار تھی میں نے کہا کہ دلیل بھی تو کوئی ہو کہ کربلا میں ذوالفقار نہیں تھی اُنھوں نے کہا کہ دلیل یہ ہے کہ

جب ذوالفقار نکلتی تھی تو فتح کرلیتی تھی کربلا میں فتح نہیں ہوئی اس لیئے ذوالفقار نہیں تھی، ذرا دیکھئے غور کیجئے آپ یعنی ذوالفقار امام کے معاملے میں اُولیٰ ہوگئی معصوم کچھ نہ رہا ذوالفقار سب کچھ ہوگئی جب کہ میں نے مصرع شروع ہی میں پڑھ دیا ''تلوار کاٹتی ہے مگر ہاتھ چاہیئے'' ذوالفقار فیصلے نہیں کررہی یہ تو ہاتھ فیصلہ کررہا ہے عدل کو علیؑ قائم کررہے ہیں کس کے ذریعے خدائی تلوار کے ذریعے تو یہ جواب دینا تھا کہ کربلا میں فتح نہیں ہوئی تو معاذ اللہ آپ نے حسینؑ کی شکست کو تسلیم کرلیا بے سمجھے بوجھے کہہ دینا، پڑھ دینا جب تک کہ فکر نہ قائم کی جائے کربلا میں ذوالفقار تھی گھبرائے آپ اس لیئے کہ اگر ذوالفقار تھی تو گئی کہاں کربلا میں سب کچھ لٹ گیا اِس کے معنی ذوالفقار بھی لٹ گئی یہ کیوں نہیں سوچتے کہ خدائی تلوار ہے اُسے کوئی لوٹ نہیں سکتا اُسے کوئی لے نہیں جاسکتا آپ کو یہ تلاش کرنا ہے کہ حسینؑ نے ذوالفقار کو محفوظ کہاں کیا اگر لائے ہیں تو محفوظ کہاں کیا تو کربلا میں آئی اُسے محفوظ کیا محفوظ یوں کیا کہ جب لڑائی تمام ہوئی تو ذوالفقار کو آسمان کی طرف ہاتھ کرکے چھوڑ دیا جس طرح اُتری تھی اِسی طرح پرواز کرتی ہوئی اُوپر گئی جبریلؑ نے ہاتھ میں لیا محفوظ کیا جب مدینے واپس بیٹا آیا تو ذوالفقار پیش کردی کیا پریشانی ہے اس میں آپ کو لانے والا جبریلؑ تھا، حفاظت کرنے والا بھی جبریلؑ تھا، دوبارہ پیش کرنے والا بھی جبریلؑ تھا، جب پہلی بار پیش کیا تھا تو اُس کا نام بھی علیؑ تھا، جب دوسری بار مدینے میں پیش کیا اُس کا نام بھی علی تھا تلوار علیؑ کے پاس ہی رہتی ہے حسنؑ اپنے وقت کے علیؑ، حسینؑ اپنے وقت کے علیؑ، سب علیؑ اپنے وقت کے سب علیؑ سب محمدؐ ہیں ان کے پاس رہے گی ذوالفقار، ذوالفقار کربلا میں آئی ہے کربلا میں اس لیئے آئی ہے کہ اللہ نے کہہ دیا قرآن میں کہ اس لوہے کے ذریعے سے ہم کو عدل کو قائم کرنا ہے سب سے بڑی دنیا کی عدالت کربلا تھی تو اس عدالت میں

ذوالفقار کو آنا ہے تا کہ فیصلہ حق و باطل کا آج ہوگا، آخری فیصلہ تو آج ہو رہا ہے اور آج ہی ذوالفقار مدینے میں رہ گئی فیصلہ یہاں ہوتا اِس لیئے ذوالفقار کو یہاں آنا ہے اور چلے گی اور اب رہ گیا یہ اگر آپ یہ مانیں گے کہ بے فتح کیئے نیام میں واپس گئی تو حسینؑ کی شکست کو تسلیم کریں گے حقیقی فتح تو کربلا میں ہوئی آپ کہیں گے کہ دلیل اب آپ دیکھ لیجئے بغیر نکلے ہوئے فتح کرتی ہے تو جب نکلے گی اور فتح نہ کرے یہ کیسے ہوسکتا ہے اب آپ دیکھئے اس پر ذرا توجہ دیجئے کہ نکلی اور چلی تو غور یہ کرنا ہے کس کس پے چلی اور کس پے نہیں چلی اب ظاہر ہے کہ معجزاتی تلوار ہے اللہ کی بھیجی ہوئی اور یہ تو بیکار بحث ہے کہ لوہے کی تلوار آسمان سے آگئی تو کیا کوئی فیکٹری تھی وہاں آسمان پر وہاں جنت میں کوئی اسٹیل مل تھی کہاں سے بن کے آگئی تو ہم کیا جانیں اللہ کہہ رہا ہے کہ لوہے کو ہم نے نازل کیا آسمان سے نازل کیا سورۂ حدید ہے، حدید کے معنی لوہا، قرآن میں خود اللہ کہہ رہا ہے ہم نے نازل کیا تو لوہا نازل کیا ہے تو کہاں ہے اسٹیل مل اللہ کے پاس جہاں سے نازل کرر ہا ہے تو آپ خود صحیح بخاری اور مسلم میں لکھتے ہیں کہ مہرِ نبوت لگائی ''ٹھپہ'' جبریلؑ نے لا کے نبیؐ کے دوش پر وہ لوہے کا بنا ہوا ٹھپہ تھا تو جس اسٹیل مل کا وہ بنا ہوا تھا ٹھپہ اسی کی بنی تھی وہ ذوالفقار طے تو ہو گیا کہ لوہے کی بنی ہوئی چیزیں وہاں سے آتی ہیں تو وہیں سے یہ بھی آئی بن کر اور اللہ نے بنا کر بھیج دیا تو اب آپ ہی بتایئے اللہ نے بھیجا ہے معجزاتی تلوار ہے اس میں معجزہ ہے اور ایک دو معجزے تھوڑی ہیں اِس کے یہ گھٹتی بھی ہے، بڑھتی بھی ہے، بجلی کی طرح چمکتی بھی ہے، میدانِ جنگ میں، باتیں بھی کرتی تھی یہ تو میں نے کہہ دیا کہ ''فقار'' یعنی دو زبانوں والی کہ جس کے زبان ہو وہ گونگی نہیں ہوگی تو تاریخ میں یہ ہے کہ بولتی تھی فاطمہؑ سے باتیں کرتی تھی علیؑ سے گفتگو کرتی تھی ہر معصومؑ نے ذوالفقار سے گفتگو کی ہے اور اب یہ سنائیں گے جو باتیں امام

حسینؑ سے کیں ذوالفقار نے کربلا میں اور معصوموں نے بھی باتیں کیں ہیں ذوالفقار سے، بولتی بھی تھی، گفتگو کرتی تھی، بیٹھتی تھی، اُٹھتی تھی، گھٹتی تھی، بڑھتی تھی، معصومؑ کا کہنا ہے کہ جو معجزہ عصائے موسیٰؑ میں تھا وہ سارے معجزے تھے ذوالفقار کے پاس، یہ ذوالفقار اژدہا بھی بن جاتی تھی یہ بھی ایک معجزہ ہے ذوالفقار کا، بیشمار معجزے ہیں ذوالفقار کے کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں تو اب آپ خود اس پر غور کیجئے کہ یہ معجزاتی تلوار جو معجزے دکھا رہی ہے اور علیؑ بتا رہے ہیں، مالکِ اشترؒ کہتے ہیں گنیئے کہ ہم نے آپ سے زیادہ قتل کیے تو علیؑ کہنے لگے بس کہ ٹھیک ہے ہوسکتا ہے تم نے ہم سے زیادہ مارے ہوں یہ لاشیں پڑی ہوئی ہیں کُشتوں کے پشتے پڑے ہوئے ہیں لیکن مالک تمہاری تلوار تو بس چلتی جاتی ہے۔ ہماری ذوالفقار دیکھ دیکھ کر چلتی ہے جس کی نسل میں جو مومن آنے والا ہے وہاں سے ہٹ جاتی ہے جس کی نسل میں منافق آنے والا ہے اُسے قتل کر دیتی ہے۔ یعنی آنکھیں بھی رکھتی ہے ذوالفقار، اور ایسی آنکھیں جو نسلوں کو دیکھے۔ یہ بھی کمال ہے ذوالفقار میں کہ دیکھ دیکھ کر چلتی ہے جہاں مومن آنے والا ہے اُسے بچا لیتی ہے، اُسی کو تو عدل کہتے ہیں اسلام میں عدل قائم کرتی ہے۔ ذوالفقار چل رہی ہے جس کی نسل میں مومن آنے والا ہے اُسے چھوڑ دیتی ہے جس کی نسل میں کافر آنے والا ہے اُسے قتل کر دیتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھنا پڑے گا کن قوموں پر چلی کن قوموں پر نہیں چلی۔ توجہ رکھیئے گا مکّے کے کافروں پر چلی، عرب کے کافروں پر چلی، خیبر کے یہودیوں پر چلی، خندق میں یہودیوں پر چلی، حنین کے مشرکوں پر چلی، عیسائیوں پر نہیں چلی، ایک عیسائی بھی ذوالفقار سے قتل نہیں ہوا بھئی ریسرچ ورک ہے اِس پر ذرا آپ حیران نہ ہوں سوچ لیں ذرا ذہن دوڑائیں نبیؐ سے کوئی لڑائی عیسائیوں کی نہیں ہوئی۔ کوئی لڑائی عیسائیوں سے ہوئی تو بتائیں، نہیں ہوئی، ایک ہی موقع ہے

ٹکراؤ کا اور وہ موقع کہاں ہے؟ مباہلہ اور خیبر میں یہودی ٹکرائے، مباہلے میں عیسائی، ذوالفقار چلی نہیں اور مباہلے میں میدان سر ہو گیا۔ کس نے فتح کیا نبیؐ نے علیؑ نے نبیؐ کے گھر والوں نے جیّت کس کی ہوئی؟ مسلمانوں کی، عیسائیوں کی نہیں ہوئی فیصلہ ہو گیا تو سوال یہ ہے کہ یہودیوں پر چلی عیسائیوں پر نہیں چلی سوال کیا بنا؟ یہودیوں کو کاٹا، عیسائیوں کو نہیں کاٹا واہ ری ذوالفقار ایک قوم پر چلتی ہے دوسری پر نہیں چلتی کوئی پوچھے ذوالفقار سے کہ یہودیوں پر کیوں چلی عیسائیوں پر کیوں نہیں چلی یہ بھی کمال ہے ذوالفقار کا حالانکہ اکثریت میں عیسائی ہیں یہودی اقلیت میں تھے لیکن اور کاٹ پیٹ کے اور قیمہ بنا کے اُن کو اقلیت میں کر دیا اور جو اکثریت میں تھے اُنھیں چھوڑ دیا تو نے ذوالفقار کہ وہ بڑھتے چلے جا رہے ہیں کہ ذوالفقار کہے گی کہ یہودیوں پر میں اس لیئے چلی کہ اُن سے کہلوا رہی تھی کہ عقیدے کو مان لو پیغمبر کی روحانیت کو مان لو، ان کے گھر والوں کو اور آل کی عظمت اور معجزے کو مان لو، یہودی مار کھائے جا رہا تھا، مار ہی مار لیکن مان کے نہیں دے رہا تھا اس لیئے چلنا ہے ان پر اور چلتے رہنا ہے اور عیسائیوں پر اس لیئے نہیں چلی کہ انھوں نے چہرے دیکھتے ہی عقیدے کو مان لیا، اگر یہ کہہ دیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں، یہ اگر کہہ دیں تو آسمان پھٹ جائے گویا اِن کی روحانیت کو عیسائیوں نے مان لیا عقیدے کو عیسائی نے مان لیا، مان کر واپس چلا گیا اس لیئے ذوالفقار اب ان پر کبھی نہیں چلے گی یعنی ذوالفقار یہ بتا رہی ہے کہ میں اُس پر چلتی ہوں جو عقیدے کو نہ مانے پتہ نہیں پہنچے آپ یا نہیں پہنچے وہاں تک، عقیدہ کسے کہتے ہیں عقیدہ آپ کا یہ ہے کہ پیغمبرؐ جو ہے وہ روحانی ہے جسمانی نہیں ہے، ہمارا پیغمبر ہمارا جیسا بشر نہیں ہے بلکہ یہ روحانی ہے مادّی نہیں ہے، مٹی کا بنا نہیں ہے یہ ہے آپ کا بنیادی عقیدہ آپ کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر معجزہ کھاتا ہے، آپ کا عقیدہ ہے کہ اُن کی اولاد

کے پاس معجزہ ہے آپ کا عقیدہ ہے کہ اُن کی اولاد اُن کی جانشین اُن کی وارث ہے یہ آپ کے عقائد ہیں۔ یہودی نے یہ سب نہیں مانا، یہودی نے کہا ہم انھیں پیغمبر نہیں مانتے، ہم ان کی آل کی روحانیت کونہیں مانتے، عیسائی نے کہا ہم پیغمبرؐ بھی مان رہے ہیں ہم اِنھیں روحانی بھی مان رہے ہیں اُن کی آل کے معجزات کو بھی مان رہے ہیں یہ اگر کہہ دیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں یہ اگر کہہ دیں تو طوفان آجائیں یہ اگر کہہ دیں تو آسمان پھٹ پڑے یعنی عیسائی نے اہلِ بیتؑ اور پیغمبرؐ کے عقیدوں کو مان لیا جو عقیدوں کو مان لیتا ہے اُس پر تلوار علیؑ کی نہیں چلتی جو عقیدے کونہیں مانتا اُس پر چلتی رہتی ہے، یعنی یہودیوں پر چلتی رہی اُن کو کاٹتی رہی اس لیئے کہ عقیدے کونہیں مان رہے تھے، روحانیت کونہیں مان رہے تھے مادّیت میں پڑے ہوئے تھے عیسائیوں نے روحانیت کو مان لیا بچ گئے ذوالفقار سے تو فیصلہ یہ ہوا۔ اب فیصلہ ہوگیا ذوالفقار نے عدل کردیا، جو عقیدے کے خلاف کام کرے گا اُس پر چلے گی اور جو عقیدے پر قائم رہے گا جو روحانیت پر قائم رہے گا اُس پہ نہیں چلے گی فیصلہ ہوگیا تاریخ کا فیصلہ ہے آپ بدل سکتے نہیں تو اب ایک حدیث میں سنادوں آپ کو تا کہ بات واضح ہو جائے یعنی امام مہدی علیہ السّلام ظہور کریں گے خانہ کعبہ میں آئیں گے اور جیسے ہی آئیں گے سامنے چالیس علماء ماتھوں پہ سجدوں کا نشان، قاریٔ قرآن، لمبی ڈاڑھیاں، سر پہ عمامے، دوش پہ عبائیں، سامنے راستہ روک لیں گے اور روک کر کہیں گے آپ کیوں آ گئے کیوں آئے ہیں آپ؟ ابھی ہم موجود ہیں واپس جایئے پردے میں دیکھئے لوگ کہتے ہیں وہ آتے کیوں نہیں وہ آئے تو آپ نے اُن کے ساتھ یہ کیا، یعنی چاہتے ہی نہیں واپس جایئے آپ آ کیوں گئے واپس جایئے ابھی تو ہم ہیں آپ کا دین چلانے کیلئے تو اب کسی بھی سوانح حیات میں ملاقاتِ امام کتاب ہے جتنی بھی کتابیں ہیں

ایران سے چھپی ہیں سب میں پڑھ لیجئے کہ سب سے پہلے ذوالفقار جن پر چلے گی وہ یہ علماء ہوں گے یعنی صدیوں کے بعد نکل رہی ہے اور مار کس کو رہی ہے مولاناؤں کو، چلی سب سے پہلے کس پر مولاناؤں پر کیوں چلی ہے مولاناؤں پر اس لیئے چلی ہے کہ عقیدے ان کے درست نہیں ہیں جن کے عقیدے درست نہیں اُن پر چلے گی۔ چلے گی نا، اُنھیں نہیں چھوڑے گی اور جب عقیدہ مانیں گے امام مان رہے ہیں ہم پر کیوں چلے گی۔ یعنی امام نہیں مان رہے تھے جبھی تو کہا کہ واپس جایئے آپ کی کیا ضرورت ہے اتنی جلدی کیوں آگئے آپ یہ اتنی مستند روایت ہے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ آپ کہیں گے کہ بھئی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چالیس علماء قرآن پڑھے ہوئے سجدوں کے نشان اور وہ امام سے ہم کلام، کیا کریں لکھنے والوں نے لکھا ہے معصوم نے ہمیں بتایا ایسا ہوگا، امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ میرے بیٹے کے ساتھ ایسا ہوگا میری قوم کے علماء راستہ روکیں گے اور کہیں گے واپس جاؤ اور میرا بیٹا اُن سب کو قتل کردے گا تو آپ کو حیرت کیوں ہوتی ہے اب آپ خود دیکھ لیجئے عقائد میں جتنے جھگڑے ہوتے ہیں بس بنیاد میں یہ دیکھ لیجئے کہ یہ فساد کون کرا رہا ہے آپ خود دیکھ لیجئے جہاں سے بھی آواز آئی کہ علیؑ ولی اللہ کلمے سے نکال دو، اذان سے اور اقامت سے بھی کس نے کہا ہے؟ پوری قوم نہیں علما کہہ رہے ہیں امام عصرؑ کے مقابل یہ علماء جو آئیں گے یہ عمامے پہنے ہوں گے اہلِ سنّت کے علما تو انگو چھا ڈالتے ہیں روایت میں یہ لکھا ہونا چاہیے تھا کہ جو چالیس آئیں گے انگو چھا ڈالے ہوئے آئیں گے، دوپلّی ٹوپی لمبا کرتا پہنے ہوں گے لیکن روایت میں یہ ہے کہ عَبا قبا اور عمامہ، اُن کے نہیں ہمارے اپنے ہوں گے تو پہلے اپنوں کو درست کرو غیروں کی کیا بات کرتے ہو شر اُدھر سے نہیں ہوتا شر اِدھر ہے جتنے کہیے اُتنے ہم آپ کو ثبوت دے دیں۔ فساد وہ نہیں

کرتے، آپ مجلس کر رہے ہیں آپ اپنے گھر میں بیٹھے ہیں اپنے عزاخانے میں اُنھیں کوئی اعتراض نہیں ہے اُنھیں بالکل اعتراض نہیں ہے اُنھوں نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا اعتراض اپنوں کو ہوتا ہے اعتراض اپنے کرتے ہیں شر اپنے پھیلاتے ہیں کتنے ثبوت چاہیے ہیں آپ کو صفّین میں ڈیڑھ لاکھ کا مجمع تھا اُس طرف نوّے ہزار کا مجمع تھا علیؑ کے ساتھ لڑائی ہو رہی ہے تو ایک لشکر معاویہ کا ہے ایک لشکر علیؑ کا ہے ذوالفقار علیؑ کی چل رہی ہے فیصلے کر رہی ہے ایک بار اچانک ذوالفقار کے مقابل پر قرآن آ گیا آیت میں کہا ہے قرآن اور تلوار دو چیزیں ہم نے نازل کیں، معاویہ نے کیا کیا ذوالفقار کے مقابل نیزے پر قرآن لٹکا دیئے علیؑ اُس وقت خیمے میں تھے مالکِ اشتر تلوار لے کر اُس کے خیمے تک پہنچ چکے تھے اور سردار کے سر پر تلوار ہے ایک قتل ہوا ایک تلوار چلی ایک بار علیؑ کا پیغامبر پہنچا مالک واپس آ جاؤ یہ ہے صفّین کی تاریخ مالکِ اشترؒ واپس آ جاؤ کہا اِس وقت یہ تو ختم ہونے والا ہے اور حکمِ امام ہے کہ واپس آ جاؤ معرفت تھی تلوار نیام میں رکھی ورنہ مار کے کہتے چلو واپس یہ مالکِ اشترؒ نے معرفت بتائی کہ امام کی معرفت کیا ہے کہ بس تلوار چلنے والی ہے اور نیام میں آ گئی حکم آ گیا واپس آ گئے جیتی ہوئی جنگ اچانک رُک گئی واپس آ گئے اب جو واپس آئے تو مالکِ اشترؒ نے پوچھا مولاؑ کیا بات ہے واپس کیوں بلا لیا فتح میں تو بس ایک لمحہ کا فاصلہ تھا کہا مالک تم ادھر لڑ رہے تھے یہاں دیکھو تیرہ ہزار آدمیوں نے مجھے گھیر لیا ہے تلواریں مجھ پر نکال لیں اور کہہ رہے ہیں علیؑ مالکِ اشتر کو واپس بلاؤ ورنہ تمھیں قتل کر دیں گے نوّے ہزار کا علیؑ کا لشکر سب علیؑ ہی کے تو تھے یہ تیرہ ہزار کہاں سے نکل آئے بھئی ابھی تک تو لشکر نظر آ رہا ہے یہ شعیان علیؑ ہیں یہ شعیانِ فُلاں ہیں لڑائی ہو رہی ہے یہ اچانک انھیں شعیانِ علیؑ میں سے تیرہ ہزار تلوار لے کر امام پر کیسے چڑھ دوڑے، تو پتہ چلا کہ تیرہ ہزار علیؑ کے سامنے علیؑ پر تلوار

لے کر کھڑے ہو گئے اب تو علیؑ نہیں ہیں عقیدوں کی تلوار نکال کر علیؑ کے خلاف اگر کھڑے ہوئے ہیں تو حیرت کیا ہے کیا حیرت ہے آپ کو ہر قوم میں منافق ہوتے ہیں یہ کیسے مان لیا کیا آپ کی قوم منافقوں سے پاک ہے اگر پاک ہے تو یہ لفظ آپ کیوں استعمال کرتے ہیں کہ ارے صاحب وہ بڑے منافق ہیں، ارے کلمہ گو ہیں علیؑ ولی اللّٰہ کہتے ہیں آپ نے منافق کہا کیوں ہم تو کہیں گے اُنھوں نے ہمارے ساتھ منافقت کی تھی پتہ چلا اپنے ذاتی مسائل میں تو دوست کو فوراً کہہ دیتے ہیں منافق ہے وہ ذاتی مسئلہ ہے دینی مسئلہ تو ہے نہیں ذاتی میں چاہیں آپ جتنی گالیاں اپنے دشمن کو دے لیجئے عقیدوں کے دشمنوں کو منافق نہ کہیئے کیوں نہ کہیئے دشمنوں کو ہم منبر سے برا نہ کہیں تو ہم غیروں کی بات ہی نہیں کرتے ہم غیروں کو برا کہتے ہی نہیں ہم تو اپنوں کو کہتے ہیں مجلس ہو رہی ہے تو ٹکراو ہو گیا رشتہ داری ہے اِن کی بڑی رشتہ داری ہے یہ بڑا ادب کرتے ہیں تراویح کا اور قرآن کا اور ہم تو مسلمانوں کے جذبات کا خیال ہی نہیں کرتے گویا ہم جو ہیں وہ شر پسند ہیں ہمارے دل میں ہمدردی ہے ہی نہیں انسانیت ہے ہی نہیں ہم تو چنگیز خان ہیں ہم تو ہلاکو ہیں ہم سے جل رہے ہیں مر رہے ہیں، مریضوں کو نیند نہیں آ رہی، موت آئے جا رہی ہے ہم لوگ جیئے جا رہے ہیں اور یہ جورات کو رمضان میں دو بجے جمعۃ الوداع کے دن کھیلو کھیلو جلوس نکلا یہ جو میدان ٹیں رمضان کو رات کو آپ نے جمعۃ الوداع کو رخصت کیا رو کر رخصت کرو، آپ نے کھیل کھیل کر رخصت کیا یہ غیر کھیل رہے تھے یا آپ کھیل رہے تھے ثابت کر دیجئے مجھے کس کے گھر کے بچے تھے جو کھیل کہ جمعۃ الوداع کو رخصت کر رہے تھے اب نہ تراویح ٹکرائی نہ امام باڑے کی مجلس ٹکرائی حد ہے کہا اپیل کی گئی کہ آج نوچندی کا ماتم نہیں ہو گا کھیل رہے ہیں آپ خود دیکھیئے ہر جمعرات کو ماتم ہوتا ہے اب کی جمعرات کو کیوں نہیں ہوا

کھیل کا لاوڈ اسپیکر کھلا ہوا تھا کمنٹری ہو رہی تھی، کمنٹری جب ہوتی ہے تو کمنٹری کے احترام میں یا حسینؑ نہیں ہوگا ہم ڈسٹرب ہوں گے ارے تمہارا کیا ایمان، کیا عقیدہ، تو تم تراویح ہی کے ہمدرد ہو اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر تم تراویح کے ہمدرد ہو تو ہم یا حسینؑ کے ہمدرد، تم تو اپنی مستی کے طرفدار ہو تم تو اپنی عیاشی کے طرفدار ہو دین سے کوئی واسطہ نہیں ہے تو آپ کا اپنا محلّہ آپ تو کہتے ہیں کہ یہاں تو سب ہمارے ہیں، سب آپ کے ہیں تو یہ غلط کام آپ کے محلے میں کیوں ہوتے ہیں کاہے کے لیئے ہوتے ہیں تو پتہ چلا کہ اپنوں میں بھی منافق ہوتے ہیں اب یہ دوسری بات ہے کہ اُنھیں کہہ دو تو برا مان جائیں گے کانے کو کانا کہا برا مان جائے گا۔ اندھے کو اندھا کہا تو برا مان جائے گا لنگڑے کو لنگڑا کہا تو برا مان جائے گا حرام زادے کو حرام زادہ کہا تو برا مان جائے گا یہ ہوتا ہی ہے تو چودہ صدیوں سے ہو رہا ہے اور ہوتا چلا آ رہا ہے اس میں کوئی پریشانی کی بات نہیں اب یہ کہ ہم نے کہہ دیا برا مان گئے تو اب آپ کاہے کے لیئے یہ سوچ کر بیٹھ گئے کہ یہ چالیس کہاں سے آگئے اور زیرِ ذوالفقار آ گئے تو ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہم منع بھی نہیں کرتے ہم نہ ہی تقریر کرتے کہ یہ نہ کرو نہ کرو ہم کیوں کہیں کہ رات رات بھر شہادتوں کے موقعوں پر لوگ ٹی وی چلاتے ہیں ڈرامے دیکھے جاتے ہیں آوازیں پوری پوری کھلی ہوتی ہیں نیند بھی خراب ہوتی ہے شہادت کا احترام بھی نہیں ہوتا ہم کیوں کہیں بس ہم اس لیئے نہیں کہیں گے کہ ہم اگر کہیں کوئی مجلس کریں عزا خانے میں تو وہاں ہم کو جملے سننے کو نہ ملیں ہم یہ سب سننا نہیں چاہتے ہم کیوں سننا نہیں چاہتے اس لیئے کہ ایک تو ہم کبھی کبھی یہ محفلیں منعقد کرتے ہیں اور ہمارا مقصد بزنس اور تجارت نہیں ہے ہم صرف عقائد کی اصلاح روحانیت کی دلیلیں اور معرفتِ امام کی گفتگو کرتے ہیں جو یہاں آ گیا اُس کے دل سے پوچھیئے کہ اُس نے کیا

سنا اور کیا مانا جونہیں آیا اُس نے یہ کوثر کا جام پیا ہی نہیں اُس کو مزا معلوم نہیں جب اُس کو مزا نہیں معلوم تو وہ اس کے خلاف ہی کرے گا تو ذوالفقار کربلا میں تھی تقریر ختم ہوگئی وقت بھی ختم ہوگیا۔ جب آواز آئی کہ بس اے حسینؑ بس حسینؑ نے نیام میں تلوار رکھ دی اور اس کے بعد ذوالجناح سے مخاطب ہوئے تو سارے تبرکات ذوالجناح پر رکھ دیئے عمامہ، لباس، حمزہ کی سپر، جعفر کی تیر و کمان گھوڑے پر رکھ دیں اور کہا یہ درِ خیمہ پہ لے جا اور تجھے امام بتائے گا کہ تجھے کہاں پہنچانا ہے روایت میں یہی ہے کہ جبریلؑ نے محفوظ کیا تمام تبرکات کو روحانیت کو ماننا نہ ماننا نیت پر ہے آپ جتنی منزلیں روحانیت پر پہنچتے جائیں گے اُتنی ہی یہ باتیں آپ کی سمجھ میں آتی جائیں گی، جبریلؑ گئے نہیں تھے وہیں موجود تھے اور وہ امین تھے ان چیزوں کے امانتوں کو محفوظ کرنا تھا، تلوار کربلا میں آئی اور نکلی اور یوں نکلی کہ جب حسینؑ چلے اور خطبہ دے چکے تو ایک بار پہلو سے رونے کی آواز آئی دائیں جانب دیکھا، بائیں جانب دیکھا اب جو دیکھا تو ذوالفقار کے رونے کی صدا تھی، سبب پوچھا کہ ذوالفقار تیرے رونے کا سبب کیا ہے، عجیب جملہ کہا ذوالفقار نے کہ مولا میں آسمان سے نصرتِ اسلام کے لیئے آئی تھی میں اُحد میں چلی، خندق میں چلی، حنین میں چلی، جمل و نہروان و صفیّن میں چلی لیکن کیا میری تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ علی اصغرؑ کی قبر مجھے بنانا پڑے گی میں اس لیئے رو رہی ہوں کہ ننھے بچّے کی قبر میں نے بنائی اصغرؑ کی قبر ذوالفقار سے کھودی گئی، کیا میری تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ میں یہ منظر دیکھوں گی اب برداشت نہیں ہوتا ششماہہ بھی دفن ہوگیا اب مجھے کھینچئے اور میری نصرت کو قبول کیجئے تو مولاؑ نے کہا اچھا ذوالفقار اب ہم تیری نصرت کو قبول کرتے ہیں یہ کہہ کر ذوالفقار کو کھینچا اب جو ذوالفقار چلی اب آپ بتائیں کہ اگر عام تلوار تھی تو اس کا فرق اور اگر ذوالفقار تھی تو یہاں پر دیکھئے اور وہ یوں دیکھئے کہ شام کے بھرے ہوئے دربار

میں یزید نے جب شمر سے پوچھا کہ لڑائی کیسے شروع ہوئی کیونکر ختم ہوئی تو نے میدان کیسے فتح کیا تو اُس نے کہا کہ مٹھی بھر لوگ تھے تھوڑے سے لوگ تھے ہم نے دوپہر کو لڑائی شروع کی اور دن ڈھلتے ڈھلتے ہم نے جیت لیا سب کو قتل کر دیا ایک نہیں بچا اور یہ قیدی ہم لے آئے اور وہ کیا لڑتے تین دن کے بھوکے پیاسے تھے کچھ دیر تک لڑتے تھے میدان میں آ کر پھر ہم مار دیتے تھے تھوڑی سی دیر میں ہم نے سب کو مار دیا اب آپ بتایئے کہ شمر کو جواب کون دے جو کچھ یزید سے کہا ہے ایک بار آپ کی شہزادی زینبؑ اُٹھ کر کھڑی ہو گئیں اور کہا جھوٹا ہے تو شمر تو جھوٹ بولتا ہے میں تجھ سے پوچھتی ہوں اے یزید اتنا بڑا تیرا لشکر گیا تھا کتنے لاکھ کا لشکر گیا تھا تجھے تعداد پتہ ہے کہ تو کوفہ، شام، رے اور بصرے سے سپاہ گروں کو جمع کر کے لاکھوں کا لشکر چڑھائی کر کے میرے بھائی کے خلاف بھیجا تھا تجھے تعداد معلوم ہے اب بُلا اپنے جاسوس کو اپنے پرچہ نویس کو اب اُس سے پوچھ وہ لشکر کی تعداد لکھ رہا تھا کہ اتنے ہزار یہ لایا۔ اتنے ہزار لایا اتنے ہزار یہ لایا، ذرا یہ بتا کہ گیارہ محرم کی صبح کو اُس میدان میں جہاں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی چاروں طرف لشکر پڑا تھا جب تیرا لشکر واپس ہوا گیارہ محرّم کی صبح کو تو پرچہ نویس نے تعداد کیا لکھی یہ تو بتا دے جس میں دس ہزار تھے اُس میں گیارہ بچے تھے جس میں بائیس ہزار تھے اُس میں دو بچے تھے، جس میں تیس ہزار تھے اُس میں ایک بچا تھا یہ بتا کہ تیری یہ تعداد کہاں گئی کتنا لشکر کربلا سے واپس لایا ہے وہ لاکھوں سپاہی تیرے کہاں چلے گئے کہا سن میرے بھائی نے اتنا مارا، اتنا مارا، اتنا مارا کہ گھروں میں جا کر نکل کر شام کے ایک ایک گھر میں جا کر دیکھ صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے کون سا گھر ہے جہاں رُلائی نہیں ہو رہی ہے کس کو چھوڑا کوفے کا کون سے گھر ہے جس کے ایک آدمی کو میرے بھائی نے نہ مارا ہو، زینبؑ نے بتایا کہ جب ذوالفقار نکلی تو فتح کیے بغیر واپس

نہیں گئی یہ بات ہے دربارِ شام کی جہاں شہزادی زینبؑ نے دلیل دی اب اس دلیل کو کامل کیا شہزادیؑ زینبؑ نے اور قدرت نے چاہا کہ بیان کامل ہو جائے اور یہ وہ وقت ہے کہ حضرت زینبؑ کے شوہر عبداللہ ابنِ جعفر سیّد سجادؑ کے پاس آئے اور کہا کہ بیٹا تمہاری پھوپھی واپس آ گئیں لیکن اب تک اپنے گھر نہیں آئیں گھر کب آئیں گی تو کہا اچھا میں عرض کروں گا گھر میں گئے کہا پھوپھی امّاں عبداللہ ابنِ جعفرؑ چچا آئے تھے کہتے تھے کہ تمہاری پھوپھی اپنے گھر نہ آئیں گی شہزادیؑ نے کہا بیٹا تم امامِ وقت ہو تم کہتے ہو تو میں جاؤں گی سر پہ چادر ڈالی اپنے گھر کی طرف چلیں اب جو پہنچی دروازہ کھولا وہ زینبؑ جو عونؑ و محمدؑ کے لاشے پر نہ روئیں جو سروں کو دیکھ کر نہ روئیں جو دربار میں سر پیٹ کر نہ روئیں، قید خانہ شام میں سر آنے پر نہ روئیں، جو مدینہ واپس آنے پر بچوں کو نہیں پکارتیں آج پہلی بار خالی گھر میں آئیں تو برداشت نہ ہوا خالی حجرے نظر آئے تو سینے پر ہاتھ رکھا وہیں بیٹھ گئیں اور ایک بار آواز دی عونؑ و محمدؑ میرے بچوں گھر میرا ویران ہو گیا میرے گھر میں سناٹا ہو گیا میرے بچوں ماں پکار رہی ہے ایک بار بیٹھ کر صحنِ خانہ میں رونے لگیں دروازہ کھلا شوہر آ گئے پوچھا تو کون ہے ضعیفہ کہیں اور جا کر رو۔ یہ عبداللہ ابنِ جعفرؑ کا گھر ہے یہاں بدشگونی نہ کر مضطرب ہو کر چہرے پر سے بالوں کو ہٹا کر کہا عبداللہ کیا زینبؑ کو نہ پہچانو گے۔ وہیں بیٹھ گئے کہا چہرہ پہچانا نہیں جاتا شہزادی زینبؑ یہ رنگ کیسا ہو گیا جب آپ گئی تھیں ایسی تو نہ تھیں کہا جس پر اتنی مصیبتیں پڑی ہوں اُس کا چہرہ کیا پہچانا جائے گا، اٹھارہ جنازے جوانوں کے خاندان کے زینبؑ نے دیکھے بے غسل و کفن اُنھیں چھوڑنا پڑا یہ سننا تھا کہ ایک بار بیٹھ گئے زمین پر اور پھر کچھ پوچھنا چاہا تو بے اختیار شہزادی زینبؑ نے کہا ان باتوں کو چھوڑو یہ بتاؤ کہ مجھے کیوں بلایا ہے میں سمجھ گئی تم نے کیوں بلایا ہے تم ایک بہادر ہو نا تم یہ سوچتے ہو کہ میرے بیٹے

بھی بہادر ہیں تم نے مجھے پوچھنے کے لیئے بلایا ہے کہ عونؑ ومحمدؑ لڑے کس طرح تو ہاتھ باندھ کر کہا نہیں شہزادیؑ آقا کے ذکر میں غلاموں کا کیا ذکر میں نے تو اس لیئے بلایا ہے میرا بھائی حسینؑ بڑا بہادر تھا بتاؤ اے شہزادیؑ میرا بھائی کربلا میں کیسے لڑا کہا ہاں بتاؤں گی صرف میں دیکھ رہی تھی بھائی لڑ رہا تھا میں درِ خیمہ سے پردہ اٹھائے بھائی کو دیکھ رہی تھی ایک بار جو حملہ کیا آستین چڑھا کر لگتا تھا شیر آیا ہے، ہر حملے پر کہتا جاتا تھا یہ ذوالفقار کی مار ہے، جس کے جوان کو مارا اُس کی جنگ دیکھو، جس کے تیس برس کے بھائی کو مارا اُس کی لڑائی دیکھو، تین دن کے پیاسے کی لڑائی دیکھو، کربلا کی زمین ہل رہی تھی سپاہی بھاگ رہے تھے لاشے گر رہے تھے میرا بھائی لڑ رہا تھا الامان کی صدائیں الامان کی صدائیں، بارِالٰہا اس عبادت کو قبول فرما ہمیں کوئی غم نہ دینا سوائے غمِ حسینؑ کے۔

تاریخِ ذوالفقار

تاریخ ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

(دوسرا حصہ)

ڈاکٹر علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لئے

مجالسِ تفسیرِ قرآن کی چھبیسویں تقریر آپ حضرات سماعت فرمارہے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق آج بھی شبِ قدر ہے اور تمام مسلمان آج شبِ قدر منائیں گے۔ اخبارات میں بھی آج مضامین شائع ہوئے ہیں شبِ قدر سے متعلق ذرا آج وضاحت ہوجائے۔ بیشمار حدیثیں مضامین لوگوں نے لکھے ہیں مختلف اسلام کے راویوں کے حوالے سے اُس میں ابو ہریرہ بھی ہیں انس بن مالک بھی ہیں ازواجِ رسولؐ بھی ہیں دیگر اصحابِ رسولؐ ہیں لیکن ایسی جب کبھی کوئی دینی گفتگو ہوئی ہے قرآن اور حدیث کے حوالے سے تو حیرت ہوتی ہے کہ آخر کوئی حدیث مولائے کائنات کے حوالے سے کیوں نہیں بیان ہوتی حسنؑ اور حسینؑ کے حوالے سے کیوں نہیں ہوتی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نعرہ کہ ہم اُنھیں مانتے ہیں اُس کے باوجود ہم اُن سے کچھ لیتے نہیں یا تو یہ ضد ہے اور یا جان کر ایسا کیا جاتا ہے کہ جو زیادہ نام لیتے ہیں اُنھیں چڑھایا جائے جب ایسی منزل آتی ہے تو ہم اپنوں سے یہی کہا کرتے ہیں کہ

غیر اس بات پر اتر آرہے ہے کہ ہم تمہارے والوں کے نام نہیں لیں گے اور ہمارے والوں کا یہ حال ہے کہ نہ ہم اپنے والوں کا ذکر کریں گے نہ غیروں کا ہونے دیں گے تو یہ سوچنے والی بات ہے کہ اعتراض ہماری والی قوم کو نہیں کرنا چاہیئے کہ کیا پڑھا گیا اور کیا نہیں پڑھا گیا اس لیئے کہ جو پڑھا گیا وہ ذمہ داری سے پڑھا جاتا ہے اس لیئے بے جا اعتراض لوگوں کا اب فضول ہے آپ غور کیجئے کہ شبِ قدر کے بارے میں جو حدیثیں آج کے اخبار میں چھپی ہیں اُس میں ابنِ عباس کا حوالہ ہے اور سارے مسلمان یہ مانتے ہیں کہ ابنِ عباس علی کے شاگرد تھے شاگرد کے حوالے دیئے گئے ہیں لیکن استاد کے حوالے نہیں ہیں۔ تو اس سے ہم کیا اندازہ لگائیں اور جب کہ استاد جو ہے تمام عالمِ اسلام کا بلا اختلاف خلیفہ ہے بغیر کسی اختلاف کے تو اب آپ خود دیکھیں کہ ابنِ عباس سے ایک حدیث ہے جو آپ نے فرمائی اُن سے پوچھا گیا کہ شبِ قدر رمضان کی کونسی شب ہے تو اُنھوں نے کہا کہ لیلۃ القدر میں نو حروف ہیں اور پورے سورہ میں لیلۃ القدر تین بار آیا ہے تو نو کو تین سے ضرب دے دو نو تیا ستائیس تو ستائس جو ہے وہ شبِ قدر ہے اُسی کے ساتھ ایک اور حدیث ہے کہ حضوؐر ایک دن رمضان میں گھر سے نکل کر مسجد میں آگئے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا جو لڑ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں تو تم لوگوں کو یہ بتانے آیا تھا کہ شبِ قدر کب ہوتی ہے لیکن تم لوگ لڑائی میں لگے ہو یہاں حدیث ختم ہوگئی تو آگے ایک نوٹ ہے اس کے معنی وہ پچیس رمضان تھی اور اُسی دن حضوؐر بتانا چاہتے تھے کہ آج شبِ قدر ہے چونکہ مسلمان لڑ رہے تھے اس لیئے تاریخ نہیں بتائی یعنی بے سرو پا باتیں ہیں یہ بے سرو پا واقعات جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تو اس لیئے کہتے ہیں کہ معصوم کی جو حدیث ہوتی ہے وہ اتنی کانٹے کی ہوتی ہے کہ اُس میں سے کوئی خامی نہیں نکال سکتا تو ایک ہی مضمون پر مختلف مضمون نگار اور بیشمار

تاریخیں بتا رہے ہیں اور پھر اُنھی مضامین میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ شبِ قدر بتا ہی نہیں گئی اور چھپا اس لیئے دی گئی کہ پہلی رمضان سے مسلمان اُسے تلاش کرنا شروع کریں اگر بتا دی جاتی تو اُسی دن عبادت کرتے پورے مہینے عبادت نہ کرتے تو پہلے ہی یہ طے کرلیا کہ بتائی ہی نہیں گئی اس کے بعد طے کرلیا گیا کہ شاید پچیس ہے یا ستائیس ہے، تو بے ربط باتیں اُس میں جو سب سے بڑی بے ربط بات ہے جس کے لیئے میں تمہید میں اتنی زحمت دے رہا ہوں وہ یہ ہے کہ سورۂ قدر کا جو ترجمہ کیا ہے اور تفسیر کی گئی ہے اُسے آپ پڑھیں تو اس میں یہ ہے کہ شبِ قدر میں جبریلؑ امین فرشتوں کو لے کر اُترتے ہیں زمین پر آسمان سے اُترتے ہیں جبریلؑ فرشتوں کو لے کر سمجھے آپ کس پر اُترتے ہیں اَمرِ رب لے کر کس پر اُترتے ہیں تمام مومنین پر تمام مسلمانوں پر جو عبادت میں لگے رہتے ہیں اُن پر فرشتے اترتے ہیں اور صبح تک اُن سے کہتے رہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو، اُن پر سلام کرتے ہیں مومنین پر جبریلؑ اور ملائکہ سلام کرتے ہیں پھر اُن پر جو مسجد میں لگے ہوئے ہیں اُن پر سلام کرتے ہیں تو اب آپ اس پر غور کیجیئے اور یہ بھی ہے کہ وہ فرشتے پہلے مصافحہ کرتے ہیں مومنین سے اور اس کے بعد کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو ہم سلام کرنے آئے ہیں تو مسلمان جو عبادت میں لگے ہیں شبِ قدر میں اُن پر تو سلام کر رہے ہیں فرشتے آلِ محمدؐ پر سلام نہیں ہوتا غور کیا آپ نے مسلمان جو نماز پڑھے اُس پر تو سلام کرتے ہیں فرشتے اور دوسری بات یہ کہ مصافحہ کرتے ہیں یہ کہاں سے آیا کیا دیکھا گیا ہے کہ مصافحہ کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ مصافحہ کرتے کسی نے دیکھا نہیں اور یہ طے ہے کہ مصافحہ کرتے ہیں تو جو چیز دکھائی نہیں دے رہی اُس کا رابطہ بہر حال مسلمانوں سے قائم ہے اور ہر سال قائم رہتا ہے تو اگر ہمارا امام دکھائی نہیں دیتا اور اُس کا رابطہ ہم سے ہے دراصل یہ باتیں عدل سے ہٹی ہوئی ہیں راہِ عدل سے ہٹا رہی ہیں

اور قرآن نے یہ کہا کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں راہِ عدل سے ہٹانہ لے تو ایک قوم کی دشمنی میں ایک قوم کی دشمنی میں سب راہِ عدل سے ہٹ گئے۔ یہ مجالس اس لیئے ہوتی ہیں کہ مسلمانوں کے تمام فرقے عدل کی راہ سے ہٹ گئے ہیں ہمارے شیعہ جو ہیں وہ عدل سے ہٹنے نہ پائیں اس لیئے مجلسیں ہوتی ہیں اور ان محفلوں کا مقصد یہ ہے کہ عدل پر قائم رہیں کلمہ گو ہیں صاحبِ ایمان ہیں بس عدل سے نہ ہٹنے پائیں عدل کی ضد ہے ظلم اور ظلم کے معنی ہیں مناسب چیز کو اُس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا جس طرح انگوٹھی میں نگینہ جڑا ہوتا ہے زیورات میں نگینے جڑے ہوتے ہیں بالکل اسی طرح اسلام کی انگوٹھی میں ہمارے عقیدے جڑے ہوئے ہیں اگر اُن کو ہٹا کر اِدھر سے اُدھر کر دیا تو ترتیب بدل گئی تو اِسی کو ظلم کہتے ہیں جب ظلم آیا تو عدل ختم ہوا اِسی عدل کو برقرار رکھنے کیلیئے ذکر ہوتا ہے بار بار کہیں ایسا نہ ہو کہ عدل کا عنصر ختم ہو جائے اور ظلم آ جائے ہماری فکر میں یہ ہے مقصد ہماری ان محافل اور مجالس کا اب اِس کی بھی کوئی مخالفت کرے تو اُس کو ہم کیا کہیں سوائے اِس کے کہ وہ ظالم ہے اور راہِ عدل سے ہٹ گیا ہے اور کل جیسا کہ میں نے ذکر کیا تھا کہ رمضان المبارک میں کھیل ہوئے ٹورنامنٹ ہوئے اور اُس کا نام تھا رمضان المبارک ٹورنامنٹ اور آپ یہ دیکھئے کہ ٹورنامنٹ سادات کلب کی طرف سے سونے پر سہاگہ سیدوں کی طرف سے رمضان کا تحفہ ٹورنامنٹ اور پھر جلوس ڈانس اور گانہ جیتنے کے بعد اس محلے میں ٹورنامنٹ ہوا انھی گلیوں میں جلوس نکلا لیکن کسی مسجد کے نمازی نے اُٹھ کر یہ نہیں کہا کہ یہ تم رمضان کی توہین کر رہے ہو، لفظِ سادات کی توہین کر رہے ہو، اللہ اور نبیؐ کا مذاق اڑا رہے ہو اور تفسیرِ قرآن کے پروگرام کی مخالفت مسجد میں پہلی رمضان سے ہو رہی ہے۔ اور یہ تک کہا گیا مسجد میں کہ اِس پروگرام کو ختم کرنے کیلیئے لڑکوں کو بھیج کر پتھراؤ کرادو یہاں پتھراؤ کرادو لیکن جہاں

کھیل ہورہا ہے وہ ہونے دو کیوں؟ اس لیئے کہ کھیل اُن سے نہیں ٹکراتا، یہ اُن سے ٹکرا رہا ہے یعنی یہ ذکر اُن کے کرداروں کو کھول رہا ہے اور کھیل اُن کے کرداروں پر پردہ ڈال رہا ہے۔

مسئلہ ہے عدل کا اسی طرح آل محمدؑ نے عدل کو قائم رکھا، آلِ محمدؑ سے معاشرے کو دشمنی اِسی لیئے تھی کہ جو شراب پی رہا تھا یزید اور اُس کا باپ اُس سے دشمنی نہیں تھی عرب والوں کو اور جو نیک کام کررہے تھے اُن سے دشمنی تھی اس لیئے کہ نیکی والوں کے ذکر سے ہمارا کردار واضح ہوتا تھا اور جو شرابیں پی رہے تھے اُن کی وجہ سے اُن کے کردار پر پردہ پڑ رہا تھا اس لیئے اُس کی طرف داری کررہے تھے آلِ محمدؑ سے دشمنی کررہے تھے اِسی کو کہتے ہیں عدل سے ہٹ جانا اور رہ گیا یہ کہ میں دلیل سے ہی بات کرتا ہوں آج میں کتاب دیکھ رہا تھا تو امام حسن علیہ السّلام کا ایک واقعہ اور اتفاق سے یہ واقعہ نظر سے گزرا کتاب ہے ''معرفتِ امام حسنؑ'' اور ابھی چھپ کے آئی ہے اس میں سے ایک ٹکڑا میں پڑھ کے آپ کو سنائے دے رہا ہوں اور یہ سن لیجئے اور وہ بزرگ جو اس پروگرام کی مخالفت کررہے تھے اُن تک یہ بات پہنچا دیجئے کہ حق کی مخالفت کرنا عدل سے ہٹ جانا ہے اور یہاں کام ہوا اُس کی مخالفت کرو اور وہاں جاکر تبلیغ کرو اور سمجھاؤ یہ ہمارا معصوم دوسرا امام کہہ رہا ہے رمضان المبارک میں امامِ حسنؑ کا گزر چند لوگوں کی طرف سے ہوا جو کھیل رہے تھے اور بُری طرح ہنس رہے تھے تو آپ اُن کے پاس کھڑے ہوگئے اور فرمایا یقیناً خدا نے ماہِ رمضان کو لوگوں کے درمیان مقابلے کے لیئے بنایا تاکہ وہ خدا کی اطاعت کے ذریعے خدا کی خوشنودی کے حصول کیلیئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں سو کچھ لوگ آگے بڑھ گئے اور وہ کامیاب ہوئے جب کہ دوسروں نے کوتاہی کی اور نا اُمید ہوئے، انتہائی تعجب ہے آج کے دن ان لوگوں کے ہنسنے اور کھیلنے پر

کہ جس دن نیک کام کرنے والوں کوتو بے پناہ ثواب دیا جارہا ہے اور بیہودہ لوگ سخت گھاٹا اٹھا رہے ہیں خدا کی قسم اگر پردے اُٹھادیئے جائیں تو سب جان لیں گے کہ نیکو کار اور کامیاب وہ ہیں جو آج نیکیوں کے کاموں میں مشغول ہیں اور بدکار خود اپنی بدکاریوں میں گرفتار ہیں یہ ہے کتاب معرفتِ امام حسنؑ کا ٹکڑا، تاریخ سے مل گیا رمضان میں کھیلنے والوں کو امام نے بدکار کہا ہے اور نیک کام کرنے والوں کو نیکوکار کہا ہے اور دونوں کا فیصلہ بھی بتادیا، ثبوت میں نے دے دیا اب اگر مجھ پر اعتراض ہو کہ مجلس میں مَیں نے اُن پر تنقید کی ہے تو بتادیجئے گا کہ کتاب کے حوالے سے میں نے ثابت کر دیا اور یہ موجود ہے کتاب خود آکر دیکھ لیں۔ کل تقریر کا موضوع ذوالفقار تھا اور چونکہ نامکمل رہا موضوع اس لیئے اس کو آج ہم کامل کر رہے ہیں اور تمہید سے ربط یہی ہے کہ ذوالفقار نے عدل کو قائم کیا اور ذوالفقار اس لیئے اُتاری گئی تھی کہ وہ عدل کرے وہی آیت سرنامہِ کلام ہے کہ ہم نے کتاب اور میزان کو نازل کیا وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ ہم نے لوہے کو نازل کیا فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ اس میں سخت خوف ہے۔ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاس اور لوگوں کیلیئے فائدہ بھی ہے تو بس وہ لوگ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ جو رسولوں کی غیب میں مدد کرتے رہے، نصرت کرتے رہے، نصرت اور لوہے کا غالب ہونا، فائدہ اور خوف یہ ہیں مرکزی لفظ اس آیت کے جو سورۂ الحدید کے ہیں تفسیر میں کوئی مفسّر اس کے خلاف نہیں ہے کہ یہ آیت ذوالفقار کی مدح میں آئی ہے اِس کو ماننے کے بعد بعض مفسّرین نے یہ ضرور کہا کہ ذوالفقار آسمان سے آئی بعض مفسّرین نے کہا کہ آسمان سے نہیں آئی بلکہ یہ ہدیہ دیا اللہ نے رسولؐ کو اور اُس کے مختلف روپ بتائے ہیں اور انھوں نے کہا کہ یہ تلوار وہ ہے جو بلقیس نے جنابِ سلیمانؑ کو بھیجی تھی اور وہ ایک کافر کے ہاتھ لگی بدر کی لڑائی میں کچھ کافر تھے، ختمیؑ مرتبت تک پہنچی اور بعد میں ختمیؐ مرتبت نے علیؑ کو عطا کر دی، ایک روایت یہ ہے

کہ اُحد میں علیؑ کی تلوار جب ٹوٹ گئی تو رسولؐ نے درخت کی شاخ توڑ کر جو دو شاخہ تھی علیؑ سے کہا یہ لو اور اِس سے لڑو جیسے ہی علیؑ کے ہاتھ میں وہ شاخ پہنچی تلوار بن گئی اِسی لیئے وہ دومنھ والی ہے دوزبانوں والی ہے واقعات جتنے بھی آئے تاریخ میں طبری سے لے کر عہد حاضر کی کتابوں میں تو ذوالفقار کا ذکر یہاں بھی ہوا اُس میں شعوری طور پر یا لاشعوری طور پر اُس میں معجزہ آ گیا، یعنی بے معجزہ نہیں ہے ذوالفقار اور یہ مسلمان مانتے ہیں کہ ذوالفقار معجزہ تھی سب کا عقیدہ ہے، سب کا عقیدہ ہے کہ ذوالفقار معجزہ تھی سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اُس کا نام خود ہی معجزہ ہے آپ خود ہی غور کیجئے کہ اس سے پہلے یہ لفظ عربی زبان میں کیوں نہیں تھا علیؑ کی تلوار کے لیئے یہ نام ہوا اور ایسا ہوا کہ اتنا خوبصورت نام ہے کہ اگر آپ تاریخ میں ڈھونڈیں تلواروں کے نام تو ایک تو نام ہمیں ملتا ہی نہیں کہ کسی کی تلوار اتنی مشہور ہو کہ اپنے نام سے مشہور ہو یہ دنیا کی واحد مثال ہے ہتھیاروں میں کہ اتنا عظیم ہتھیار ہم نے تاریخ میں نہیں دیکھا جو اتنا مشہور ہو اور اگر آپ کے ذہن میں کوئی ہتھیار آیا ہے تو اُس کا نام بتایئے کسی نبی کسی ولی کسی ڈکٹیٹر کسی شاہ کسی بادشاہ کا کوئی ہتھیار اپنے نام سے اس طرح مشہور نہیں اور ذوالفقار اس طرح مشہور ہوگئی کہ لگتا ہے ایک کردار ہے تاریخ کا یعنی اسلام کی شخصیت کی بات ہو رہی ہے حالانکہ وہ لوہے کی ہے۔ اب ذوالفقار کا مزاج جو ہے وہ تو ہم تقریر کریں گے اُس کے بارے میں کچھ باتیں بڑی اہم ہمیں کرنا ہیں دیکھئے ذوالفقار کا لطف اُس وقت ہے کہ جب ہم آپ کو اشعار سنائیں، ذوالفقار سمجھ میں نہیں آئے گی جب تک آپ اشعار نہ سنیں اور ذوالفقار کی اتنی تعریفیں کی گئی ہیں اتنے اشعار ہیں اس سے پہلے میں پڑھ بھی چکا ہوں میر انیسؔ کے اشعار تو ابھی دوچار نمونے میر انیسؔ کے پیش کروں گا لیکن اس وقت میں تمہید میں کچھ اشعار پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں، ہندوستان کے ایک مشہور شاعر شمیم کرہانی، بہت مشہور

شاعر تھے ہندوستان کے تحقیق نگار بھی تھے اور اخبار کے ایڈیٹر بھی تھے صحافی بھی تھے،
تو اُنھوں نے یہ پورا مرثیہ ذوالفقار کے بارے میں لکھا ہے۔

اُس کے ہم آپ کو آٹھ دس بند سناتے ہیں، تو اُس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ ذوالفقار ادب میں کیا مقام رکھتی ہے اور اُنھوں نے جو کچھ کہا ہے ذوالفقار کے بارے میں وہ تاریخ، حدیث اور قرآن کی روشنی میں اُنھوں نے گفتگو کی ہے اور یہ اُن کا واحد مسدّس ہے کہ جو اُنھوں نے کہا اس کے علاوہ اُنھوں نے مسدّس میں کوئی شاعری نہیں کی اِس کا ایک ایک لفظ جو ہے تشریح طلب اور غور طلب ہے۔ اِسی کی تشریح میں ہم آگے بڑھیں گے۔

باطِل شکن، مجاہد ایماں تھی ذوالفقار　　تدبیر چارہ سازی انساں تھی ذوالفقار
شیر خدا کی جنبشِ مژگاں تھی ذوالفقار　　آئینۂ جلالتِ یزداں تھی ذوالفقار
روشن ہے کائنات میں قیمت میں قدر میں
اتری تھی آسمان سے چمکی تھی بدر میں

لفظ استعمال ہوا بدر اب یہاں جو یہ لفظ استعمال ہوا ہے بدر یعنی چاند اور دوسرے معنی میں بدر کی لڑائی۔

تیغِ جمیل مردِ مجاہد کا زیبِ وزین　　زہراؑ کی پاسبان محمدؐ کے دل کا چین
خیبر شکن، رفیقِ شہنشاہِ مشرقین　　غم خوارِ حق، معینِ علی، ناصرِ حسینؑ
آل نبیؐ کی ہمدم و ہمدرد بن گئی
ایسی کہ اہلِ بیتؑ کی اک فرد بن گئی

فرد بن گئی میں یہ دیکھیئے گا کہ اہل بیتؑ کی فرد بن گئی تو ابھی میں دوپہر کو پڑھ رہا تھا ایک حدیث کہ اُحد کی لڑائی کے بعد جب ذوالفقار کو شہزادیؑ کو دیا علیؑ نے کہ اِس کا لہو

صاف کردو تو اُسی وقت ذوالفقار نے شہزادیؑ سے گفتگو شروع کردی وہ پہلا دن تھا جب تلوار نے ذوالفقار نے زہراؑ سے بات کی تو کل بھی یہ جملہ کہا تھا کہ جب علیؑ گھر میں نہیں ہوتے تھے تو ذوالفقار باتیں کر کے زہراؑ کا دل بہلاتی تھی اب تشریح بعد میں کریں گے کہ ذوالفقار بولتی کیسے تھی اور یہ باتیں کیا کرتی تھی اور باتیں کیوں کرتی تھی کیوں بولی یہ دسویں تقریر میں آگے آئے گا۔ یہ طے ہے کہ بولتی تھی۔

کافر کی رہ گزار میں آندھی، شرر، بلا مومن کی انجمن میں دُھنک، پنکھڑی، صبا
ہر جنگ میں بلند، توانا، قوی، رسا تلوار تھی کہ احمدؐ مختار کی دعا

ٹپکا لہو جو ضرب پڑی کارگر ہوئی
پھوٹی کرن دیار عرب میں سحر ہوئی

حُسن وضیا میں قوس قزح سے دوچند تھی دائم ظفر نصیب سدا فتح مند تھی
رتبے میں گو ہلالِ فلک سے بلند تھی لیکن عجیب تیغِ حقیقت پسند تھی

جلوہ فشاں تھی، مہر جہاں تاب کی طرح
گردن خمیدہ رکھتی تھی محراب کی طرح

خوش فیض وخوش صفات تھی شمشیر حیدری آئینۂ ثبات تھی شمشیر حیدری
حلاّلِ مشکلات تھی شمشیر حیدری حکمت کی ایک بات تھی شمشیر حیدری

ظلمت سے محو جنگ تھی تنویر کے لیے

عجیب مصرع دیا ہے جناب عالیٰ یہ چھٹا مصرع کمال کی بیت کہی ہے میں تو کہتا ہوں اس منزل پر بڑا مشکل تھا بات کو واضح کر دینا یہ شاعر کا کمال ہے۔

ظلمت سے محو جنگ تھی تنویر کے لیے

یعنی اندھیروں سے لڑ رہی تھی روشنی کیلئے اب چھٹا مصرع کتنا مشکل ہو گیا۔

ظلمت سے محوِ جنگ تھی تنویر کیلئے
تخریب کرتی پھرتی تھی تعمیر کے لیے

ہر جنگ میں نبیؐ کی مددگار ہی رہی ایماں کی دوست، دین کی غمخوار ہی رہی
مظلوم آدمی کی طرف دار ہی رہی مالک کی طرح صاحب کردار ہی رہی

غصے میں سر حریف کا حاصل نہیں کیا
ذاتی غرض کو جنگ میں شامل نہیں کیا

تیغِ علیؑ کی رفعتِ منزل نہ پوچھیے کتنی تھی کارِ خیر میں، شامل نہ پوچھیے
کیسی تھی اہل ظلم کی قاتل نہ پوچھیے سارے مجاہدات کا حاصل نہ پوچھیے

دیکھئے حاصل بات کہی ہے نا یہ کمال دیکھئے چوتھے مصرع میں۔ سارے مجاہدات کا حاصل نہ پوچھئے بتانا تو ہے نا کہ حاصل کیا ہے ذوالفقار کا۔ سارے مجاہدات کا حاصل نہ پوچھئے بھئی۔

خندق میں ایک ضرب تھی اس آن بان کی
طاعت نثار ہو گئی دونوں جہان کی

ایک ضرب عبادتِ ثقلین سے افضل ہے۔ ذوالفقار کی ایک ضرب کائنات کی ساری عبادتوں سے افضل ہے اب اندازہ لگائیے ذوالفقار کیا ہے اور اُس کی عظمت کیا ہے۔

قہر خدا تھی، مہر مجسم تھی ذوالفقار رعدِ غضب تھی، رحمتِ عالم تھی ذوالفقار
دشمن کا زخم، دوست کا مرہم تھی ذوالفقار آئینہ دارِ شعلہ و شبنم تھی ذوالفقار

قتالِ اہل شر تھی، رفیقِ رسولؐ تھی
کانٹا تھی دشمنی میں محبت میں پھول تھی

دیکھئے اس بیت میں بھی ایک بہت کمال چیز دکھائی ہے۔

اعلیٰ تھی ذوالفقار معلیٰ تھی ذوالفقار — تابش تھی ذوالفقار تجلّیٰ تھی ذوالفقار
جلوہ تھی ذوالفقار، مجلاّ تھی ذوالفقار — منبر تھی ذوالفقار، مصلیٰ تھی ذوالفقار

اب دیکھئے چھٹا مصرع اور پانچواں مشکل ہو گیا۔ منبر تھی ذوالفقار اور مصلیٰ تھی ذوالفقار، منبر اور مصلیٰ ذوالفقار کو کہہ دیا جائے دلیل نہ ہو بات کیا ہے۔ منبر تھی ذوالفقار مصلیٰ تھی۔

زنجیر ڈالتی تھی ضلالت کے پاؤں میں
پڑھتے تھے حق پرست نماز اس کی چھاؤں میں

حق نے جسے زمیں پہ اتارا وہ ذوالفقار — برقِ غضب تھا جس کا اشارا وہ ذوالفقار
تھی قہر ذوالجلال کا دھارا وہ ذوالفقار — اترا تھا جس کے گھر میں ستارا وہ ذوالفقار

رن کی فضا میں دائرہ نور بن گئی
چمکی تو برقِ خرمنِ صد طور بن گئی

جو مایہ دار خوش لقبی تھی وہ ذوالفقار — جو ناصرِ شہ عربیؐ تھی وہ ذوالفقار
جو ہاشمی تھی، مطلبی تھی وہ ذوالفقار — جو دوست دارِ آلِ نبیؐ تھی وہ ذوالفقار

رُعبِ غضب سے گور کنوں کو دبا لیا

بڑی عجیب بات کہی ہے جناب گور کن کیسے کہتے ہیں جانتے ہیں آپ قبر کھودنے والوں کو تو اب یاد آ گیا نا کہ کل میں نے کہا تھا لوگوں نے کہا آ کر قبر ہم کھودیں گے دو مقام ہیں شہزادیؑ نے کہا تھا کہ میری نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہوں اور جب آئے لوگ تو یہی کہا کہ ہم رسولؐ کی بیٹی کی قبر کھودیں گے ایک بار رسولؐ کے لیئے کہا اور دوسری بار رسولؐ کی بیٹی کیلئے تو اب اُس وقت علیؑ نے کیا کیا، کہا کہ قبر نہیں کھد سکتی گور کن آ گئے تھے۔

رُعبِ غضب سے گور کنوں کو دبا لیا
بنتِ نبیؐ کی قبر کو جس نے بچا لیا

تیغِ علیؑ سے کافرِ بد بیں ہلاک تھا سینہ ستمِ گرانِ ضلالت کا چاک تھا
بدکیش غرق خون تھا، عدو نذرِ خاک تھا پھر بھی گُنہہ کے داغ سے تن اس کا پاک تھا

تقدیسِ ذوالفقار کی کیا گفتگو کریں
دامن نچوڑ دے تو فرشتے وضو کریں

جس رُخ چلی حیات کو بیدار کر گئی باطل کے خرمنوں کو شرر بار کر گئی
قلعہ غرور و جہل کا مسمار کر گئی نوری تھی اہل نار کو فی النّار کر گئی

جو چیز وہاں سے نازل ہوگی وہ نوری ہوگی، نوری تھی اہل نار کو فی النّار کر گئی

تن کو جلا کے کفر کا من ٹھیک کر دیا
ایسی چلی کہ سب کا چلن ٹھیک کر دیا

دنیا توہمّاتِ روایت لئے ہوئے تیغ علیؑ یقینِ درایت لیئے ہوئے
ہادی ہو جیسے شمعِ ہدایت لیے ہوئے روح الامین نجات کی آیت لیے ہوئے

تیغ علیؑ کو مانیئے ایمان کی طرح

کیوں؟ دلیل۔

تیغ علیؑ کو مانیئے ایمان کی طرح

بھئی۔

اتری تھی آسمان سے قرآن کی طرح

مسلک تھا ذوالفقار کا ایمان و اعتقاد رکھتی تھی اپنے مالکِ صابر پہ اعتماد
دینا پڑی مورخِ عالم کو چُپ کی داد تھی سیفِ مرتضیٰ کی خموشی بھی اک جہاد

اسلام پر فساد کا در کھولتی نہ تھی
بعدِ رسولؐ مصلحتاً بولتی نہ تھی

قنبر نواز، حامیِ آزادیٔ غلام   رسمِ شہنشہی کی عدو، مخلصِ عوام
دُنیا کو دے رہی تھی نیا مجلسی نظام   پہنچا رہی تھی دہر میں توحید کا پیام
تبلیغِ حق میں مائلِ صد انہماک تھی
تیغِ علیؑ مفسّرِ قرآنِ پاک تھی

قرآن کیلئے لڑ رہا ہوں علیؑ نے کہا صفّین میں جمل میں نہروان میں۔
قرآن کیلئے لڑ رہا ہوں۔ تو یہ
یعنی تفسیرِ قرآن بھی کر رہی تھی، قرآن نے کہا کہ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ اب وہ کہتے ہیں لَا تُفْسِدُوْا کی شرح تھی ہاں ضربِ ذوالفقار۔ اس لیئے چلی کہ زمین پر فساد نہ پھیلے۔

لَا تُفْسِدُوْا کی شرح تھی ہر ضرب ذوالفقار   یعنی زمین حق کو بناؤ نہ کارزار
کیوں پھر رہے ہو دَہر میں تم صورتِ غبار   اسلام دے رہا ہے تمہیں زندگی کا پیار
کیسے رہیں زمیں پہ طریقہ سکھا گئی
جینے کا آدمی کو سلیقہ سکھا گئی
حکم خدائے پاک سے تھی مائل جدل   قرآن تھا ایک علم، تو شمشیر اکِ عمل

قرآن علم، شمشیر عمل، خونی تھی ذوالفقار، عجیب بات کہی ہے۔

خونی تھی ذوالفقار، نہ قاتل تھی ذوالفقار   علمِ کتابِ پاک پہ عامل تھی ذوالفقار

دل ہنس پڑے، جُدا حسد و کینہ ہو گئے   سینوں سے دور غصّۂ دیرینہ ہو گئے
قلبِ جہاں، خلوص کا گنجینہ ہو گئے   لات و منات قصّۂ پارینہ ہو گئے
جھگڑا چکا کے کفر کا، اِنصاف کر گئی
میدان اہلِ حق کے لیے صاف کر گئی

مدِّ نظر تھی بے کس و مغموم کی مدد ۔۔۔ تھی فرضِ عین، دیدۂ محروم کی مدد
اس کی مدد کو مانیے معصوم کی مدد ۔۔۔ تیغ علیؑ تھی، کرتی تھی مظلوم کی مدد
اہل ستم کے واسطے بجلی فنا کی تھی
شمشیرِ حیدری تھی کہ لاٹھی خدا کی تھی

کہتے ہیں کہ اُس کی لاٹھی بے آواز نہیں ہے تو اللہ میاں لاٹھی رکھتا ہے، ذوالفقار نہ ہوتی تو اللہ کی لاٹھی سمجھ میں نہ آتی۔

فاتح تھی جشنِ فتح مناتی چلی گئی ۔۔۔ ہر معرکے میں دھوم مچاتی چلی گئی
باطل کے پرچموں کو جھکاتی چلی گئی ۔۔۔ آذر کے بت کدوں کو گراتی چلی گئی
یوں بت پرست قوم کی چھاتی فِگار کی

عجیب بات کہی ہے۔

ہے آج تک دلوں میں چبھن ذوالفقار کی

کرتی تھی دفع دل سے نفاق وحسد کا زہر ۔۔۔ شہرہ تھا اس کی رُوح نوازی کا شہر شہر
دوڑا رہی تھی ایک نئی زندگی کی لہر ۔۔۔ جولاں تھا ارتقا کی طرف کاروانِ دَہر
اورنگ کے لیے نہ زر و تاج کے لیے
کوشاں تھی اس زمین کی معراج کے لیے

داناتھی، دور بین تھی، حقیقت شعار تھی ۔۔۔ اسرارِ رزم و بزم کی آئینہ دار تھی
عہد مصالحت ہو تو حرفِ قرار تھی ۔۔۔ تلوار تھی کہ مصلحتِ کردگار تھی
خاموش رہ کے فاتحِ آلام ہو گئی
عہدِ حسنؑ میں صلح کا پیغام ہو گئی

خندق میں حُسنِ جلوہ نمائی دکھا گئی خیبر میں زورِ عقدہ کشائی دکھا گئی
صفّین میں کمالِ صفائی دکھا گئی تیغِ خدا تھی، شانِ خدائی دکھا گئی
ہر معرکے میں ناخنِ تدبیر ہو گئی
اور کربلا میں صبر کی تصویر ہو گئی

کب دشت نینوا میں برائے وغا چلی ایفائے عہد کے لیے وہ باوفا چلی
منزل تھی امتحاں کی بہ صبر و رضا چلی بہرِ وفائے جنگ سرِ کربلا چلی
برقِ الٰہ، موجۂ تسنیم ہو گئی
محرابِ عشق میں سرِ تسلیم ہو گئی

اہلِ عرب سے دادِ شجاعت لیے ہوئے گردانِ شام ورے کو شکستیں دیئے ہوئے
مولا علیؑ کا جام تولّا پیے ہوئے آلِ رسولؐ پاک پہ سایہ کئے ہوئے
تھے اہلِ بیتؑ، سیفِ مصفا کی چھاؤں میں
یا قافلہ بہشت کا طوبیٰ کی چھاؤں میں

غم خوار اہلِ بیت تھی صحرا میں ذوالفقار بے کس کی دستگیر، غریبوں کی چارہ کار
کنبے کی پاسبان، رفیقوں کی پاسدار خیبر شکن کی تیغ تھی اللہ کا حصار
محفوظِ غم، ہر اہلِ یقیں تھا اسی جگہ
اسلام خود پناہ گزیں تھا اسی جگہ

قرآنِ حق، موئیدِ کارِ خدا رہی سارے منافقانِ جہاں سے خفا رہی
اصنامِ دہر کے لیے برق، بلا رہی ہر دور کے یزید سے جنگ آزما رہی
شعلوں کو لالہ زار بناتی چلی گئی
ہر بولہب کی آگ بجھاتی چلی گئی

دنیائے شعلہ خو کے لیے نار جاں گُسل　　آتش فشاں مدام، شرر بار مستقل
لیکن جہانِ مہر و محبت میں نرم دل　　آلِ خلیل کے لیے خنکیٔ معتدل
نمرودّیت کی آگ کو ایسا بجھا دیا
امن و سلامتی کا گلستان کھلا دیا

رکھتی تھی ربط آلِ محمد کے کام سے　　تھا عشق اسے حسین علیہ السّلام سے
اہل عرب سے ضد تھی نہ اربابِ شام سے　　تھا اس کو اختلاف یزیدی نظام سے
نعرہ تھا لب پہ تیغ کے، ہل من مزید کا
بجلی تلاش کرتی تھی خرمن یزید کا

کہتی تھی وہ رقیبِ تمدن یزید ہے　　گلزارِ حق میں دشمن گلبنِ یزید ہے
جو نوچ لے جگر کو وہ ناخن یزید ہے　　اسلام کی بنا کے لیے گھن یزید ہے
جلدی مٹاؤ ایسے ظلوم و جہول کو
دیمک ہے چاٹ جائے نہ دین رسولؐ کو

کہتی تھی ذوالفقار کہ غدّار ہے یزید　　اِک آمرانہ قصر کا معمار ہے یزید
اسلام کے نظام سے بیزار ہے یزید　　طبعِ علیل و ذہنِ غلط کار ہے یزید
دو موت کا پیام ستم گار کے لیے
داروئے تلخ چاہیے بیمار کے لیے

غصّہ کہ دینِ حق پہ ہے کیوں حکمراں یزید　　علم و یقین حسینؑ ہیں، وہم و گماں یزید
رکھتا نہیں لحاظِ لبِ تشنگاں یزید　　انساں پہ بند کرتا ہے آبِ رواں یزید
تھا مال و زر سے کام نہ تختِ پلید سے
جینے کا حق وہ مانگ رہی تھی یزید سے

اِک روز قلعہ گیر تھی شمشیرِ حیدری اب اک عصائے پیر تھی شمشیرِ حیدری
مظلوم تھی، اسیر تھی شمشیرِ حیدری اشکوں کی اک لکیر تھی شمشیرِ حیدری
شمشیرِ غم زدہ میں جھلک ابتلا کی تھی
یا ڈبڈبائی آنکھ شہِ لافتیٰ کی تھی

اور اُس کے بعد مصائب ہیں اور دو بند۔

وہ دوپہر وہ چہرۂ شبیرؑ پر غبار وہ حُرملہ کا تیر، وہ حلقومِ شیر خوار
جلتی ہوئی وہ ریت وہ بانو کا گلِ زار تھرا رہی تھی فاتح خیبر کی ذوالفقار

دیکھئے کہیں تھرائی نہیں ہے یہ واحد مقام ہے۔

یہ بھی تھا کام تیغ دو پیکر کے واسطے
تیار کی لحد علی اصغرؑ کے واسطے

کل یہیں سے ہم نے تقریر کو چھوڑا تھا اور اب یہیں سے ربط یہ ایک بہت بڑی خدمت تلوار نے جو کی یہ عجیب وغریب ہے اور اس میں جو ذکر آیا ظاہر ہے کہ کامل گفتگو نہیں ہوئی کہ ذوالفقار نے کیا کیا کارنامے کیے ہیں۔ ذہن میں ہیں وہ آپ کے باتیں لیکن اُن کا ربط یہ اُحد میں آئی اور اُس کا قصیدہ جبریلؑ نے پڑھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ یہ جملہ وہ بولتی تھی وہ بات کرتی تھی وہ معجزہ تھی وہ گھٹتی تھی وہ بڑھتی تھی وہ مومنوں کو صلبوں میں دیکھتی تھی رحموں میں دیکھتی تھی یہ سارے عادات و اطوار و صفات و معجزات جو ذوالفقار کو عطا کیے گئے اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آسمانی تلوار تھی اُس کا نزول ہوا جس چیز کا نزول ہو جائے وہ معجزہ ہے اور قرآن بھی کہہ رہا ہے کہ ذوالفقار کو ہم نے آسمان سے اُتارا کل گفتگو یہ تھی کہ بنی کہاں، کس شے سے بنی کہاں سے آئی تو جب پہلی بار علیؑ نے ذوالفقار کو لا کر فاطمہ زہرا صلوٰت اللہ علیہا کے ہاتھ میں دیا اور کہا یہ وہ تلوار ہے آپ

اس سے واقف نہیں آپ اسے نہیں پہچانتی ہیں آپ نے اور تلواریں تو دیکھیں ہیں لیکن یہ آج ہی آئی ہے یہ مجھے آج ہی ملی ہے تو ایک بار مسکرا کر علیؑ کی طرف دیکھا اور کہا یا علیؑ جب میں آپ سے بھی واقف نہیں تھی اُس سے پہلے سے میں اس سے مانوس ہوں، میں اس سے واقف ہوں، علیؑ الٹے قدم واپس گئے اور رسولؐ اکرم کی خدمت میں جا کر یہ کہا کہ آج بڑی عجیب بات کہی ہے زہراؑ نے تو رسولؐ نے کہا چلو آؤ ساتھ میں چلو میرے دریافت کریں زہراؑ سے کہ کیا ماجرا ہے آئے رسولؐ مولائے کائنات بھی آئے اب پوچھا کہ تم اس تلوار سے کیسے واقف ہو تو آپ نے فرمایا شبِ معراج آپ ہی تو کہتے ہیں کہ جبریلؑ نے آپ کو ایک سیب درخت سے توڑ کر دیا تھا جسے آپ نے کھایا نوش فرمایا اور جب آپ واپس آئے تو میری آمد ہوئی آپ کہتے ہیں مجھ سے اُسی سیب کی خوشبو آتی ہے اُسی سیب سے میری تخلیق ہوئی اُس نوری سیب سے کہا ہاں حقیقت ہے یہ تم ٹھیک کہتی ہو کہا بابا وہ درخت جس درخت سے جبریلؑ نے سیب توڑ کر آپ کو دیا تھا اُسی سیب کے درخت کی جڑ سے ذوالفقار بنی میں اُس وقت سے ذوالفقار سے واقف ہوں جب یہ عالمِ نور میں تھی رسولؐ اللہ نے کہا بیٹی تم سچ کہتی ہو تم صحیح کہتی ہو روایت تاریخ میں ہے مختلف علماء نے لکھا حوالے میں اور تاریخ دانوں نے لکھا لیکن سوال یہ ہے کہ شاعر کا ذہن وہاں تک پہنچ جائے اس پر حیرت ہوتی ہے کہ اُس کی تلاش سوا مددِ اللہ اور رسولؐ کے کچھ نہیں ہوسکتی۔ میر انیسؔ تلوار کی تعریف کر رہے تھے اور جب تک یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری تھی اُس وقت تک میر انیسؔ کے بند کا چھٹا مصرع میری سمجھ میں نہیں آتا تھا بند میں آپ کو سناتا ہوں اب چونکہ پس منظر میں نے پہلے بتا دیا ہے چھٹا مصرع آپ سے آپ، آپ کے سمجھ میں آجائے گا اگر یہ واقعہ میں نہ سناتا تو ظاہر ہے چھٹا مصرع آپ کو سوچنا پڑتا کہاں سے آیا یہ بند بارہا میں نے اپنی

تقاریر میں پڑھا ہے لیکن دوبارہ حوالے کیلئے پڑھ رہا ہوں تلوار چل رہی ہے میدانِ جنگ میں چلانے والے حسینؑ ہیں انیسؔ کہتے ہیں کہ لہو میں نہائی ہوئی جب وہ چل رہی تھی اُس وقت کا منظر انیسؔ نے دیکھا کہ تلوار سرخ نظر آرہی ہے لہو میں نہائی ہوئی اور مسلسل چل رہی ہے اور قاتلوں کو قتل کرتی چلی جارہی ہے اشقیا کو قتل کر رہی ہے اور ایسے میں انیسؔ کہتے ہیں کہ۔

زیبا تھا دم جنگ پریوش اُسے کہنا ۔۔۔ معشوق بنی سرخ لباس اُس نے جو پہنا

جوہر تھے کہ پہنے تھی دلہن پھولوں کا گہنا ۔۔۔ اس اوج میں وہ سر کو جھکائے ہوئے رہنا

سیبِ چمنِ خلد کی بو باس تھی پھل میں

اب دیکھئے کہاں سے آیا ہے یہ الہامی مصرع، تیغ کی جو نوک ہوتی ہے اُسے پھل کہتے ہیں سیب بھی پھل ہے کیسے سند سے بات بتادی کہ تاریخ کی تلاش کرو گے تو اس مصرعے کو پاؤ گے۔

سیبِ چمنِ خُلد کی بو باس تھی پھل میں
رہتی تھی وہ شبیرؑ سے دُولھا کی بغل میں

یعنی اُس خوشبو کو سیب کی خوشبو کو اور حسینؑ کو دولھا بنا کر اور ذوالفقار کو سرخ بنا کر دلہن سجا کر انیسؔ نے تاریخ کو حدیث کو سب کو ایک جگہ پر ملا کر ادب کا ایک پیکر بنایا اور بڑی عجیب بات ہے کہ جہاں جہاں ذوالفقار کی تعریف انیسؔ نے کی ہے وہ بہت ہی عجیب مقامات ہیں۔

دھار ایسی کہ رواں ہوتا ہے دھارا جیسے ۔۔۔ گھاٹ وہ گھاٹ کہ دریا کا کنارا جیسے

اب اُس کی تیزی، اُس کی چمک چار مصرعوں میں اُسے بیان کیا ہے۔

دھار ایسی کہ رواں ہوتا ہے دھارا جیسے ۔۔۔ گھاٹ وہ گھاٹ کہ دریا کا کنارا جیسے

اور چمک ایسی کہ حسینوں کا اشارہ جیسے روشنی وہ کہ گرے ٹوٹ کے تارا جیسے

قرآن کی آیت کو چوتھے مصرعے سے ملا دیا، جب تک قرآن کی آیات نہ آ جائیں انیسؔ گفتگو نہیں کرتے یا حدیث کی دلیل لاتے ہیں یا قرآن کی آیت۔

چمک ایسی کہ حسینوں کا اشارہ جیسے روشنی وہ کہ گرے ٹوٹ کے تارا جیسے

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی۔ قسم ہے تارے کی جب وہ گرا، جب وہ اُترا۔

روشنی وہ کہ گرے ٹوٹ کے تارہ جیسے اور شاعروں نے حقیقت میں حق ادا کیا ہے ذوالفقار کی تعریف کا مدح کا اور وہ حقدار تھی کہ اُس کی مدح کی جائے کیوں اس لیئے بڑی عجیب بات کہہ رہا ہوں اس لیئے کہ جب ذوالفقار آئی تو اُس کا تعارف جو ہوا وہ شعر سے ہوا جبریلؑ نے نثر میں اُس کا تعارف نہیں کروایا بلکہ نظم میں کروایا اور شاعروں کو یہ راہ دے دی کہ جب بھی ذوالفقار کے بارے میں سوچنا تو اِس کا قصیدہ لکھتے رہنا جب اللہ فرشتے سے قصیدہ پڑھوا سکتا ہے ذولفقار کا تو ہر انسان قصیدہ پڑھ سکتا ہے سب سے پہلے جبریلؑ نے اِس کی مدح میں اللہ کے حکم سے کہا تھا "لافتیٰ اِلاَّ علی لاسیف اِلاَّ ذوالفقار" "فتیٰ"، "فتیٰ لافتیٰ اس کو جب تک ہم نہ سمجھیں کیسے آگے بڑھ جائیں، ف، ت چھوٹی ی اور ی پہ چھوٹا الف فتح نہیں، فتیٰ، لافتیٰ فتیٰ کہتے ہیں عربی میں جوان کو "لا" نہیں ہے کوئی دوسرا جوان شجاع حکمِ خدا سے جبریلؑ کہہ رہے ہیں کہ نہیں ہے "فتیٰ" جوان دوسرا عرب میں، عرب میں، تو جب خدا اعلان کرے گا۔ مطلب یہ کہ کائنات میں، کائنات میں، کائنات میں کوئی فتیٰ دوسرا جوان نہیں ہے۔

لافتیٰ اِلاَّ علی، سوا علیؑ کے دوسرا فتیٰ جوان پوری کائنات میں نہیں ہے، کوئی نہیں جب کائنات میں نہیں تو عرب میں کیسے ہو سکتا ہے، اور اُس کے بعد کیا کہا "لافتیٰ اِلاَّ علیؑ لاسیف نہیں ہے کوئی تلوار اِلاَّ ذوالفقار یعنی کہ سیف کا لفظ اللہ نے استعمال کیا،

معصوم کی زبان پہ سیف کا لفظ آیا تلوار کے بیشمار نام ہیں عربی میں لیکن سیف کا لفظ رکھ کر پروردگار نے یہ بتایا کہ آنے والے دور میں جو لقب دیے جائیں گے اُن میں یہ لقب ہوگا، سیف اللہ سیف اللہ کا لقب تو پہلے اللہ نے کہہ دیا کہ کوئی سیف نہیں ہے اِلاَّ، ذوالفقار کوئی نہیں ہے نہ کوئی جوان اور نہ کوئی تلوار یہ انکار جو ہے پروردگار کا تو ہم کیسے کہہ دیں کہ کوئی دوسرا نہیں ہے، ہے لیکن وہ علیؑ کا پُرتو ہوگا مطلب یہاں یہ کہ غیر میں نہیں علیؑ کے غیر میں علیؑ کے دشمن میں نہ کوئی ایسا جوان اور نہ کوئی ایسی تلوار تو یہ طے ہے کہ تلوار کے مقابلے میں تلوار نہیں جوان کے مقابل کوئی دوسرا جوان نہیں، اب عربِ لغت سے یہ بھی پوچھ لیجئے کہ شجاع کا لفظ بھی جوان کیلئے استعمال ہوتا ہے یہاں اللہ نے علیؑ کیلئے فتیٰ کا لفظ کیوں استعمال کیا تو لغت نے بتایا عرب میں فتیٰ اُس جوان کو کہتے تھے جس نے کبھی بتوں کو سجدہ نہ کیا ہو اب بات واضح ہوئی، کائنات تو کیا عرب میں کوئی ایسا جوان نہیں ہے جس نے کبھی بتوں کو سجدہ نہ کیا ہو یعنی عرب جوان جو تھے علیؑ کے مقابل سب بتوں کو سجدہ کر کے اِدھر آئے تھے جوانی میں آئے نہ آئے بڑھاپے میں تو آئے ساری جوانی سجدوں میں گزری بڑھاپے میں جب اللہ کہہ دے تو بات پرانی ہے کوئی دوسرا جوان نہیں اور کوئی دوسری تلوار نہیں تو اس کو اتنا آسان نہ سمجھئے تاریخ نے نہیں کہا حدیث نے نہیں کہا اللہ نے کہا ہے کہ دوسرا جوان نہیں دوسری تلوار نہیں تو خدا کی قسم کوئی دوسری تلوار ہمیں نظر نہیں آئی خود اُحد کی لڑائی میں جب پورا لشکر بھاگ چکا تھا اور رسولؐ تنہا تھے جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہوگئی سارے مسلمان کہتے ہیں جملہ آپ کو دے رہا ہوں کل کے ہی ایک جملے کی دلیل دے رہا ہوں اور بات بڑی واضح اور سامنے کی ہے یعنی اُحد کی لڑائی جیتی نہیں گئی بلکہ ہار میں تبدیل ہوگئی تھی، اور اُس کی دلیل یہ ہے کہ نبیؐ کے دانت زخمی ہوئے، علیؑ زخمی ہوئے اور رسولؐ زخمی ہوئے اور پورے اُحد کے میدان میں جب سب بھاگ گئے تو یہی مشہور

ہوگیا تھا کہ نبیؐ قتل کردیئے گئے حد یہ ہے کہ مدینہ سے عورتیں دوڑتی ہوئی روتی ہوئی آگئیں خود شہزادی فاطمہؑ اُحد کے میدان میں آگئیں تھیں اور اُنھوں ہی نے آکر زخم پر پٹی باندھی تھی، اپنے آنچل کا کونہ پھاڑ کر جلا کر اُس کو بھرا تھا زخم میں پوری یہ روایت ہے کہ جنگ جیتی نہیں گئی ہاری گئی تو اب اگر یہ کوئی دلیل بنا رہا ہے کہ ذوالفقار جب نکلتی ہے تو بے فتح کیئے نہیں آتی تو ابھی ابھی تو یہ آئی ہے معجزہ کیوں نہیں دِکھاتی یہ اُحد کی جو لڑائی ہے وہ ہاری گئی ذوالفقار تو موجود تھی پتہ چلا ہار اور شکست فتح کا معیار یہ نہیں ہے جو دنیا دیکھ رہی ہے۔ اگر اُحد میں ہے اور اُحد کی لڑائی ہاری گئی تو اب کربلا میں ہے اور اگر ہاری گئی تو کیا اعتراض لیکن میں نہ اُحد کی ہار کو ہار کہتا ہوں اور نہ میں کربلا کی ہار کو ہار کہتا ہوں صرف اس لیئے کہ ذوالفقار نہیں ہے کربلا میں آپ یہ کہہ دیں ہار ہوگئی تو ذوالفقار نے کوئی ضمانت نہیں لی ہے اس بات کی یہ اعلان پروردگار نے نہیں کیا کہ جہاں ذوالفقار ہوگی فتح ہوجائے گی۔ ذوالفقار کا معجزہ یہ ہے کہ جب وہ نکلے گی اور دشمن کی طرف بڑھے گی اگر جسم سے مَس ہوگئی ہے تو پھر نہیں بچ سکتا یہ ہے معجزہ ذوالفقار کا یعنی ایک تو چلے گی نہیں پہلے دیکھے گی کہ اُس کی نسل میں کافر ہے یا مومن اور اگر جسم سے مس ہوگئی اگر اس کا ذرا سا ہلکا سا وار بھی لگ گیا تو اب بچتا نہیں اب نہیں بچتا یعنی اِس کے کاٹے کا بچتا نہیں یہ ہے معجزہ، یہ معجزہ نہیں ہے کہ جب وہ نکلی ہے تو سارے ملکوں کو فتح کرتی چلی جائے یہ کوئی بات ہے صفّین میں نکلی، صفّین علیؑ نے کہاں جیتی صفّین کی لڑائی علیؑ نے نہیں جیتی اس لیئے کہ اس کا فیصلہ بغیر ہار اور جیت کے ہوگیا۔ اور صفّین میں ذوالفقار تھی تو ذوالفقار جو ہے عدل کے لیئے میزان ہے یہ بتائے گی ذوالفقار کہ حق کدھر ہے اور باطل کدھر ہے یہ ضروری نہیں کہ تخت لے لے تاج لے لے یہ ذوالفقار کا کام نہیں تھا کہ حکومت پر قبضہ کرلیتی کربلا میں بھی اُس نے فیصلہ کردیا کہ حق کدھر باطل کدھر ذوالفقار نے بتا دیا اور میر انیسؔ نے بڑی عجیب بات کہی

ہے کہ کربلا میں جب چلی عجیب بات کہہ دی ہے اور حرفِ آخر کہہ دیا تو ذوالفقار نکلی کہتے ہیں کہ۔

اِس دبدبے سے زیر کیا روم و شام کو حکمِ جہاد پھر نہ ہوا نو امام کو

ایسی چلی کربلا میں کہ نواماموں سے کہہ دیا گیا کہ سب کے حصّے کی چل گئی کربلا میں چل گئی اور اتنی کسی میدان میں نہیں چلی جتنی کربلا میں چلی تھوڑی دیر کیلئے نکلتی تھی، اُحد میں بھی تھوڑی دیر کیلئے ہے خندق میں بھی تھوڑی دیر کیلئے، خیبر میں بھی تھوڑی دیر کیلئے، حنین میں بھی تھوڑی دیر کیلئے ہے، کربلا میں خوب چلی اور دل بھر کے چلی اس لیئے کہ خود اُس نے اصرار کیا تھا کہ ہمارے جوہر دکھا دیجئے علیؑ کے ہاتھ سے چلی ہوں آج میں علیؑ کے بیٹے کے ہاتھ سے چلنا چاہتی ہوں، ذوالفقار نے رات بھر یہ بات حسینؑ سے کہی تھی اور دوپہر کو پھر یہی بات کہی کہ مجھے کیوں نہیں نکالتے تو اب موازنہ کرنا تھا خدا کو کہ دیکھو ذوالفقار رُک رُک کے چلتی ہے اُحد میں چلی تو تنہا علیؑ نے نبوت کو بچالیا، فتح نہ ملی، نہ ملے، رسولؑ بچ گیا کافروں کا ارادہ تھا کہ رسولؐ قتل ہوجائے ذوالفقار نکلی تو اپنے مقصد میں کامیاب رہی یعنی نبوت کو بچالیا یہ اِس کی فتح ہے کہ نبیؐ کو بچا کر مدینے لے آئی یہی اس کی فتح ہے اب آپ دیکھ لیجئے خندق میں نکلی کب نکلی کس وقت نکلی اُس وقت نکلی جب حکمِ رسولؐ ہوگیا حکمِ اللہ ہوگیا بڑے بڑے سورما تھے، بڑے بڑے بہادر تھے لیکن جب وہ منزل آ گئی کہ جب عمرو ابنِ عبدود نے کہا باہر نکلو، نکل کر آؤ مجھے مارو تو جنت میں جاؤ، میرے ہاتھ سے مرجاؤ تو جنت میں جاؤ اور ہر بار نبیؐ پوچھتا تھا کون جائے گا اِس کے مقابل یہ بھی عجیب بات ہے کہ نبیؐ چاہتے تھے کہ میدانِ جنگ میں کبھی کبھی اصحاب بھی جائیں یہ باتیں بڑی غور طلب ہوتی ہیں لوگ کہتے ہیں کہ صاحب آپ یہ نہ پڑھیے وہ نہ پڑھیے ارے کیا نہ پڑھیے یہ بتایئے کہ نبیؐ نے چھوڑا کیا ہے جو میں پڑھوں بھئی فضائلِ علیؑ میں

اگر کوئی گوشہ نبیؐ نے چھوڑ دیا تو میں پڑھوں دوہی گوشے ہیں علیؑ کی مدح میں اور وہ دو گوشے یہ ہیں کہ دشمن کو بُرا کہنا علیؑ کی تعریف کرنا بغیر اِس کے مدح علیؑ ہو ہی نہیں سکتی یہ دونوں گوشے نبیؐ کہیں پر چھوڑتے ہی نہیں تھے بھئی سیدھی سی بات تھی دشمن پکار رہا تھا اُنھیں معلوم تھا علیؑ سے زیادہ بہادر کوئی نہیں کہتے علیؑ جاو سیدھی سی بات یہ ہے کہ جاوتو پتہ یہ چلا ''تخریب کرتی پھرتی تھی تعمیر کیلیئے'' تو پتہ چلا کہ گفتگو بھی جو تخریبی ہو جاتی ہے تعریف میں تو وہ تعمیر کیلیئے اب یہ نبیؐ کا کہنا کون جائے گا یہ کیا پوچھنا کون جائے گا ارے کون جائے گا ان میں سے بدر میں آزمائے ہوئے ہیں، اُحد میں آزمائے ہوئے ہیں پھر کیوں پکار رہے ہیں کون جائے گا اس لیئے پوچھا ہے تا کہ کسی کی زبان پر کفر آجائے تو دیکھ لو کہ منافقت ہے میری بزم میں رسولؐ نے پوچھا ہے کون جائے گا تو اب دیکھیئے کہ کون جائے گا کون جائے گا تو کہا اس کے مقابل آپ یارسولؐ اللہ ہم کو بھیجنا چاہتے ہیں اس کے مقابل جس نے ڈاکوؤں کے ایک قافلے سے مقابلہ کرتے ہوئے اُونٹ کا بچہ اٹھا کر سپر بنالیا تھا میں بھی قافلے میں اِس کے ساتھ تھا یہ بڑا بہادر ہے۔ نبیؐ نے چاروں طرف دیکھ کر کہا صحابی میرا، دوستی کا دعویٰ مجھ سے کلمہ پڑھ چکا تعریف کر رہا ہے اُس کافر کی، تو اب نبی کی بزم میں بیٹھ کر دشمنِ نبی کی مدح ہو جائے تاریخ میں لکھ جائے اگر اس دور میں نبیؐ کے دشمنوں کی تعریف ہو رہی ہے تو یا حیرت کی بات ہے نبیؐ نے اس لیئے بتایا تھا کہ ہمارے منھ پر ہمارے دشمن کی مدح ہوگی، تو اب تم لوگ نہ بولنا اگر ہمارے بعد ہوتی رہے تو یہ دستور ہے تو اب ظاہر ہے اولادیں وہی کریں گی جو بزرگوں نے کیا تھا کہ دشمنوں ہی کی تعریف ہوتی رہے اب دیکھیئے کہ کیسے لہک لہک کے دشمنوں کی تعریف مضامین میں اخباروں میں تقریروں میں ہوتی ہے تو رسولؐ یہ راستے بتاتے تھے کہ پہچان لو کہ کیا کیا ہونے والا ہے اور اُس کے بعد دیکھ لیا کہ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں تو علیؑ سے کہا

کہ جاواب جب بھیجا تو بھیجنے کی شان یہ ہے کہ دیکھئے اہتمام ہوا اہتمام کیا اور اہتمام کیا اپنی عبا، اپنی قبا، کمر کا پٹکہ، نعلین سب پہنانے کے بعد اب کمر میں ذوالفقار لگائی اور ہاتھ میں عمامہ لیئے ہوئے باہر آ گئے۔ مجمع پورا باہر آ گیا خیمے سے جب باہر آ گئے مجمع نے دیکھ لیا اب رسولؐ نے عمامہ علیؑ کے سر پر رکھ دیا سلمان نے کہا کہ سارا لباس خیمے میں حد یہ ہے کہ جوتیاں بھی اپنی علی کو آپ نے وہاں پہنائیں عمامہ وہاں سر پہ نہیں رکھا یہاں مجمعِ عام میں، کہا عمامہ مجمعِ عام میں اس لیئے رکھا ہے کہ میرے بعد جھگڑا جوتیوں پر نہیں ہوگا عمامے پر ہوگا، تو میں نے سب کے سامنے علیؑ کے سر پہ تاج رکھ دیا لڑنا نہیں یہ ہو گیا علیؑ کا تاج جس کے سر پہ آ گیا اب یہ کاہے کا تاج ہے، یہ شجاعت کا تاج ہے، یہ فتح کا تاج ہے، یہ سخاوت کا تاج ہے، یہ عبادت کا تاج ہے، یہ ہر اسلام کے رکن واصول واحکامات کا تاج ہے جو میں نے علیؑ کے سر پہ رکھ دیا ہے۔

اصل بات تو یہی تھی کہ جھگڑا جس بات پہ ہوا ہے وہ اصل اس کا تاج ہے تو نبیؐ کے بعد جھگڑا نہ سخاوت پہ ہوا، نہ عبادت پہ ہوا، نہ شجاعت پہ ہوا کاہے پہ جھگڑا ہوا ظاہر ہے کہ جس بات پہ جھگڑا ہوا اُسی بات کی علامت یہ عمامہ ہے، اور اُس کے بعد ہر لڑائی میں بھیجا کتنی لڑائیوں میں بھیجا کچھ کہہ کے نہیں بھیجا یہ واحد لڑائی ہے کہ جب چلنے لگے اعلان کیا کُلّ کفر کے مقابلے میں کُلِّ ایمان جا رہا ہے، اب نبیؐ کی زبان سے وہ کُلّ کفر ہے سمٹ کر اور یہاں کل ایمان سمٹ کر علیؑ میں آ گیا تو اب کل ایمان تو میدان میں گیا یہاں کیا رہ گیا کُلّ ایمان تو وہاں گیا فیصلہ کیا رسولؐ نے کہ اگر کلِ ایمان میں شامل ہونا چاہتے ہو اگر تم چاہتے ہو کہ کُلِّ ایمان کا ایک حصّہ بن جاو تو اُس کے لیئے ضروری ہے کہ جو علیؑ کی فتح کی خبر سب سے پہلے لائے تو وہ سب سے پہلے میرے ساتھ جنت میں جائے اور صاحب ایمان ہو وہ جا سکتا ہے اور اُس کی دلیل یہ ہے کہ علیؑ کی فتح کی خبر ذوالفقار کی چمک اور اس کی کاٹ اور

اُس کا وار سب سے پہلے آ کر مجھ کو بتا دے تو اب بجائے اِس کے کچھ سوچتے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرب بہت پست تھا اور ایسے موقع پر خبیث اور بیہودہ اور ا تنا ناکارہ ہو جاتا تھا کہ حیرت ہوتی ہے کہ کائنات میں اس سے بڑا بیوقوف نہیں پیدا ہوا اس لیئے بدّو کی ایک مثال مشہور ہوگئی کہ عرب کے بدّو اب پتہ نہیں یہ بدّو تھے یا کیا تھے یہ نہیں پتہ بہرحال سب بھاگ کر پہنچ گئے میدان میں کوئی کھجور کے درخت پہ چڑھا، کوئی تاڑ کے درخت پہ چڑھا، کوئی ببول کے درخت پہ چڑھا، کوئی پہاڑی پر کوئی ادھر کوئی ٹیلے پر اور جس کو کوئی جگہ نہیں ملی وہ ایک دوسرے کے کندھے پر چڑھ گئے۔

بس یہ دیکھ لیں کہ علیؑ نے فتح کی اور ہم نے جا کر خبر دی اب آپ یہ غور کیجئے اب سب کو یقین ہے کہ علی فتح پائیں گے اور جب رسولؐ کہہ رہے تھے کہ جاؤ اس کے مدِّ مقابل کون جائے گا یقین تھا کہ ہم مارے جائیں گے تو اب علیؑ گئے تو اطمینان ہے کہ علیؑ فتح کریں گے اور خبر لے کر ہم جائیں گے اور وہاں پر ذوالفقار چلی اور چلی کیسے چلی ابھی بتاوں گا اُس کے بعد بھگدڑ مچی اور سب واپس آئے درِ خیمہ پر کہ ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ سب سے پہلے خبر میں دوں جنت پہلے میں لوں جنت میں لے لوں، جنت میں لے لوں ہانپتے، کانپتے خاک اڑاتے، گرد و غبار اُڑاتے ہوئے تیز دوڑے مسلمان دوڑنے میں تو بڑے ماہر تھے اور تیز دوڑتے ہوئے آئے اور پلٹ کر آنے میں تو زیادہ ماہر ہیں، پلٹ کر آئے نبیؐ کی طرف تو تیز آئے اور چاروں طرف سے پکار پکار کر کہنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ مبارک ہو علیؑ نے فتح پائی علیؑ جیت گئے علی جیت گئے اب رسولؐ کسی کی طرف دیکھ ہی نہیں رہے۔ اب بڑے حیران ہوئے سب کہ رسولؐ اللہ تو کسی کی طرف متوجہ نہیں ہیں سب نے کہا یا رسولؐ اللہ ہم علیؑ کی فتح کی خبر لائے ہیں آپ جواب ہی نہیں دیتے کہا ہمیں پہلے ہی خبر مل گئی کہا کہ آپ کو کیسے معلوم آپ تو خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے کہا یہ سلمان میرے پاس

بیٹھے ہیں انھوں نے بتادیا انھوں نے پہلے ہی مجھے مبارک باد دی کہ مبارک ہو علیؑ جیت گئے تو اب رسولؐ کو چھوڑ کر سلمان کے پیچھے پڑ گئے تم کب باہر گئے تھے بھئی تم تو شروع ہی سے یہاں بیٹھے ہو تین سو برس کے بڈھے ہو تم نے کہاں سے دیکھ لیا تمہاری تو روشنی بھی نہیں آنکھ کی کہ تم دیکھ سکو تم نے کہاں سے دیکھ لیا کہا ہم نے یہیں سے بیٹھے بیٹھے دیکھ لیا کہا کیسے کہا پردے سے دیکھ لیا تمہارے بھاگنے کا انداز بتا رہا تھا خوشی میں آرہے تھے ہم سمجھ گئے ہم نے فوراً بتادیا کہہ دیا کہ مبارک ہو تمہاری تیزی دیکھی تمہاری بھگدڑ دیکھی ہم فوراً سمجھ گئے ہم نے کہا یارسولؐ اللہ مبارک ہو علیؑ جیت گئے جلوس آرہا ہے بتانے تو اب پتہ چلا کہ وہ جنت جو ملنے والی تھی وہ بھی گئی ہاتھ سے وہ سلمان لے گئے کُلِّ ایمان کی تو ہے وہ تو ہے وہ بانٹے گا، وہ جو بعد میں رسول اللہ نے اعلان کیا تھا وہ تو ہاتھ سے گئی ایسی ہاتھ سے گئی کہ اب تک نہیں ملنے کی اب لاکھ آپ کہتے رہیے کہ اللہ راضی ہو جائے دعا اگر قبول ہو گئی تو مل جائے گی جب رسولؐ کے عہد میں کسی کی دعا قبول نہیں ہوئی تو اب کیا قبول ہو گی، اب آپ دیکھئے ذوالفقار چلی اور چلی کیسے، کیسے چلی پہلا وار تو کر ذوالفقار پہلا وار نہیں کرتی وہ پہل نہیں کرتی تو عمرو ابن عبدود نے وار کیا وار علیؑ کے سر پر پڑا بالکل درمیان میں زخم لگا علیؑ نے کہا تیرا وار یہ تھا اب یہ میرا وار ہے اور وار تین قسم کے ہوتے ہیں ایک ہوتا ہے ارض کا وار ایک ہے طول کا وار تیسرا وار سیفی کا وار ہے، ارض کا وار کمر سے ہوتا ہے اور طول کا وار سر سے ہوتا ہے، سیفی کا وار جو ہے وہ کندھے سے چلتا ہے اور ترچھا کاٹتا ہے، طویل کا بیچ سے آدھا کٹتا ہے، ارض کا جو ہے وہ درمیان سے دو حصّے آدھا کر دیتا ہے تو مشہور یہ تھا کہ علیؑ اگر طول کا وار کریں تب بھی دو حصّے برابر ہوتے تھے اور اگر ارض کا وار کریں تب بھی برابر تو لوگ کہتے تھے تول کر دیکھ لو دونوں حصّے برابر ہوں گے تو ذوالفقار میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ سامنے آنے والے کافر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتی تھی اس لیئے علیؑ کا ایک لقب قسیم

اور قاسم ہے، قسیم اور قاسم اُسے کہتے ہیں جو برابر برابر بانٹ دے جنت اور جہنم کو برابر برابر مومنوں اور کافر میں تقسیم کر دیں گے یہاں دنیا میں کئی بار ایسا ہوتا تھا کہ برابر برابر کافر کو تقسیم کر دیتے تھے اور مشہور تھی یہ بات کہ تول کر دیکھ لو تو اب دیکھئے کہ نہ طول کا وار نہ ارض کا وار نہ سیفی کا وار آج ایک عجیب وغریب وار کیا ہے اور مزا نہیں آئے گا۔

اگر میں پہلے آپ کو یہ نہ بتادوں کہ جب گھوڑے پہ بیٹھا ہوا تھا عمر ابن عبدوود تو اُس نے کہا کہ کوئی خواہش بیان کرو ہم اپنے مقابل آنے والے کی تین خواہشیں پوری کرتے ہیں اس لیئے کہ ہمارے ہاتھ سے بچ کر آج تک کوئی نہیں گیا تم بھی اپنی جو خواہشیں ہیں بیان کردو تو علیؑ نے کہا کہ میری پہلی خواہش یہ ہے کہ کلمہ پڑھ لے تو اُس نے کہا ناممکن تو آپ نے کہا کہ واپس چلا جا اُس نے کہا کہ یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک بچے سے ڈر کر میں بھاگ جاؤں جوان سے ڈر کر بھاگ جاؤں میدان نہیں چھوڑوں گا تو کہا کہ اچھا تیسری خواہش یہ ہے کہ میں پیدل ہوں تو گھوڑے سے اُتر آ اُس نے کہا کہ یہ خواہش میں پوری کروں گا تیسری خواہش اُس نے پوری کر دی علیؑ کی اور گھوڑے سے اُتر آیا، لیکن اُترتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ ایک تلوار کا وار جو چلایا تو ایک ہی وار میں گھوڑے کے چاروں پاؤں قطع کر دیئے یہ علیؑ پر اُس نے رعب ڈالا کہ ہمارا وار ایسا ہے کہ ایک وار میں ہم چار مختلف فاصلوں ہم ایک وار میں لے لیتے ہیں حالانکہ بے زبان جانور نے کیا خطا کی تھی لیکن یہ ہے ذوالفقار اور صاحبِ ذوالفقار کا عدل کہ جو علیؑ طول وارض کا وار کرتا تھا اور سیفی کا وار کرتا تھا آج ایک نیا وار کیا جب عمرو نے وار کیا علیؑ پر تو اُس کے جواب میں اب جو ذوالفقار چلی تو بجائے سر پر یا کمر پر یا گردن پر چلنے کے اچانک اب جو چلی تو دونوں پیر عمرو کے قطع کر دیئے یعنی علیؑ نے بتایا کہ جیسے درخت کی شاخ کو قلم کر دیتے ہیں ایک ہی وار میں دونوں پیر قطع کر دیئے بتایا یہ علیؑ نے کہ یہ ہمارا عدل ہے ایک بے زبان جانور کے پیر تو نے

کاٹ دیئے خدا کی مخلوق کی تو نے توہین کی ہے علیؑ خدا کے لیئے لڑ رہا ہے ایک وار میں اُس جانور کی حرمت کو رکھا وار کر کے بتایا کہ دیکھو یہ نہ سمجھنا کہ تین ہی وار آتے ہیں یہ ایک ایسا وار بھی آتا ہے کہ جو آج تک عرب میں کسی نے نہیں کیا، غور کیا آپ نے ذوالفقار نے دونوں پیر قطع کر دیئے، گر گیا، اب ظاہر ہے کہ جب پیر ہی کٹ جائیں تو بھاگنے کے رستے تو سارے بند ہو گئے اب کیا کر سکتا ہے علیؑ سینے پر سوار ہو گئے اب سر کاٹنے میں کیا دیر ہے لیکن آج علیؑ کو یہ بھی بتانا تھا کہ میری ذوالفقار احکامِ دین کی کتنی پابند ہے اور توحید سے کتنی محبت رکھتی ہے یہ صرف میرے لیئے نہیں ہے بلکہ خدا کیلئے ہے اور جب یہ چلتی ہے تو علیؑ کیلئے نہیں چلتی بلکہ اُس کے لیئے چلتی ہے جب اُس کے لیئے چلتی ہے تو اب چاہتے ہیں کہ سر کو تن سے جدا کریں ایک بار اُس نے لُعابِ دہن پھینکا علیؑ کے منہ کی طرف بے ادبی کی علیؑ ہٹ گئے چلتی ہوئی تلوار رُک گئی بڑا مشکل تھا کہ کٹتی ہوئی گردن سے تلوار ہٹالی جائے ذوالفقار ہٹ گئی علیؑ رُک گئے لوگوں نے کہا یارسولؐ اللہ یہ کیا ہوا اچھا خاصہ شکار ہاتھ آ چکا تھا علیؑ نے اُسے چھوڑ دیا، سرکارؐ نے کہا کہ جب آئیں تو پوچھ لینا، تو اصحاب نے سب سے پہلا یہی سوال کیا تھا یا علیؑ دشمن کے سینے پر سے ہٹ کیوں گئے تھے کہا اُس نے لعاب دہن میرے منہ پر پھینکا تھا مجھے غصہ آ گیا اُس غصے کے عالم میں اگر سر قطع کر دیتا تو اب جو قتل عمرو کا ہوتا اُس میں میرا غصہ شامل ہو جاتا میرا ذاتی غصہ شامل ہو جاتا اور جب غصہ شامل ہو جاتا تو انتقامی کاروائی ہوتی میں کسی کا سر اپنی ذات کیلئے نہیں کاٹتا بلکہ توحید کی بقا کے لیئے کاٹتا ہوں، میں نے انتظار شروع کیا جب میرا غصہ ٹھنڈا ہو گیا جلال تمام ہوا تب جا کر میں نے اُس کا سر کاٹ لیا یہ ہے خندق کی لڑائی خندق کے بعد صرف ایک مقام ہم نے دیکھا اور وہ مقام عجیب وغریب ہے وہ اس سے بھی بڑھ گیا یہ مقام اس سے بھی بڑھ گیا اور وہ مقام یہ ہے کہ جب جمل کی لڑائی میں علیؑ چلے تیار ہو کر اور پرچم چاروں طرف

تھے،ایک طرف عباس بن عبدالمطلب تھے ایک طرف عقیل ایک طرف جعفر کے بیٹے ایک طرف عقیل کے بارہ بیٹے ایک طرف حسنؑ، حسینؑ، عباسؑ، محمد حنفیہ، سب ساتھ ساتھ چل رہے تھے گویا بنی ہاشم نے یوں گھیرا تھا کہ اِدھر اُدھر ستارے تھے بیچ میں آفتاب طلوع ہو رہا تھا جمل کے میدان میں آفتابِ امامت ظہور کر رہا تھا، ایک مرتبہ میدان میں آ کر اُس لشکر کو دیکھنا شروع کیا جس کی تعداد تقریباً چالیس ہزار تھی اور نظر اس ناقے پر تھی ایسے میں ہر کوئی علیؑ کو مڑ مڑ کر دیکھ رہا تھا علیؑ ایک بار آگے بڑھے اور ایک بار ذوالفقار کو کمر سے نکال لیا۔ جیسے ہی ذوالفقار کو نکالا مالکِ اشتر آگے بڑھے کہا مولا حکم دیجئے پہلے جانثاروں کو جانے دیجئے پہلے غلاموں کو جانے دیجئے ابھی تو یہ سب موجود ہیں آپ پہلے کیوں جا رہے ہیں بے اختیار کہا کہ نہیں مالک پہلا وار میرا ہوگا اس لیئے کہ میں اللہ کے لیئے جنگ کر رہا ہوں ایک ایک جملے پر غور کیجئے گا میری یہ لڑائی میری ذات کیلئے نہیں ہے بلکہ توحید کی بقا کے لیئے ہے اب یہ اعتراض نہ کرنا کہ پچیس برس ذوالفقار کیوں نہیں نکلی اگر ذوالفقار پچیس برس کے عرصے میں باہر نکل آتی تو دنیا یہی کہتی حکومت لینے کے لیئے تلوار نکالی خلافت چھیننے کے لیئے تلوار نکالی لیکن علیؑ کی تلوار جب بھی چلتی ہے خدا کیلئے چلتی ہے اپنی ذات کیلئے نہیں چلتی آج جو یہ ذوالفقار چلی ہے کوئی حکومت کا مسئلہ نہیں ہے کوئی تخت کا جھگڑا نہیں ہے بلکہ جھگڑا عقیدے کا جھگڑا ہے اِن کا عقیدہ اور ہے ہمارا عقیدہ اور ہے ہماری ذوالفقار آج یہ بتائے گی سچا عقیدہ کس کا ہے اِن کا عقیدہ سچّا ہے یا ہمارا عقیدہ سچّا ہے مالک نے کہا کیا ارادہ ہے کہا سب سے پہلا وار ہمارا ہوگا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مالکِ اشتر ایسا وزیر تھا عباس جیسا بہادر بیٹھا تھا محمدِ حنفیہ کو علمدار بنایا تھا عبداللہ بن جعفر جیسا شجاع تھا، مسلم ابن عقیل جیسا شجاع تھا، لیکن میدان میں کسی کو نہیں بھیجا، حسنؑ کو نہیں بھیجا، حسینؑ کو نہیں بھیجا خود گئے پہلا وار علیؑ آج کرتے ہیں صرف یہ بتانے کیلئے کہ اے عرب

والوتیس برس ہو گئے تلوار نہیں نکلی یہ نہ سمجھنا کہ تلوار میں زنگ لگ گیا ہے بازو کمزور ہو گئے ہیں آؤ دیکھو، پہلا وار کر کے بتاؤں گا جیسے خندق میں لڑا تھا، جیسے خیبر میں لڑا تھا، جیسے اُحد میں لڑا تھا آج بھی ویسا ہی لڑوں گا ساٹھ برس کا ہو گیا تو کیا علیؑ قیامت تک جوان رہے گا۔ اس لیئے کہ لافتیٰ اِلاّ علی، علی جوان ہے قیامت تک جوان ہے یہ نہ سمجھنا کہ اُس کے بازوؤں کی طاقت ختم ہو گئی میری طرف نظر رکھنا اور دو جملے ہیں تقریر تمام ہو گئی ایک بار علیؑ نے ذوالفقار نکالی اور یہ اندازہ رہے کہ چالیس ہزار کا لشکر ہے، اور صف بہ صف میدان میں لشکر ہے گھوڑے سوار سب بیٹھے ہوئے ہیں اپنے گھوڑوں پر اُس سرے پر علیؑ گھوڑا دوڑاتے ہوئے گئے اب لشکر کے دونوں سرے نگاہوں میں رہیں مجھے نہیں پتہ کہ چالیس ہزار کا لشکر اگر میدان میں پھیلے گا تو ایک میل کی لمبائی میں پھیلے گا یا ڈیڑھ میل کی لمبائی میں پھیلے گا یا پانچ میل کی لمبائی میں پھیلے گا میرا اندازہ نہیں ہے آپ اندازہ لگایئے کہ چالیس ہزار کا لشکر میدان میں صف بہ صف کھڑا ہو جائے تو اس کا فاصلہ کتنا ہو گا تاریخ نے یہ بتایا کہ سب دَم بخود تھے اُدھر کا لشکر بھی دم بخود علیؑ کا لشکر بھی دم بخود ایک بار گھوڑا دوڑاتے ہوئے اُس سرے پر پہنچے ایک بار اللہ کا نام لے کر کلمہ پڑھ کر اب جو ذوالفقار چلی تو اس شان سے چلی کہ اب جو چلی گھوڑے کو دوڑاتے جا رہے تھے تلوار چلتی جا رہی تھی ایک بار دس ہزار آدمیوں کا سر چشمِ زدن میں یوں کٹتا جا رہا تھا جیسے کوئی شاخوں کو کاٹتا ہوا جا رہا ہے نہیں ابھی علیؑ کا کمال نظر نہیں آیا ایسا لگتا تھا کہ پہلے اُس کنارے پر بجلی چمکی اور وہی بجلی چمک کر پہنچتی ہوئی اِس کنارے پر گری اور چشمِ زدن میں لشکر نے دیکھا کہ علی واپس ہوئے اب علیؑ واپس ہوئے پہلے سیدھے ہاتھ میں تلوار تھی اب جو واپس ہوئے تو اُلٹے ہاتھ میں تلوار تھی اب جو چلی تو یوں چلی کہ پیروں کو قطع کرتی ہوئی اس سرے سے اُس سرے تک چلی گئی۔ دس ہزار سر اور بیس ہزار ٹانگیں غور کیا آپ نے چشمِ زدن میں دس ہزار

اشقیا کو کاٹ کر پھینک دیا علیؑ نے چشمِ زدن میں بتایا اہلِ عرب مت سمجھنا جب کہا مالکِ اشتر نے خیمے میں یا علی میری سمجھ میں نہیں آتا کتنی بڑی لڑائیاں سامنے ہیں اور یہ جو کی روٹی اور باہر نکل کر رو کر اصحاب سے کہا اگر فاتحِ خیبر کی یہی غذا رہی تو میری سمجھ میں نہیں آتا، تو ایک بار علیؑ نے خیمے سے نکل کر کہا سنو مالکِ اشتر یہ ساٹھ سال کی عمر میں آج بھی علیؑ تنہا میدان جنگ میں آ کر استادہ ہو جائے ذوالفقار لے کر اور یہ پورا عرب مل کر آئے علیؑ کے مقابلے میں تب بھی علیؑ پر فتح نہیں پا سکتے۔ یہ نہج البلاغہ میں علیؑ کا جملہ موجود ہے جو مالکِ اشتر سے کہا ہے کوئی کہہ سکتا ہے ایسا جملہ اس شان کا جملہ ذوالفقار نے فیصلہ کر دیا جنگِ جمل میں کہ عقیدے کس کے خراب تھے۔ ذوالفقار نے فیصلہ کیا اور اس شان سے فیصلہ کیا کہ جمل کی موصوفہ سے پوچھا گیا اور جب پوچھا گیا کہ آپ سے ایسا کیوں ہوا، تو رو کر یہی کہا، چھوڑو اسے جانے دو، میں غلط گئی علیؑ کے مقابل، عبداللہ ابنِ عباس کہتے ہیں کہ ساری زندگی جب جمل کا ذکر آ جاتا تھا تو اُڑھنی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی کہ یہ میں نے کیا کیا یہ مجھ سے کیا خطا ہو گئی ذوالفقار نے فیصلہ کر دیا، حق حق پکارنے والو وہ حق نہیں تھا باطل تھا اور تاریخ کو لکھنا پڑا تو فیصلہ ان کا یوں ہوا کہ جنگ کے بعد جو پچھتایا وہ ہارا جو خوش ہے اور آج تک خوش ہے وہ فاتح ہے، پچھتانے والے آج تک پچھتا رہے ہیں ارے یہ پچھتانا کوئی پچھتانا ہے۔ یگانہ نے ایک شعر کہا تھا کہ ''جلنے والوں کو جلنا بھی نہیں آتا'' عجیب شعر ہے غزل کا شعر ہے۔

جلنے والوں کو جلنا بھی نہیں آتا   یہ جلنا بھی کوئی جلنا ہے کہ رہ گئے دھواں ہو کر

جلنے والوں کا انجام دھواں ہے جلتے رہو، یہ جلنا بھی کوئی جلنا ہے کہ رہ گئے دھواں ہو کر۔

تو ذرا غور تو کیجئے کہ یہ دھواں جو ہو گئی ہے تاریخ اور تاریخ جو دھواں بن کر پھیلی ہوئی ہے دل جلوں کے دل کا غبار ہے جو نظر آتا ہے۔ اب آپ خود غور کیجئے کہ علیؑ کے مقابل

جو فیصلہ ہوا یہ علیؑ کا رنامہ تھا کہ ذوالفقار کو نیام میں رکھ دیا۔ جب پہلا وار کیا تو نیام میں رکھ دیا اور کہا اب لشکر پہ حملہ نہ کرنا اب اس ناقے کو گرادو بات ختم ہو جائے گی ناقہ گرا اور بات ختم ہو گئی اور آپ دیکھئے جادو وہ ہے جو سر چڑھ کے بولے، تکبیر رسالہ نیا آیا ہے پڑھ لیجئے تکبیر رسالے میں بڑی عجیب باتیں لکھیں ہیں اس ہفتے اور یہ بات میں نے پچھلے سال رمضان میں چہاردہ معصومین میں تفسیر کی مجلس میں کہی تھی اور یہی بات میں نے چہلم کے عشرہ میں رضویہ امام باڑہ میں کہی تھی بہت سے لوگ ایسی باتوں کا برا مان جاتے ہیں لیکن دلیل اور حق پر غور نہیں کرتے کہ منبر سے بات کیا کہی جارہی ہے اس پر غور کیجئے کہ جمل حق نہیں ہے کسی کی نظر میں تو اگر کل حق تھی تو آج وہی حق جملہ کیا دیا میں نے جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے، غور کر رہے ہیں نا آپ ذرا سا غور کریں بڑے کام کی بات ہے مثال دی تھی میں نے اپنی تقریروں میں کہ فدک کے موقع پر یہ کہا گیا کہ بیٹی باپ کی حقدار نہیں ہے۔ اس لیئے کہ رسولؐ جو کچھ چھوڑتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے اس لیئے بیٹی کو باپ کا حق نہیں ملا۔ تو فقہ میں یہ تحریر کر دیا مسلمانوں نے کہ باپ مرجائے تو بیٹیوں کو حصّہ نہیں ملتا جائیداد میں نہیں ملتا۔ ضیاء الحق سے جب عورتوں نے احتجاج کیا تو جو قانون بنایا جو فقہ بنائی اُس پر لکھوایا کہ اعلان کر دو کہ اب مسلمانوں میں عورتوں کو باپ کا ترکہ ملا کرے گا اخباروں میں آ گیا۔ جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے، چودہ صدیوں میں یوں شکست دی ہے۔ آپ اگر اصرار کر کے پڑھتے نہ رہتے تو آج یہ عورت کی یہ روح یہ نفس جاگ کر نہ پکارتا کہ ہم پر ظلم ہوا ہے تو اب آپ یہ دیکھئے کہ یہ جو ظلم کی آواز ہم اُٹھاتے ہیں اس لیئے نہیں کہ شیعوں پر ظلم ہوا ہے ارے بھائی انسانیت پر ظلم ہوا ہے، ہم اُس کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اگر ہم فدک نہ پڑھتے تو مسلمان عورتیں اپنے اپنے باپ کا حق آج کیسے پاتیں تو مجلس یہ ہر ایک کے فائدے کی بات

ہوتی ہے۔صرف شیعوں کے فائدے کی نہیں ہوتی بالکل یہی بات ہے اگر ہم جمل
پڑھنا چھوڑ دیتے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں میں تو اُن کو بیوقوف سمجھتا ہوں ورنہ وہ
کہتے ہیں ارے صاحب یہ کیا پڑھنا ہے ایسا پڑھیئے کہ غیر بھی آیا کرے ناک چڑھا کے
ذرا بھویں چڑھا کے ایک اسٹائل ہوتا ہے کہنے والوں کا ارے یہ کیا بات کی یہ دیکھئے کہ
اگر ہم جمل نہ پڑھ رہے ہوتے تو آج ہمارے پاس یہ نکتہ تھا کہ ہم منبر سے کہتے کہ اگر
چالیس ہزار کے لشکر کو لیڈ کرسکتی ہے ایک عورت تو پاکستان کی وزیر کیوں نہیں ہوسکتی
ایک عورت، لیکن ہم نے آج تک یہ بات نہیں کہی تو اب یہ دل میں چور ہے کہ کہیں ایسا
نہ ہو دلیل دینے والی یا خود جو حکمران ہے وزیر ہے وہ خود یہ کہہ دے کہ مجھ کو تم کیا کہہ
رہے ہو کہ غلط اور باطل ہوں میں اسلام میں تو نبیؐ کی بیوی آ گئی تھی لیڈ کرتی ہوئی تو اس
سے پہلے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ اُس نے لیڈ کیا تھا، سارے مسلمانوں نے الیکشن سے پہلے
ہی یہ کہنا شروع کر دیا تھا وہ باطل تھیں وہ باطل تھیں تا کہ عورت حکومت نہ لے لے اس نکتے
پر نظر رہے میاں نورانی نے کہا الیکشن سے پہلے میاں نورانی نے کہا اگر وہ بینظیر یہ دلیل
لاتی ہیں کہ جمل میں اُمّ المومنین آئیں تھیں تو وہ باطل تھیں امامِ وقت کے خلاف آئیں
جنگ میں مین ہیڈ نگ میں چھپا، کیوں چھپا، اس مجلس نے کہلوایا اس مجلس عزا نے میاں
نورانی سے کہلوایا اور تکبیر سے اب کہلوایا وہ تکبیر جو ایمانِ ابوطالبؑ کا انکار کرے، کبھی آلِ
رسولؐ میں اضافہ کر دے، کبھی علیؑ کے خلاف بولے آج وہی تکبیر پڑھیے تو اُس میں یہ
ہیڈ نگ ہے کہ علیؑ نے نہج البلاغہ میں جمل کی عورت کے خلاف کیا باتیں کہیں یہ پوائنٹ
کیوں اس لیئے آیا ہے کے بینظیر چونکہ علیؑ علیؑ کرتی ہیں تو علیؑ علیؑ سے دلیل لاؤ کہ علیؑ تو اُن
کو برا کہتے تھے اس لیئے اُن کا فیور کر کے تم وزیر نہیں ہوسکتی ہو چلو اس بہانے ہمیں نہیں پتہ
کہ بینظیر جو ہیں وہ وزیر ہیں جائز ہیں اسلام کی نظر میں یا ناجائز ہیں کم از کم مسلمانوں کے

قلم سے یہ بات تو نکل گئی کہ جمل میں آنے والی حق نہیں تھی، اب یہ تو طے ہوگیا اب تو مسلمان خوش ہو گئے ہفتہ وار تکبیر لکھ رہا ہے کہ علیؑ نے اتنی مذمت کی اتنی عورت کی برائی کی کہ اتنی برائی کی ایک بات بتا دوں کہ علیؑ نے بے اختیار نہج البلاغہ میں سینکڑوں اقوال اور خطبے عورت کے خلاف دیئے لیکن یہ نہ سمجھ لے کوئی علیؑ عورت کے خلاف تھے علیؑ کی تیرہ بیویاں تھیں علیؑ عورت کے خلاف نہیں تھے جو کچھ کہا ہے سب عورتوں کی برائی نہیں کی بلکہ مخصوص ایک کے بارے میں اب علیؑ کے جتنے قول ہیں عورت کے خلاف وہ ساری عورتوں کے لیئے نہیں ہیں بلکہ ایک کیلئے ہیں اور تقریر کا آخری جملہ ایک کیلئے اس لیئے ہیں کہ اگر علیؑ تمام عورتوں کی برائی کرتے تو وہ نہیں کر سکتے اس لیئے کہ علیؑ کو جو عورت ملی وہ افضل تھی، زہرا افضل، اُم البنین افضل محمد بن حنفیہ کی والدہ خولہ افضل اسماء بنت عمیس افضل، زینبؑ بنت مسعود افضل علیؑ کی کوئی بیوی کبھی علیؑ سے نہیں لڑی کبھی جھگڑا نہیں کیا کسی نے نان نفقہ کا، تو علیؑ عورت کی برائی کیوں کرتے، عورت کی برائی کرنے کی کیا ضرورت تھی اس لیئے کہ علیؑ کے پاس جو عورت آتی ہے اگر اُس میں عُنصر بھی ایسا ہو تو علیؑ کے پاس امامت کی بارگاہ میں آکر اُس کا کردار اتنا سنور جاتا ہے عورت تو عورت ہے اس میں روح ہوتی ہے اُس کا جسم ہوتا ہے اُس کے پاس عقل ہوتی ہے وہ ناقص صحیح لیکن علیؑ کے پاس جو عورتیں آرہی تھیں وہ عقل میں کامل ہو کر آرہی تھیں ارے اگر علیؑ کے پاس کوئی تلوار لوہے کی آجائے تو وہ تاریخ میں ذوالفقار بن جاتی ہے اور وہ علیؑ کے سینے پر رہتی ہے کبھی اور علیؑ کی کمر میں رہتی ہے اور جب لڑ کر آتی ہے تو زہراؑ جیسی بی بی اپنی چادر سے اُس کو صاف کرتی ہیں اُس کو صاف کر کے دیوار پہ حجرۂ علیؑ میں آویزاں کر دیتی ہیں اب وہ زہراؑ کا معجزہ تھا کہ زہراؑ یہ بتائیں کہ کہاں سے آئی تھی ذوالفقار یہ علیؑ کا کارنامہ تھا کہ ایک بار ذولفقار آویزاں تھی دیوار پہ آویزاں تھی اور وہ منزل آئی کہ جب رسولؐ نے علیؑ

کوجابلقااور جابلسا بھیج دیا اسلام کی تبلیغ کیلئے اور جب وہاں پہنچے تو کئی لاکھ
نصرانیوں کے مجمع میں اُن کا پہنچا ہوا راہب یہ سوال کرتا ہے یہ پوچھتا ہے کہ تمہارا نام کیا
ہے تو علیؑ کہتے ہیں میرا نام ایلیا ہے تو کہا کہ اگر تمہارا نام ایلیا ہے تو کیا تم احمدؐ کے جانشین
ہو، کہا ہاں میں احمدؐ کا جانشین ہوں تو وہ احمد جو نبیؐ ہے جس کا ذکر انجیل میں ہے تو کہا کہ
ہاں وہی احمد، کہا تم ایلیا ہو ہم نے انجیل میں یہ پڑھا ہے کون کہہ رہا ہے انجیل کا عالم کہہ
رہا ہے کہ ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ احمدؐ کا جانشین ایلیا جو آئے گا اُس کے پاس ایک
آسمانی تلوار بھی ہوگی تم تو خالی ہاتھ ہو توجہ رہے تم تو خالی ہاتھ ہو تلوار تو نہیں جس کا نام
ذوالفقار ہے پتہ چلا کہ جب ہوتی ہے تو ڈر کے بھاگتے ہیں لوگ نہیں ہوتی تو زیارت
کرنا چاہتے ہیں لوگ، عجیب تلوار ہے کہ راہب دیکھنا چاہتا ہے کہ ہاتھ میں نظر آئے تو
زیارت کروں تو کہا آجائے گی ایک بار ہاتھ بڑھایا تو ذوالفقار ہاتھ میں آگئی کہ دیکھو
یہ ہے ذوالفقار یہ ہے میری تلوار، زہراؑ نماز پڑھ چکی تھیں ایک بار دیکھا ایک ہاتھ آیا علیؑ
کی تلوار پر، تلوار غائب ہوگی، رسولؐ اللہ کو بلوایا کہا یا رسولؐ اللہ سمجھ میں نہیں آیا علیؑ کی
تلوار ابھی دیوار پہ آویزاں تھی لیکن نظروں سے اوجھل ہوگئی ہے، کہا علیؑ اُس راہب نے
زیارت کرنے کیلئے علیؑ سے ذوالفقار مانگی ہے یہ علیؑ کا ہاتھ تھا ذوالفقار وہاں ہے، اب
دیکھئے ذوالفقار آگئی اُس نے دیکھنا چاہا لیکن اب علیؑ کی زبان تبلیغ کرتی ہے ذوالفقار
پہلو میں ہے یعنی ذوالفقار کو بھی چین نہیں ہے علی جب زبان سے تبلیغ کریں تب بھی میں
پاس رہوں چلوں یا نہ چلوں یہ بھی ایک پہلو ہے ذوالفقار کا کہ وہ ہر کارنامہ علیؑ کا دیکھنا
چاہتی ہے یعنی علیؑ کو چھوڑنا ہی نہیں چاہتی اکیلا ہر منزل پر اور ایک بار علیؑ سے اُس نے
پوچھا بتاؤ وہ ایک کیا جس کا دوسرا نہیں وہ دو کیا جس کا تیسرا نہیں اور وہ تین کیا جس کا
چوتھا نہیں اور وہ چار کیا جس کا پانچواں نہیں اور وہ پانچ کیا جس کا چھٹا نہیں اور وہ چھ کیا

جس کا ساتواں نہیں وہ سات کیا جس کا آٹھواں نہیں وہ آٹھ کیا جس کا نواں نہیں وہ نو کیا جس کا دسواں نہیں وہ دس کیا جس کا گیارھواں نہیں وہ گیارہ کیا جس کا بارہواں نہیں وہ بارہ کیا جس کا تیرھواں نہیں یہ مسئلے میں نے انجیل سے پوچھے ہیں علیؑ نے کہا کون سے مشکل مسئلے پوچھے ہیں یہ جو تو نے پوچھا وہ ایک کون جس کا دوسرا نہیں وہ رب ہے ہمارا پالنے والا یہ جو تو نے پوچھا وہ دو کون جس کا تیسرا نہیں وہ رات اور دن ہیں اُن کا تیسرا نہیں اور یہ جو تو نے تین پوچھا یہ تین طلاقیں ہیں چوتھی نہ یہودیت میں نہ عیسائیت میں نہ اسلام میں چوتھی طلاق نہیں طلاقیں تین ہیں اور چار جو تو نے پوچھا یہ چار عناصر اربعہ ہیں جن سے مل کر انسان بنا ہے آگ، ہوا، مٹی اور پانی پانچویں چیز انسان میں شامل نہیں چار ہی عناصر ہیں اب ان عناصر میں پچاسوں عناصر سائنس بنالے دوسری بات ہے دنیاوی عناصر چار ہی ہیں آگ، ہوا، مٹی اور پانی اور علیؑ نے یہ بتایا فلسفہ بھی یہی کہتا ہے اور تاریخ بھی یہی کہتی ہے، اور یہ جو تو نے پوچھا کہ وہ پانچ چیزیں کون سی ہیں جن کا چھٹا نہیں وہ انسان کی پانچ حِس ہیں چھٹی حِس انسان میں نہیں کل پانچ حِس ہیں، سننا، دیکھنا، چکھنا، سونگھنا اور محسوس کرنا چھٹی حِس نہیں اور یہ جو تو نے پوچھا چھ کیا جن کا ساتواں نہیں وہ چھ سمتیں ہیں چھ ہی سمت انسان جاسکتا ہے ساتویں سمت نہیں ہے، شمال، جنوب، مشرق، مغرب، زمین، آسمان یا اِدھر جائے گا یا اُدھر کل چھ ہی سمتیں ہیں ساتویں سمت نہیں اور یہ جو تو نے پوچھا کہ سات کیا ہیں جو آٹھ نہیں کہا سات زمینیں ہیں آٹھویں زمین نہیں اور آٹھ جو تو نے پوچھ آٹھ آسمان ہیں نواں آسمان نہیں اور نو جو تو نے پوچھا تو نو جنتیں ہیں دسویں جنت نہیں اور دس جو تو نے پوچھا دس روز حاجیوں کے لیئے ہیں گیارواں روز حاجیوں کیلیئے نہیں۔ حج کے اعمال ہی دس روز کیلیئے ہوتے ہیں گیارھواں روز حج کیلیئے نہیں اور یہ گیارہ جو تو نے پوچھا تو یہ گیارہ یوسف کے بھائی ہیں

ان کا کوئی بارہواں بھائی نہیں اور یہ بارہ جو تونے پوچھا بڑی عجیب بات تونے پوچھ لی ہے سن آسمان پر جو برج ہیں وہ بارہ ہیں تیرھواں برج نہیں اور یہ دن جو ہیں اُن میں بارہ ساعتیں ہوتی ہیں بارہ گھنٹے اور رات بارہ ساعتیں ہوتی ہیں۔ تیرھویں نہیں اور اگر سمجھ میں آجائے تیرے یہ تو تیرے سمجھانے کو کہہ دیا ہے، سن سن یہ جو تونے نام لیا ابھی احمد کا جس کا میں پہلا جانشین ہوں جس کا نام ایلیا ہے، پہلا میں ہوں آخری محمد ہوگا یہ کل بارہ ہوں گے ان کا تیرھواں نہیں ہوگا اور اُس کے بعد علیؑ نے کمال کردیا کہ اگر تو یہ باتیں مان کر کلمہ پڑھ لے تو ابھی تجھے بتاوں اور کلمہ پڑھ لا الا الہ اللہ۔ کہہ دے تو گن لے پورے بارہ حروف ہیں۔ اور اُس کے بعد اگر تو محمدؐ رسول اللہ کہہ دے تو اُس میں بھی بارہ حروف ہیں، تیرواں حرف نہیں ہے ذوالفقار گئی تبلیغ ہوئی بے چلے واپس آئی صرف منھ دکھائی میں کلمہ پڑھوالیا گویا منھ دکھایا اور منھ دکھائی میں ہزاروں عیسائیوں سے کلمہ پڑھوالیا تو ظاہر ہے کہ اُس کا صدقہ استاد قمر جلالوی کہہ دیں تو جب منھ دکھائی اُس کی اتنی ہے تو اُس کا صدقہ کتنا ہوگا، ظاہر ہے علی بہت بڑا صدقہ نکالتے ہوں گے۔

مرحب کا قتل بھی کوئی خیبر میں قتل تھا
پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اُتار کے

موضوع پھر نامکمل رہ گیا پھر دو گھنٹے ہو گئے اور اب ہم تقریر کریں گے نہیں اس لیئے کہ اب ہم تھک گئے اور تقریر ختم کرتے ہیں کہ ذوالفقار نے جو کارنامے کیئے کل خاموشی دکھائی تھی، خاموشی میں کارنامے کیئے آج چل کے کارنامے دکھائے اُس کے ساتھ ساتھ اُس کی منھ دکھائی بھی آ گئی اُس کا صدقہ بھی آ گیا اب دو چار چیزیں بچ گئیں ہیں۔ وہ کل کی تقریر میں عرض کریں گے اور ذوالفقار کے کیا وصف اور کارنامے ہیں وہ باتیں کربلا تک جو کارنامے اُس نے کیئے ہیں کربلا کے بعد کہاں کہاں نظر آئی اور اُس

کے بعد آئے گی اب امامِ عصرؑ کے ساتھ جو آئے گی آنے والی ہے کیا رنگ ہوگا، کیا ڈھنگ ہوگا کیسے چلے گی، کیا انداز ہوگا اور ایسے عالم میں جب کہ اتنے ہتھیار بنتے چلے جارہے ہیں آواز سے تیز میزائیل اور بمبار اور کیسے کیسے راکٹ اور وہ اور یہ راکٹ لانچر اور فلاں فلاں اور ایسے ایسے پستولوں کے نام سننے کو آتے ہیں اخباروں میں پڑھتے ہیں عجیب عجیب ہتھیار چلے آرہے ہیں اور اُس میں یہی وہ لوہے کی تلوار یہی ذوالفقار لے کر امامِ عصرؑ آئیں گے کیسی ترقی ہورہی ہے ہتھیاروں کی اور اسلحہ کی اور اُس میں وہی پرانی چودہ سو برس پرانی تلوار تین تلوار کا ذکر پرانا نہ ہوتو وہ کیسے پرانی ہوسکتی ہے اب ذوالفقار کا وہ معجزہ نظر آئے گا کہ جب وہ ذوالفقار آئے گی اور نیام سے اِدھر باہر آئی اب جتنا اسلحہ ہے سب بیکار جب سردار آ گیا جنگل میں شیر آجائے تو کون ٹکتا ہے گدھے بھاگ جاتے ہیں ذوالفقار کے سامنے کون سی بندوق، توپ اور تلوار ٹھہرے گی اس لیئے کہ ذوالفقار معجزہ ہے تو اب جب وہ آئے گی دوبارہ اُس کا ظہور ہوگا امام کے ساتھ اور جب وہ چلے گی امام کے ساتھ ساتھ ظہور کرے گی اور جب چلے گی تو کیا کیا کارنامے کرے گی یہ سب رہ گئے کل عرض کریں گے۔

آپ کیلئے دعا کرتے ہیں بارالہا ہمیں کوئی غم نہ دینا سوائے غمِ محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ہم میں جو بیمار ہیں اُنھیں شفاعطا فرما، جو مرگئے ہیں اُن کی روحوں کو بخش دے جو زیارات مقاماتِ مقدسہ کرنا چاہتے ہوں اُنھیں زیارت نصیب فرما جو اولادِ نرینہ نہیں رکھتے اُنھیں اولاد عطا فرما جو بے روزگار ہیں اُنھیں رزق وروزی عطا فرما۔

ایک پرچہ آیا ہے خاتون نے بھجوایا ہے حسنین فاطمہ بنت شریف مرتضیٰ یہ بول نہیں سکتی ہیں دعا کریں کہ اللہ بحق محمدؐ وآلِ محمدؐ اُن کی زبان پر ذکرِ محمدؐ وآلِ محمدؐ جاری کرے۔

ذوالفقار

از

(سید اعظم علی نقوی جائسی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد اللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علی سید الانبیاء والمرسلین والا الطیبین الطاهرین المعصومین اما بعد فقد قال اللّٰه سبحانه فی کتابه المبین و فرقان الصادقین وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِيۡدَ فِيۡهِ بَاۡسٌ شَدِيۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَـعۡلَمَ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالۡغَيۡبِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيۡزٌ۔ (پارہ ۲۷ سورۂ الحدید (مدنی) جزو آیت نمبر ۲۵)

(ترجمہ) ہم ہی نے فولاد کو نازل کیا جس کے ذریعہ سے سخت لڑائی اور لوگوں کے بہت سی نفع (کی باتیں) ہیں اور تاکہ خدا دیکھ لے کہ بے دیکھے بھالے خدا اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے بے شک خدا بہت زبردست غالب ہے۔

قادر مطلق ہر چیز پر قدرت کاملہ رکھتا ہے، وہ کسی دوسرے کی امداد اور نصرت کا قطعی طور پر ہرگز محتاج نہیں ہے، اس لیے کہ مطالبۂ نصرت پر لبیک کہنے والوں، اور عملاً نصرت کرنے والوں کا حقیقی تعارف کرانا اور ان کے ایمان اور کردار کی بلندی کو دوسروں کے سامنے اجاگر کرنا اور ان پر قطعی طور پر حجت قائم کرنا مقصود ہے۔

مفسرین عامہ نے الحدید سے مراد تلوار لی ہے۔ لیکن اس تلوار اور گھمسان کی لڑائی کی نشاندہی کرنے میں جس میں وہ تلوار نازل ہوئی بالکل خاموش اور ساکت نظر

آتے ہیں۔ آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے وضاحت سے بتلایا ہے کہ الحدید سے مراد ذوالفقار، اور جنگ سے مراد جنگ اُحد ہے جس میں ذوالفقار نازل ہوئی۔

گھمسان کی لڑائی کے موقعہ پر الحدید کا نزول صاف بتلاتا ہے کہ الحدید سے مراد کوئی فولادی اسلحۂ جنگ ہی ہوسکتا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ الحدید کا عامۃ الناس کے لیے مفید قرار دیا جانا اور اس سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی معیاری طور پر نصرت کیا جانا کسی مادّی جنگ کا تصور نہیں پیش کرتا بلکہ وہ جنگ ایک ایسا جہاد ہونا چاہیے جس سے کسی مقصد الٰہی کا تکملہ ہو جائے۔

تاریخ داں حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ از آدم تا ایندم جتنے بھی جہاد واقع ہوئے (خواہ ان میں کتنی ہی شدّت پیدا نہ ہوگئی ہو) ان میں سے کسی میں بھی کسی اسلحۂ جنگ کا نزول ثابت نہیں ہے۔

آیہ کریمہ کسی ماضی کے واقعہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ وقت نزول آیہ کریمہ تک اسلحہ جنگ کی فہرست میں صرف تیغ وتبر، تیر، گرز بھالے اور خنجر وغیرہ ہی لائے جا سکتے ہیں کسی آتشیں اسلحہ جنگ کی اس وقت تک ایجاد ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے الحدید سے مراد انہیں فولادی مصنوعات ہی میں سے کوئی شے ہوسکتی ہے چنانچہ میں عرض کر چکا ہوں کہ الحدید سے مراد مفسرین عامہ وخاصہ نے تلوار ہی لی ہے۔ دنیا جانتی ہے اور تاریخ کے اوراق ہمیشہ اس کے واضح ثبوت رہیں گے کہ صرف جنگ احد میں ایک تلوار موسومہ بہ ذوالفقار منجانب اللہ ذریعہ جبرئیلؑ امین نازل ہوئی تھی۔

اگر کسی مسلمان کو ذوالفقار کے مادّی صورت میں منجانب اللہ نازل ہونے میں شک ہوگا تو اس کا شک محض ذوالفقار ہی تک محدود نہ رہ جائے گا، بلکہ اس کو حضرت ابو البشرؑ اور ان کی زوجہ محترمہ کے جنت سے فرش زمین پر اتارے جانے حضرت

اسماعیلؑ کے فدیہ میں ایک بہشتی دنبہ کے بھیجے جانے حضرت موسیٰؑ کے لیے الواح توریت کے نازل کیے جانے، حضرت عیسیٰؑ کے پاس خوان مائدہ بھیجے جانے، اور حضرت ختمی مرتبتؐ کے لیے معراج کے موقعہ پر براق کے نزول وغیرہم پر اسی قسم کا شبہ کرنا ہوگا جو سراسر قرآنی حقائق سے روگرانی ہوگی اور ایمان واسلام سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

نازل کیے جانے کا صحیح تصور ہی اس بات کو صاف طور پر واضح کر رہا ہے کہ ذوالفقار ایک عطیہ الٰہی تھی، جس کا کوئی تعلق مصنوعات عالم سے ہرگز نہیں ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کے عہد میں، یا اس سے قبل دیگر انبیاءؑ کے زمانہ میں جتنے بھی جہاد ہوئے وہ سب کے سب از ابتدا تا انتہا ظاہری فتح پر ختم ہوئے، البتہ جنگ احد ایک ایسی جنگ ہے کہ جو اپنے ابتدائی دور میں ظاہر بظاہر کامیاب نظر آنے لگی تھی، لیکن پیغمبر صلعم کے حکم اور ہدایت کی صریح خلاف ورزی کی پاداش میں کچھ دیر بعد جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا، ہزیمیت خوردہ اور مفرور لشکر قریش کو عقب سے مطمئن ہو کر افراد اسلام پر بھر پور حملہ کر دینے کا موقعہ مل گیا مال اور اسباب کے لوٹنے والوں کے پیر اکھڑ گئے، جس کو کفار نے تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا بہت سے سپاہی لشکر اسلام کے مقتول ہوئے اور بہت سے میدان جنگ میں رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے میدان جنگ میں صرف وہی چند افراد رہ گئے جو شروع ہی سے تعمیل ارشاد نبویؐ کرتے ہوئے کفار کے مال واسباب کی غارتگری سے قطعی بے نیاز ہو کر محض رسول اکرمؐ کی حفاظت کر رہے تھے دل بڑھے ہوئے لشکر کفار نے صرف چند افراد کو محافظ رسولؐ دیکھ کر رسولؐ اور اسلام کا خاتمہ کر دینا چاہا۔ محافظین رسولؐ نے جان کی بازی لگا کر اور اپنی جانوں سے قطعی بے پرواہ ہو کر کفار کے لشکر کثیر کا مقابلہ کیا نتیجہ میں حضرت سید الشہدا

حمزہؑ اور حضرت ابودجانہ شرف شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ اب میدان احد میں لشکر اسلام میں صرف رسول اکرمؐ اور نفسِ رسولؐ علی مرتضیٰؑ رہ گئے تنہا کُلِّ ایمان نے کُلِّ کفر کا مقابلہ کیا اور لشکر کفار کو شکست فاش دے کر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

اسی حملہ ثانیہ میں علی مرتضیٰؑ کی وہ تلوار جو بے دریغ کفّارِ قریش کا خون بہا رہی تھی تین جگہ سے ٹوٹ گئی علی مرتضیٰؑ وہ ٹوٹی ہوئی تلوار لے کر خدمتِ ختمی مرتبتؐ میں حاضر ہوئے۔ کیفیت عرض کر ہی رہے تھے کہ امینِ خدا، حضرت جبرئیلؑ ایک تلوار لے کر خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ خداوعزوجل بعد تحفہ درود و سلام ارشاد فرماتا ہے کہ یہ یدقدرت سے بنی ہوئی سیف اسد اللہ کو دے دیجیے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ علی مرتضیٰؑ کی جاں نثاری کا منجانب ربّ العزت یہ ایک مخصوص انعام تھا۔

رسولؐ سجدۂ شکر میں جھک گئے، اور وہ تلوار ید اللہ کو بحیثیت نمائندہ الٰہی مرحمت فرمائی علیؑ کے ہاتھ میں تلوار آئی اور جبرئیلؑ نے فضا میں بلند ہو کر اپنے ساتھ کے چار ہزار فرشتوں کے ساتھ نعرۂ لگایا لا فتیٰ الاّ علیؑ لا سیف الاّ ذوالفقار (نہیں ہے کوئی جوان مگر علیؑ اور نہیں ہے کوئی تلوار مگر ذوالفقار) گویا کہ جبرئیلؑ یہ اعلان ہی نہیں فرما رہے تھے، بلکہ علیؑ کی شان والاشان میں مدحیہ قصیدہ پڑھ رہے تھے۔

علیؑ کے ذوالفقار ہاتھ آئی۔ پنجۂ شیر خدا اور قبضۂ ذوالفقار نے ایک دوسرے سے مناسبت پائی۔ علیؑ نے لشکر کفار کو مار بھگایا اکثر افراد کو تن تنہا واصل جہنم کیا۔ اب میدانِ احد صاف تھا ذوالفقار کی آب نے خون کے دریا بہا کر اسلام کے دامن سے گردشکست کو دھو کر ظاہری شکست کو مبدل بہ فتح کر دیا۔

علاوہ جہاد احد کے جتنے بھی جہاد حضرت رسالت مآب صلعم کے عہد میں واقع

ہوئے کسی میں بھی فتح کے بعد شکست کے آثار اور شکست کے بعد فتح کے نمایاں آثار نہیں پیدا ہوئے، اسی بنا پر ہم جنگ احد کو ایک گھمسان کی لڑائی اور شدید ترین جنگ کہہ سکتے ہیں۔

آیہ کریمہ بتلاتی ہے کہ تلوار سے عامۃ النّاس کو فائدہ حاصل ہو بظاہر کسی جنگ اور تلوار سے بنی نوع انسان کو نفع پہنچنے کے تصوّر میں کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا ضرر اور فائدہ کا روحانی معیار اس کے مادّی معیار سے بالکل مختلف ہے، ان دونوں معیاروں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ مادّی معیارِ نفع کسی فانی اور زوال پذیر شے کا قبضہ و اقتدار میں آجانا قرار دیا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے روحانی معیارِ نفع کسی اعلیٰ مقصد کے ہاتھ آجانے کا نام ہے، خواہ ظاہر بین نظروں میں وہ شکست ہی کی صورت میں کیوں نہ ہو اور خواہ اُس کے حاصل کرنے میں کتنی ہی بڑی قیمت اور کتنی ہی عزیز ترین شے کی قربانی کیوں نہ پیش کرنی پڑ جائے چنانچہ سورہ والعصر پارہ تیس میں ان دونوں معیاروں کو پورے طور پر واضح فرما دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالۡعَصۡرِ O اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِىۡ خُسۡرٍ O اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ O۔

(ترجمہ) قسم ہے عصر کی انسان گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اچھے کام کرتے رہے، اور آپس میں حق کا حکم اور صبر کی وصیت کرتے رہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو لوگ اسلام اور ایمان لائے اور اس کے زریں اصول کو عملاً ہمیشہ برتتے رہے، وہی فائدہ میں ہیں، اور بقیہ افراد انسانی جو اسلام اور ایمان سے برگشتہ رہے نقصان میں ہیں۔ چونکہ خوش کرداروں کے

مقابلہ میں بدکرداروں کی کثرت ہوتی ہے اس لیے کلیہ نقصان کی استثناء ایمان اور اعمال صالح کو قرار دیا گیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ذوالفقار سے اسلام اور ایمان کی ترویج اور تبلیغ ہوئی یا نہیں اور اس کے لیے راہ ہموار ہوئی یا نہیں، راستے کی رکاوٹیں دور ہوئیں یا نہیں، اگر ذوالفقار سے اسلام کی اشاعت میں تقویت پہنچی ہو تو وہ عامۃ الناس کو نفع پہنچنے کے مترادف ہوگا۔

یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ اسلام کی تلوار کبھی بھی جارحانہ صورت میں بلند نہیں ہوئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ وہ ہمیشہ خارجیت کے خلاف اور اس کو فنا کے گھاٹ اتار دینے ہی کے لیے مدافعانہ طور پر بے نیام کی گئی ہے۔ اس لیے یہ الزام کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا بالکل بے سروپا ہوگا۔ اسلام کی اشاعت اور ترویج محض رسولؐ اور آل رسولؐ کے حُسنِ کردار اور اخلاق عمیمہ وعظیمہ کا صریحی نتیجہ ہے۔

اہل نظر جانتے ہیں کہ جنگِ احد کے نتیجہ میں کفارِ قریش کی طاقت کا کلیۃً خاتمہ ہو گیا۔ اس جنگ کے بعد جب بھی کفّارِ قریش رسول اکرمؐ کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے تو وہ دوسری شرپسند طاقتوں کا سہارا لے کر آئے، یا دوسری طاقتوں کو اسلام کے خلاف ابھارا کئے ہیں، اور دوسروں کے پردے میں اپنے مقصد کے حاصل کرنے کی فکر اور کوششوں میں لگے رہے۔ احد کے بعد جنگِ احزاب کے موقع پر جزیرہ نماء عرب کی تمام حربی طاقتوں کا سہارا لے کر کفار قریش نے، اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے فنا کر دینے کا منصوبہ باندھا تھا لیکن اس جنگ میں بھی تنہا کُلِّ ایمان نے کُلِّ کفر کو زیر کیا۔ ذولفقار سے علیؑ نے شجرِ کفر کی تمام چھوٹی اور بڑی شاخوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ اب اسلام کے نشر واشاعت کے لیے راستہ ہموار سے ہموار تر ہوگیا۔ اس کے بعد کی کسی بھی جنگ میں کفّارِ قریش کا پتہ تک نہیں چلتا ہے۔

غرضیکہ جنگِ احد میں ذوالفقار نے کفر کے بادل چھاٹ ڈالے اور ظلمت و تاریکی کو ہمیشہ کے لیے فنا کر دیا اور وہ اسلام کی تابندگی اور روشنی دنیا میں پھیلائے جانے کا باعث بنی اس طرح اس نے تمام بنی نوع انسان کو دائمی، لازوال، مستقل، اور غیر قانونی نفع پہنچنے کا امکان پیدا کر دیا۔

جنگِ احد میں ہر قسم کے کردار بے نقاب ہو گئے یہ واضح ہو گیا کہ پیغمبر صلعم کے ساتھ کون سے افراد محض مالِ دنیا کی طمع میں یا اسلام کی بڑھتی ہوئی تحریک اور اس کی یوماً فیوماً کامیابی کا مقابلہ نہ کر سکنے کی عدم طاقت کی وجہ سے تھے، اور کون سے افراد خداوند عالم پر ایمان بالغیب رکھتے ہوئے اس کے فرستادہ رسولؐ کی نصرت میں اپنے سر کو اپنی ہتھیلیوں پر رکھ کر آتش جنگ میں پھاند پڑے تھے اور جان بازی و جان نثاری کا ناقابل فراموش مظاہرہ اہل بصیرت کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ نصرت محض نصرتِ رسولؐ ہی کی حیثیت نہیں رکھتی ہے، بلکہ یہ نصرت اس مالک الملک کی بھی نصرت ہوگئی جس کے آخری فرستادہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ حضرت ختمی مرتبت۔ حقیقتاً اسی دینِ اسلام کے تمام اصولوں کی تبلیغ فرما رہے تھے۔ جو جملہ انبیاء کرامؑ نے حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے دنیا میں جاری فرمائے تھے اسی لیے حضرت کو خاتم النبیینؐ کہتے ہیں اور اسی لیے حضرت کے پھیلائے ہوئے دین کو اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی سند ملی تھی۔ اس طرح سرکار دو عالمؐ کی نصرت کل انبیاء کی نصرت ہے۔

مختصر یہ ہے کہ جنگ احد میں علی مرتضیٰؑ کو ایک مخصوص عظمت اور فضیلت حاصل ہوئی جو اس سے قبل یا بعد کسی فرد بشر کو کبھی بھی نصیب نہیں ہوئی۔

سنّتِ الٰہی اور رسولؐ کے طرزِ عمل کے صریحی خلاف امت کی جانب سے پیہم کوشش جاری رہی کہ ذوالفقار عطیہ الٰہی اور صانع قدرت کی صفت نہ قرار پا سکے۔

چونکہ رسولؐ کے دستِ حق پرست سے بروز جنگ احد علی مرتضیٰؑ کا ذوالفقار پانا، ایک مسلم الثبوت واقعہ ہے اس لیے صاحبان قلم کو اس سے کلیۃً انکار کی جرأت تو نہ ہو سکی البتہ روایت وضع کی گئی کہ بروز احد جب لڑتے لڑتے علیؑ کی تلوار تین جگہ سے ٹوٹ گئی تو علیؑ ٹوٹی ہوئی تلوار کو لے کر خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے اور دوسری تلوار عطا کیے جانے کی درخواست کی چونکہ اسلحہ جنگ کی قلت پہلے ہی سے تھی رسولؐ نے کھجور کا ایک دوشاخہ علیؑ کو دیا وہ علیؑ کے ہاتھ میں باعجاز رسولؐ فولادی تلوار بن گئی، اور دوشاخہ ہونے ہی کی وجہ سے اس کا نام ذوالفقار پڑ گیا، کیونکہ ذوالفقار کے معنی دومنہ یا دو پھل والی قرار دیا گیا۔

مجھے رسولؐ کے اعجاز میں کسی قسم کا قیل وقال نہیں ہے۔ اگر موسیٰؑ کے ہاتھ کا عصا سانپ کی شکل اختیار کر سکتا تھا۔ تو فضل المرسلینؐ کے ہاتھ سے دی ہوئی کھجور کی لکڑی بھی بدرجہ اولیٰ تلوار بن سکتی تھی لیکن قرآن نے اس تلوار کو منجانب اللہ نازل کیا جانا بتلایا ہے۔ اگر دنیاوی چیزوں کی کیمیادی ترکیب سے کوئی شے عالم وجود میں آتی ہے، تو وہ خلقنا کہلاتی ہے اور اگر اسباب ظاہری سے کام نہ لے کر کوئی شے خلعت وجود پہنتی ہے تو وہ انزلنا کہلاتی ہے۔ کلام اللہ میں اس قسم کی متعدد مثالیں موجود ہیں جن سے خلقنا اور انزلنا کا فرق نمایاں طور پر واضح ہے انزلنا کا لفظ خود اس فعل کا منجانب اللہ ہونا ظاہر کرتا ہے۔ ذرا سی فکر اور عقل سے کام لینے سے یہ روایت ایک بے سروپا اور موضوعہ روایت قرار پا جاتی ہے۔

ذوالفقار کے منجانب اللہ نازل کیے جانے سے انکار کی ایک دوسری صورت یہ کی گئی کہ اس کے نام کی وجہ تسمیہ بیان کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی، فقرہ کے معنی ریڑھ کی ہڈی کی گریاں اور فقرہ کی جمع فقار بتلائے گئے۔ اس طرح بتلایا گیا کہ چونکہ

اس تلوار کے جوہر بہ شکل گریاں بہت نمایاں تھے اس لیے اس تلوار کو ذوالفقار کہا گیا۔ حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ اِدھر جبریل امین کی لائی ہوئی فولادی تلوار دست رسولؐ سے علیؑ کو مرحمت ہوئی اُدھر فضا میں جبریلؑ امین اور ان کے ساتھ کے چار ہزار فرشتوں نے علیؑ کی مدح میں زبان زد خلائق فقرہ لا فتٰی الاّ علیؑ لا سیف الاّ ذوالفقار بآواز بلند اپنی اپنی زبانوں پر جاری کیا۔ ظاہر ہے کہ ذوالفقار کا نام فرشتوں کو خدا نے بتلایا اور فرشتوں نے اس نام کو اپنی اپنی زبان پر جاری کیا۔ بتلایئے کہ اس حقیقت کے بعد وجہ تسمیہ کی ضرورت صرف اسی غرض سے ہے کہ نہیں کہ ذوالفقار کی حیثیت عطیہ الٰہی ہونے کی مجروح ہو کر رہ جائے۔

ایک دوسرے راوی نے ایک اور جدّت کی اس نے روایت وضع کی کہ وہ تلوار ان تحائف میں شامل تھی، جو بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں اپنے اراکین سلطنت کے ذریعہ پیش کیا تھا مرور زمانہ سے وہ تلوار منبہ بن الحجاج قریش کے قبضہ میں آ گئی تھی۔ جنگ احد میں علیؑ نے منبہ کو قتل کر کے اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا، اور وہی تلوار ذوالفقار ہے۔ اس کور باطن راوی کی اسلامی تاریخ سے عدم واقفیت ملاحظہ فرمائے۔ منبہ اور اس کا بھائی منبہ جنگ احد سے ایک سال قبل جنگ بدر میں علیؑ کے ہاتھوں واصل جہنم ہو چکے تھے علاوہ برایں جنگ احد میں تلوار کے عطا کیے جانے کے قبل ذوالفقار کا نام کہیں سنائی بھی نہیں دیتا معلوم نہیں کیوں کر وہ تلوار حضرت سلیمانؑ سے مشرکین مکہ کے ہاتھوں میں آئی۔

ایک اور روایت راس المحدثین حضرت عبداللہ بن عباس سے بیان کی گئی کہ حضرت آدمؑ اپنے ہمراہ تلوار، مقراض، سوئی، ہتھوڑی اور سنسی جنت سے لائے تھے۔ وہی تلوار ذوالفقار ہے، جس سے حضرت آدمؑ جنات اور خبائث کو دفع فرماتے تھے۔

اس تلوار کے دستہ پر کندہ تھا کہ یہ تلوار ہمیشہ صدیقین کے ہاتھ میں رہے گی تا آنکہ وہ حضرت علیؑ کے ہاتھوں تک پہنچے گی اور علیؑ اس سے رسولؐ کی نصرت فرمائیں گے یہ روایت بھی خلقنا اور انزلنا کی بحث کے بعد بے بنیاد قرار پا جاتی ہے اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو ذوالفقار کا وجود قبل جنگ احد کسی نبیؑ یا رسولؐ کے زمانہ میں دیگر تبرکات انبیاء کے ساتھ مذکور ہونا چاہیے تھا۔

آئمہ اہل بیت اطہار کے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشت کے ایک مخصوص سبب کے ایک جزو سے حضرت صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اور دوسرے جزو سے ذوالفقار کی خلقت ہوئی تھی۔ اسی لیے ایک نے بیت الشرف کے اندر اور دوسرے نے بیت الشرف کے باہر علیؑ کی رفاقت کا حق بدرجہ اتم پورا کیا۔

جنگ احد میں اکثر اصحاب رسولؐ کے فرار ہو جانے اور کفار قریش کے اچانک اور غیر متوقع حملہ نے جنگ میں شدت اختیار کر لی۔ اسی اثناء میں کسی نے بلند آواز سے مشتہری کر دی کہ محمدؐ قتل ہو گئے، آواز سنتے ہی بضعۃ الرسولؐ کا دل پاش پاش ہو گیا۔ فاطمہؑ بتیابانہ باپ کے پاس پہنچیں اور سرکارؐ دو عالم کے زخموں کی مرہم پٹی کرنے لگیں، علیؑ اپنی ڈھال میں بھر بھر کر پانی لاتے تھے اور فاطمہؑ زخموں کو دھوتی تھیں۔ بعد فراغت علیؑ نے فاطمہؑ کو ذوالفقار کفار کے خون سے اس کو پاک وصاف کرنے کے لیے دی رسولؐ نے ارشاد فرمایا۔ فاطمہؑ! تمہارے شوہر نے میرے ساتھ حق رفاقت بدرجہ اتم پورا کیا۔ فاطمہؑ تلوار دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں واقعہ کربلا پیش نظر ہو گیا، تلوار سے وصیت فرماتی جاتی تھیں کہ جس طرح تو نے آج ابوالحسنؑ کے ہاتھ سے بلند ہو کر رسولؐ پر حملہ آوروں اور قتل کرنے والوں کے ارادے اور منصوبہ کو خاک میں ملا دیا ہے اس طرح روز عاشور میرے بچے حسینؑ پر حملہ کرنے والوں کو دفع کرنا

اور حسینؑ کی ہر ممکن نصرت کرنا۔

روایت میں وارد ہے کہ شبِ عاشور حضرت زینبؑ نے ماں کے نوحہ اور گریہ کی آواز سنی تو آپ اس آواز کی طرف متوجہ ہوئیں تو معلوم ہوا کہ ذوالفقار رو رہی ہے۔ کیا عجب ہے کہ حضرت صدیقہ صغریٰؑ نے ذوالفقار کو اپنی مادرِ گرامی کی وصیت یاد دلائی ہو۔

ممکن ہے کہ ذوالفقار کے بولنے اور آواز گریہ کو ایک مضحکہ خیز چیز سمجھا جاوے۔ ذوالفقار کا بولنا اور نوحہ کرنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح حضرت موسیٰؑ کے لیے کوہ طور پر درخت سے آواز آئی تھی۔ اور خود پیغمبر صلعم کے دست حق پرست میں کنکریوں نے کلمہ شہادت پڑھ کر تصدیق رسالت کی تھی، اور آج کل کی وائرلیس، ٹیلیفون اور ٹیلگرام والی دنیا میں تو یہ اعتراض ایک مہمل اور لغو اعتراض ہوگا۔

قرآن مجید میں ذوالفقار کے نزول کی علّت محض انسانوں کو نفع پہنچانا اور اللہ کا یہ جان لینا کہ کس نے اللہ اور اس کے رسولوں کی نصرت کی ہے بیان کیا گیا ہے۔ اس کی غرض نزول تو یہ نہ تھی کہ اس سے کسی ششماہے معصوم کی قبر کھودی جائے۔ بقول صاحب شرح شافیہ امام حسینؑ نے بعد شہادت اصغر معصومؑ بڑے سکون اور غیر معمولی استقلال کے ساتھ پشت خیمہ پر ذوالفقار سے ایک چھوٹی سی قبر کھودی، اور اس میں علی اصغرؑ کو دفن کیا۔ لیکن پائے ثبات میں سر مو لغزش نہ پیدا ہوئی

چھوٹی سے قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے!
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

تدفین میّت کا مسئلہ ایک اہم اسلامی مسئلہ ہے میّت کو دفن کرنا ہر باخبر اور مطلع مسلمان پر فرض اور واجب قرار دیا گیا ہے صبح عاشور سے دو مرتبہ یزیدی لشکر نے حسینی جماعت پر ہلہ بول دیا تھا جس کی وجہ سے بیک وقت بہت سے انصار شہید ہو گئے

امامؑ کو ان باوفا جاں نثاروں کے دفن کرنے کا موقع نہیں مل سکا فرداً فرداً شہادت کے عالم میں ایک شہادت اور دوسری شہادت کے درمیان میں وقفہ اتنا کم ہوتا تھا کہ قبر کھود لے اور تدفین عمل میں لائے جانے کے مواقع مفقود تھے۔ علی اصغرؑ کے بعد لشکر حسینی کی یہ حالت تھی کہ

نہ لشکرے نہ سپاھے نہ کثرت النا سے
نہ قاسمؑ نہ علی اکبرؑ ے نہ عباسؑ ے

اس لیے محافظ شریعت امامؑ نے تدفین میّت کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے لیے علی اصغرؑ کی چھوٹی سی میّت دفن کر کے فریضہ شرعی کو پورا کیا۔

ممکن ہے کہ دفن کی وجہ یہ بھی رہی ہو کہ یزیدیوں کی سفاکی اور بہمیت کے مسلسل مظاہرے کی وجہ سے امامؑ کو یقین تھا کہ لاشہائے شہداءؑ گھوڑوں سے پامال کی جائیں گی اور امامؑ جانتے تھے کہ اس ظلم کی متحمّل علی اصغرؑ کی ننھی سی لاش نہ ہو سکے گی۔

اب ذوالفقار کے سلسلہ میں وہ مُبکی اور درد انگیز روایت بیان کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں جس کو جناب مرزا سلامت علی دبیرؔ اعلیٰ اللہ مقامہ نے اپنے مضمون کو ایک مرثیہ میں نظم فرمایا ہے جناب مرزا صاحب مغفور کا تبحر علمی خود اس روایت کی صحت کا ضامن ہے وہ روایت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اہل بیت رسولؐ کے لیے ہوئے مال واسباب کے ساتھ ذوالفقار بھی دمشق کے قصر خضرا میں محفوظ تھی۔ ایک دن ہند بنت عبداللہ بن عامر زوجہ یزید نے ذوالفقار کی فریاد سنی جو بزبان مرزا دبیرؔ اس طرح فریاد کر رہی تھی۔

فریاد یا علیؑ کہ مرا رتبہ گھٹ گیا
میں تھی کمر میں اور سر شبیرؑ کٹ گیا

اسی واقعہ کے بعد ہی ہندؔ کو جو اس وقت تک حقیقت سے ناآشنا تھی قیدیوں پر اہل بیت رسولؐ ہونے کا شبہ ہوا، وہ فوراً تحقیقات کے لیے تجسس میں آئی اور جنابِ زینبؑ کی شناخت کر لی، جناب صدیقہ صغریٰ خاندان رسولؐ کی ظاہری عظمت کو بھی مجروح نہ ہو جانے کے خیال سے برابر انکار فرماتی رہیں، تو ہندؔ نے ذوالفقار منگوائی اور اس کو شہزادی کبریٰ کے سامنے رکھ کر دست بستہ عرض کی کہ کیا یہ ذوالفقار آپ کے پدر بزرگوار کی تلوار نہیں ہے ذوالفقار اس وقت بھی نوحہ وفغاں کر رہی تھی جناب ثانی زہراؑ سے اب انکار نہ بن پڑا بلکہ ذوالفقار کی فریاد اور نوحہ پر شہزادی بھی مضطرابانہ نوحہ وفغاں کرنے لگیں۔ (سید اعظم علی نقوی جائسی سبزواری وکیل پرتاپ گڑھ اودھ)

ذوالفقار کی قرآنی اور تاریخی تحقیق

از۔۔۔۔

(مولانا زین العابدین عابد حیدری)

ذوالفقار کا تاریخی ثبوت ''پہلی بات''

اسلام اور تاریخ اسلام میں صاحب ''ذوالفقار'' کی ذات گرامی اور ''ذوالفقار'' کی عظمت محتاج تعارف نہیں۔ اپنے اور بیگانے سبھی جانتے اور پہچانتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ جاننے اور پہچاننے کا انداز جداگانہ ہے۔ اس لیے کہ کچھ لوگ تو اپنے بنائے ہوئے ''غلط کار'' کو برحق ثابت کرنے کے لیے ایک طرف تو ''صاحب ذوالفقار'' کی عظمت وجلالت کی شان وکرامت، فضیلت ومنقبت کو چھپانے کے لیے، احادیث فضائل کو چھپایا، اور ان احادیث فضائل کے مقابل میں اوروں کی فضیلت میں حدیثیں گڑھ ڈالیں، تاکہ عظمت علوی ابھرنے نہ پائے، مگر یہ نہیں سمجھا کہ حضرت کی فضیلتیں چھپائے جانے کی چیز نہیں اور نہ چھپ سکتی ہیں وہ نور خدا جو کعبہ میں جلوہ گر ہوا فرش نبیؐ پر مرضی خدا بن کر تابندہ ہوا جو دوشِ نبیؐ سے بام کعبہ پر روشن ہوا مباہلہ میں آشکار ہوا۔ غدیر میں تکمیل کو پہنچ کر خدا کی اس فانوسِ حفاظت میں قیامت تک کے لیے روشن ہوگیا۔ جس نور کے پورا کرنے کا وعدہ خدا نے کرلیا ہے وہ باطل کی پھونکوں سے نہیں بجھ سکتا۔ کبھی نہیں بجھ سکتا۔

صرف یہی نہیں کہ حضرت کی ذات گرامی اور آپ کی منقبتوں کو ابھرنے نہیں دیا گیا بلکہ ہر اس چیز کو اختلافی بنادیا جو حضرت علیؑ سے متعلق تھی۔ تاکہ جلالت کے پہلو

نمایاں نہ ہوسکیں۔ مگر حقیقت میں نگاہوں نے ''خذف'' سے موتیوں کو چن لیا، من گھڑت حدیثوں میں صحیح اور سچی حدیثوں کو الگ کر کے ''مناقب'' اور ''خصائل علیؑ'' میں مخصوص کتابیں تحریر کرڈالیں اور اگر علیحدہ لکھنے کا موقعہ نہ ملا تو اور روایتوں کے ساتھ ''ارادی'' یا ''غیرارادی'' طور پر کہیں نہ کہیں درج کر دیا۔ تا کہ پہچاننے والے پہچان سکیں اور پرکھنے والے پرکھ سکیں کہ کون غلط کون صحیح۔

(صاحب ذوالفقار کے ساتھ اہل اسلام کا ایک طرف تو یہ طریقہ رہا) دوسری طرف اپنے بنائے ہوئے ''سیف اللہ'' کی ''خونریزیوں'' پر پردہ ڈالنے کے لیے اس کی منقبت میں خوب خوب گیت گائے، تاکہ ''ذوالفقار'' کی عظمت ظاہر نہ ہو اور نام نہاد ''سیف اللہ'' کے آگے حقیقی ''سیف اللہ'' کے جوہر نہ کھلیں، مگر یہ نہیں سمجھا کہ وہ خدائی ''تلوار'' جس کی شان میں فرشتے ''لا سیف الا ذوالفقار'' کا قصیدہ پڑھیں، کند ہونے والی نہیں تھیں اور نہ اس کی جلا میں کمی آ سکتی ہے۔

جس طرح ''صاحبِ ذوالفقار'' کی فضیلتوں کو چھپانے اور ہر فضیلت کے مقابلے میں دوسروں کی فضیلت میں حدیث گڑھ لینے سے عظمت علوی پر حرف نہیں آتا۔ اسی طرح ''ذوالفقار'' کے لیے کب اور کہاں سے آئی کے اختلافی بیانات، اور خود ساختہ ''سیف اللہ'' کا ''گیت گانے'' سے حقیقی سیف اللہ، حضرت علیؑ، اور ذوالفقار کی آبرو میں فرق نہیں آ سکتا۔ اور نہ اس کی تیزی ختم ہوسکتی ہے وہ جس طرح دست ''یداللہ'' میں چمکتی رہی اور اب بھی چمکتی ہے اور چمکتی رہے گی اور انشاء اللہ جب وقت آئے گا وارث ذوالفقار کے ہاتھوں میں اسی طرح چمکے گی جیسے احد، خیبر، خندق، وغیرہ میں چمکی تھی۔ ذیل میں ہم ''ذوالفقار'' کے متعلق کب اور کہاں سے آئی؟ کے بیانات لکھ رہے ہیں جو ایک حد تک اس کی تاریخ بن جاتی ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہم تمام بیانات سے متفق بھی ہوں۔

(۱) ذوالفقار بلقیس کا ہدیہ ہے؟

بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کو جو ہدیے دیئے تھے اس میں ایک ''ذوالفقار'' بھی تھی۔ کسی طرح منیہ بن الحجاج کے ہاتھ لگ گئی، جنگ بدر میں منیہ بن الحجاج یا اس کے لڑکے عاصی بن منیہ کو حضرت علیؑ نے قتل کر کے وہ تلوار پائی۔ روایت ملاحظہ ہوں۔

(۱) در روایتے آمد کہ ذوالفقار از جملہ ھدایائی بود کہ بلقیس پیش سلیمان فرستادہ بودو آں بدست منیۃ الحجاج افتاد و در روز بدر حضرت امیر المومنین او رابکشت و آں رابر گرفت۔

''ایک روایت میں ہے کہ بلقیس نے جو ہدیے حضرت سلیمانؑ کو پیش کیے تھے۔ ان میں ذوالفقار بھی تھی (کسی طرح) منیہ بن الحجاج کو مل گئی جنگ بدر میں حضرت علیؑ نے اس کو قتل کر کے ذوالفقار لے لی۔''

(تفسیر منہج الصادقین ملا فتح اللہ کاشانی جلد نہم ص ۱۸۸ مطبوعہ تہران ۱۳۳۳ھ اردو بہشت)

(۲) قال یوسف الکنجی الشافعی کان السیف لمنیہ بن الحجاج السھمی کان مع ابنہ العاص بن منیہ یوم بدر فقتلہ علیٌ و جاء با لسیف الی رسول اللہ فاعطاہ علیا فقتل دونہ یوم احدٍ ویروی ان بلقیس اھدت الی سلیمان سبغۃ اسیاف کان ذوالفقار منھا

(ارجح المطالب ص ۶۵۵ مطبوعہ لاہور ۱۳۵۱ھ)

علامہ یوسف الکنجی شافعی ''کفایت الطالب'' میں لکھتے ہیں کہ ذوالفقار منیہ بن الحجاج السہمی کی تلوار تھی جنگ بدر کے روز اس کے بیٹے عاص کے پاس تھی جب جناب امیرؑ نے اس کو قتل کیا اس کی تلوار لے کر آنحضرتؐ کے پاس آئے، حضرت نے وہ تلوار جناب امیرؑ کو عطا فرمائی آپ نے

احد کے روز اس سے جنگ کی ایک روایت میں ہے کہ بلقیس نے جنابِ سلیمانؑ کو سات تلواریں تحفہ میں دیں تھیں، ذوالفقار انہیں میں سے ایک تھی۔

(۲) شاہ غسّان کی تلوار تھی؟

ایک بیان یہ بھی ہے کہ: مناۃ کو توڑ کر اس سے دو چیزیں لے لی گئیں یہ دونوں تلواریں تھیں جو شاہ غسان حارث بن شر نے مناۃ کو ہدیہ کی تھیں ایک کا نام ''مخذم'' اور دوسری کا نام ''اسوب'' تھا رسولؐ اللہ نے ان دونوں کو حضرت علیؑ کو دے دیا۔ بس کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک تلوار وہی تھی جو حضرت علیؑ کے قبضہ میں تھی جسے ذوالفقار کہتے ہیں۔

ہفتہ وار ''سرفراز'' صفحہ ۲۱۹ ''رجب نمبر'' ۲ جنوری ۱۹۶۲ء مطابق ۲۴/رجب المرجب ۱۳۸۱ھ بحوالہ کتاب الاصنام ابن کلبی م ۲۰۴ھ صفحہ ۲۳۔ مطبوعہ مصر۔

(۳) یمن کا بت توڑ کر اس کے لوہے سے ذوالفقار بنائی گئی؟

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیلؑ نے پیغمبرؐ اسلام سے آ کر فرمایا کہ یمن میں ایک بت لوہے میں پوشیدہ ہے حضرت علیؑ کو وہاں بھیجئے حسب الحکم حضرت علیؑ وہاں تشریف لے گئے۔ اور بت توڑ کر اس کا لوہا لائے اس سے یہ تلوار بنائی گئی، ملاحظہ ہو۔

و قد جاء فی بعض الروایات عن علیؑ فقال جاء جبرئیل الی النبیؐ فقال ابن ضمابالیمن مغضر فی حدید فابعث علیه علیًا فا وقفه و خز الحدید قال علیؑ و عانی رسول اللّٰه و بعثنی الیه فذهبت فرتقت الصنم واخذت الحدید فجبت به الی رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم و اعطانی مخدومؑ ثمه اعطانی بعد ذالك

ذوالفقار وانا اقاتلك دونه یوم احدً

(ارحج المطالب چوتھا باب ص۵۲۲، بحوالہ کفایت الطالب)

بعض روایتوں میں جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرتؐ سے آ کر بیان کیا کہ یمن میں ایک بت ہے جو لوہے میں پوشیدہ ہے۔ حضرت علیؑ کو وہاں بھیج دیجئے (اور کہیئے) اسے اکھاڑ کر اس کا لوہا لے لیں۔ جناب امیر کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھے بلایا اور یمن بھیج دیا۔ میں نے جا کر اس بت کو اکھاڑا، اور اس کا لوہا آنحضرتؐ کے پاس لے آیا حضرتؐ نے اس کی (دو تلواریں بنائیں) ایک کا نام ذوالفقار رکھا دوسری کا نام مخذوم حضرتؐ نے ذوالفقار کو خود باندھ لیا اور مجھے مخذوم عطا کی پھر آپؐ نے ذوالفقار بھی مجھے دے دی، میں نے احد کے روز اس سے جنگ کی۔

(۴) ذوالفقار آنحضرتؐ کا معجزہ ہے

ایک روایت یہ بھی ہے کہ کسی درخت کی ایک شاخ تھی، جس کے دو سر تھے اس کو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو عطا فرمایا کہ جاؤ اس سے جہاد کرو۔

''یہ ہاتھ میں تلوار لیتے ہی دو سر کی تلوار بن گئی'' ملاحظہ ہو:

برو ایتے دیگر حضرت پیغمبر چوبے دو سراندد رختے بر گرفت بـا امیر المومنین دارد فرمـود کہ بایں جھاد کن چوں بدست گـرفـت سیفـے دو سر شد۔ وبآں جھاد میکرد و دشمنان خدا رامی کشت۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نہم ص۱۸۸ مطبوعہ تہران مطبع جامیخانہ محمد حسن علی ۱۳۳۳ھ ارد بہشت)

ایک روایت ہے کہ جناب پیغمبر اسلامؐ نے ایک درخت کی ایک ٹہنی جس میں دو سر تھے حضرت علیؑ کو مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا کہ جاؤ اس سے جہاد کرو حضرت علیؑ نے جیسے ہی ہاتھ میں لیا تو وہ دو سر کی تلوار بن گئی پھر اس سے جہاد کرنے لگے اور دشمنانِ خدا کو قتل فرمایا۔

(۵) ذوالفقار آنحضرتؐ کی تلوار تھی، جنگِ خندق میں حضرت علیؑ کو بخش دیا

از علی مرتضیٰؑ در غزوۂ خندق مبارز ھاد مقاتلھا واقع شُد از حد قیاس و عقل بیرون چنانچه در اخبار واقع شده است۔

"مبارزة علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال اُمّتی الٰی یوم القیٰمته" و آنحضرتؐ دعا ھا کرد درحق علی مرتضیٰؑ و شمشیر خود را که ذوالفقار نام داشت بوے عطا نمودؐ (مدارج النبوة)

''غزوۂ خندق میں حضرت علیؑ مرتضیٰ سے ایسی شجاعت اور بہادری ظاہر ہوئی جو حدِ قیاس سے باہر ہے، چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ علی بن ابی طالب کا مجاہدہ روز خندق ان تمام اعمال صالحہ سے افضل ہے جو میری امت تا قیامت بجالائے، نیز رسول مقبولؐ نے حضرت علیؑ کے حق میں دعائیں فرمائیں اور اپنی تلوار ذوالفقار ان کو عطا کی۔''

(تاریخ احمدی ص ۵۲ مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۲۶ء)

''اپنی بات''

گزشتہ تمام بیانات پر تفصیلی اظہار خیال اور کوئی رائے یا فیصلہ کرنے سے بہتر یہی

معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ ان روایات کو صحیح مان لینے کی صورت میں بھی یہ ہم کہنے پر مجبور ہیں کہ ''ذوالفقار'' جب تک اوروں کے ہاتھوں میں رہی ''گمنام'' رہی ''بے آبرو تھی'' ''زنگ آلود'' تھی مگر جب ''دست خدا'' میں آئی خدائی تلوار بن گئی۔ اس کی آبرو بڑھ گئی۔ اس میں جلا آ گئی۔ زبان کی تیز ہوگئی جو دین خدا کے دشمنوں کا لہو دفاعی حیثیت سے چاٹنے کے لیے ہمہ وقت نیام سے باہر رہی۔ اور اتنی چمکی، نیز اس انداز سے چمکی کہ صرف زمین والوں نے ہی اس کا قصیدہ نہیں پڑھا بلکہ آسمان میں بسنے والے فرشتوں نے اس کی چمک کو دیکھا اور اس کی شان میں قصیدہ پڑھا:

لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوْالْفِقَار لَا فَتٰی اِلَّا علیؑ

یہ مطلع خود دلیل ہے کہ یہ دنیاوی ''تلوار'' نہیں ہے ______

اِس لیے اگر ہم مذکورہ تمام بیانات پر اظہار خیال کیے بغیر آگے بڑھ جائیں تو محترم ناظرین کے لیے شاید تھوڑی دیر کے لیے الجھن کا باعث ہو، اس لیے دو باتیں کہہ دینا ضروری ہیں۔

(ا) یہ ممکن ہے کہ بلقیس نے جو تلواریں حضرت سلیمان کو تحفۃً پیش کی تھیں اس میں ''ذوالفقار'' نامی بھی کوئی تلوار رہی ہو، اور شاید اس بناء پر حضرت علیؑ نے منبہ یا اس کے لڑکے عاص کو جنگ بدر میں قتل کر کے اس کی تلوار لے لی ہو کہ یہ تلوار ایک نبیؑ کے ہاتھ میں رہ چکی ہے ہندو کافر کے ہاتھ میں رہنا اس کی توہین ہے جبکہ اس کافر کے پاس جائز طریقہ سے نہ گئی ہو۔ اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علیؑ کبھی کسی مقتول کی کوئی چیز نہیں لیتے تھے۔ جنگ میں ابن عبدود کی قیمتی زرہ چھوڑ دینا اس کا ثبوت ہے مگر یہ کہہ دینا دشوار ہے کہ یہ وہی تلوار تھی جو جنگ احد میں حضرت علیؑ کے لیے خدا کے یہاں سے آئی۔

(۲) شاہ غسان کی تلوار تھی، یہ بیان جیسا ہے آپ حضرات کے پیش نظر ہے لیکن اس کی صحت کی صورت میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہیں گے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ''ذوالفقار'' ''زمانۂ قدیم'' سے غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی جبھی تو ''شاہان عرب'' اپنے خداؤں کو ہدیہ کرتے تھے یا یہ کہ خود شاہ غسان کی تلوار نہ رہی ہو۔ اسے کسی طرح مل گئی ہو اور اس کی عزت و حرمت کے پیش نظر اُسے ''مناۃ'' کو تحفتہً پیش کر کے چھپا دی ہو مگر اس بیان کی تائید کسی کمزور سے کمزور بیان سے بھی نہیں ہوتی اور نہ صحیح روایت اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

(۳) ہم اس روایت کو روایت و درایت کی روشنی میں کسی طرح ماننے کے لیے تیار نہیں کہ یمن کے کسی بت کو توڑ کر اس کے لوہے سے ذوالفقار بنائی گئی ہو، مگر چونکہ ''ذوالفقار'' کے بارے میں ہمیں تمام روایات کو پیش کرنا تھا اس لیے اس کو بھی لکھنا ہی پڑا ــــــــــ

(۴) بے شک یہ آنحضرتؐ کا معجزہ ہے مگر اس حیثیت سے نہیں کہ وہ کسی درخت کی شاخ رہی ہو شاخ کا تلوار ہونا بھی معجزہ ہے، اور یہ ممکن ہے کہ کسی موقعہ پر ایسا اتفاق ہوا ہو، مگر ہم جس ''خدائی تلوار'' کی باتیں کر رہے ہیں وہ اور ہے۔

نیز ایک واقعہ ہے کہ ابودجانہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرتؐ نے ایک کھجور کی ٹہنی دے کر فرمایا کہ جاؤ اس سے جہاد کرو ــــــــــ اور وہ تلوار کا کام کرتی رہی جنگ کے بعد پھر اپنی اصل حالت پر آ گئی یعنی ٹہنی کی ٹہنی ہی رہی ــــــــــ یہ تو ایک مومن کی بات ہے اور جب امیر المومنین کی تلوار ٹوٹ جائے وہ بھی احد ایسے معرکہ میں تو کیا ایسا ہی ہو سکتا ہے ــــــــــ ممکن ہے مگر یاد رکھیے۔ شاید ''لا سیف الا ذوالفقار'' کی قدرتی آواز بلند نہ ہوتی غیب کی یہ آواز ہی تو

راہبر ہے کہ "تلوار" کہیں سے آئی ہے ______

یہ روایت قرین قیاس ہے مگر جنگ احد میں نہیں جب کہ "ذوالفقار" اس موقعہ پر آئی جس کا ثبوت ہم آئندہ پیش کریں گے۔

(۵) "تلوار" ہی کیا ہر چیز آنخضرتؐ نے حضرت علیؑ کو مرحمت فرمائی، مگر "تلوار" کے بارے میں ایک مصرع ہے: ؎

"خدا نے تیغ دی احمد نے دختر"

معلوم ہوتا ہے کہ جس تلوار کی ہم باتیں کر رہے ہیں وہ نبیؐ نے نہیں خدا نے دی مگر نبیؐ کے واسطے سے روایات بھی اس کی تائید کرتی ہیں کہ جنگ خندق میں آنخضرتؐ نے اپنا عمامہ وغیرہ بھی حضرت علیؑ کے سر مبارک پر باندھ دیا "تلوار" بھی مرحمت فرمائی اور یہ کوئی "بعید از عقل بات نہیں" جنگ احد میں جب "ذوالفقار" خدا کی طرف سے آئی تھی تو پہلے آنخضرتؐ کو ملی تھی۔ آنخضرتؐ نے حضرت علیؑ کو مرحمت فرمائی، گویا مالک آپؐ تھے اور "صاحب ذوالفقار" حضرت علیؑ ابن ابی طالب ______ اور یہ ممکن ہے کہ وہ تلوار ہمیشہ آنخضرتؐ ہی کے پاس رہتی ہو، جب جنگ کا موقعہ آتا رہا ہو آنخضرتؐ حضرت علیؑ کو دیتے رہے ہوں۔ لیکن یہ خیال شاید اس لیے ٹھیک نہ ہو کہ حضورؐ کی ذات گرامی اس سے بلند ہو کہ وہ کسی کو کوئی چیز عطا فرمانے کے بعد پھر اپنے پاس رکھیں ______ یا یہ ممکن ہو کہ آنخضرتؐ نے جو تلوار جنگ خندق میں عطا فرمائی تھی اس کا بھی نام "ذوالفقار" ہی رہا ہو۔

اس کے علاوہ آپ گزشتہ تمام بیانات میں پڑھ چکے کہ "ذوالفقار" کے جہاں جہاں سے آنے کی بات ہے، کسی میں براہ راست حضرت علیؑ کے لینے کا ذکر نہیں۔ بلکہ پیغمبر اسلام کے واسطے سے آپ تک پہنچنے کا تذکرہ ہے، جو دلیل ہے کہ

''ذوالفقار'' خواہ آنحضرتؐ کی تلوار ہو یا خدا کی طرف سے آئی ہو یا کہیں اور سے حضرت علیؑ کو عطا فرمایا۔

مگر حق یہ ہے کہ ذوالفقار جنت سے آئی، کرار غیر فرار ''ولی خدا'' جانشین رسولؐ حضرت علیؑ کے لیے خاص طور پر جبرئیلؑ امین لائے اور فرمایا کہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا حقدار بھی نہیں ______

حضرت فاطمۃ زہراؑ اس کو پہلے سے پہچانتی تھیں اور اس کے فضل و شرف سے واقف تھیں، ملاحظہ ہوں بیانات!

ذوالفقار جنت سے آئی، حدیث کا بیان

(۱) عن عبداللہ بن مسعود انہ قال انہ جبرئیل بذی الفقار من الجنۃ فقال یا رسول اللہ ان اللہ یقرئک السلام و یقول یا محمد انی لا اری ذوالفقار لاحد من بنی آدم تستحق الا ان یکون ولا یتہ عنک وھو یصیر بامرک یامرک نفسۃً فی ید من ھو ھل لہ لحمارسۃ الحروب و قطع عاھات الکفرۃ والعاندین المسادقین علیک وفقال یا جبرئیل من ھو قال علیؑ فناولہ رسول اللہ علیہ

(مناقب المرتضیٰ جلد۳،ص۲۳۴، بحوالہ زہرۃ الرّیاض شیخ امام تارج الاسلام سلیمان بن داؤد)

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ جنت سے ذوالفقار لے کر آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ خداوند عالم بعد سلام کے فرماتا ہے کہ بنی آدمؑ میں کوئی شخص بغیر آپ کے ولی کے اس تلوار کو نہیں لے سکتا یہ تلوار آپ کے حکم میں رہے گی اس تلوار کو اس شخص کو

دیجئے جوفن حرب میں کمال رکھتا ہو اور آپ کے دشمنوں کا سر کاٹ کر دکھائے، آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے؟ انہوں نے جواب دیا حضرت علیؑ، پس آنحضرتؐ نے وہ تلوار حضرت علیؑ کو دے دی۔

(۲) عن ابن عباس رجع علی بعد فتح خیبر و معه ذوالفقار فقال یا فاطمة رائت ذوالفقار فان الله فتح به خیبر قال فضحکت نقل علیؑ یا فاطمة اتعرفین نفل ذوالفقار فقالت انی فتهد قبل ان تعرف فتعجب علی من قولها ثم مغی اصٰ اصمبٌ یصٰ اصصج عصٰج وسص، فاخبره فجاء النبی الی فاطمة فقالٰ اخبرین یا فاطمة حتی اسمعها من لساوك فاخبر فقال من این لك هذا فقالت حسین لوج بك الی السماء قال الله لجبرئیل اطلح محمد اعلی منزلد فی الجنة فیها اعددت له فیها ولا مته من النعیم فدخلت الجنة وقال لك جبرئیل کل شمار الجنة و کنت حنیئذ شجرة تفاح احمر وفی اصلها ذوالفقار مخزون مکتوب علیه لا سیف الا ذوالفقار ولا فتیٰ الا علیؑ۔

مناقب المرتضٰی جلد ۳، ص ۲۳۴۔ص ۲۳۵ مطبوعہ مطبع حسن پرنٹنگ پریس

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب خیبر سے جناب امیر لوٹے۔ ذوالفقار آپ کے ہاتھ میں تھی جناب سیدہؑ سے کہنے لگے یا فاطمہؑ آپ نے ذوالفقار کے جوہر دیکھے جو خدا نے اس کے ذریعے سے خیبر کو فتح کیا، سیدہؑ ہنس پڑیں، حضرتؑ نے فرمایا، یا فاطمہؑ کیا تم کو ذوالفقار کی آگاہی ہے، جناب سیدہؑ نے فرمایا میں تمہارے جاننے سے پہلے اس کو جانتی ہوں، جناب امیر حضرت سیدہؑ کی باتوں سے متعجب ہوئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں جناب سیدہؑ کا قول نقل کیا حضرتؐ سیدہؑ سے آ کر فرمایا یا فاطمہؑ تمہارے منہ سے اس بات کو سننا چاہتا ہوں کہ یہ بات تم کو کہاں سے معلوم ہوئی جناب سیدہؑ نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ جب جناب آسمان پر تشریف لے گئے تھے پروردگار نے جبرئیلؑ سے فرمایا محمدؐ کو جنت میں اس مقام پر لے جاؤ جوان کے لیے اور ان کی امت کے لیے جنت کی نعمتوں سے سجایا گیا ہے، آپ کو جنت میں لے گئے جبرئیلؑ نے عرض کیا ثمرات جنت سے آپ کچھ تناول فرمائیں، اس وقت آپ ایک سرخ سیب کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اور اس کی جڑ کے نیچے ذوالفقار دبی ہوئی تھی اس پر لکھا ہوا تھا، ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں، اور علیؑ کے سوا کوئی بہادر نہیں، اس کی زوجہ زہراؑ ہیں، بس اس وقت سے میں اس کی فضیلت کو جانتی ہوں، پھر آپ نے اس درخت کے سیب میں سے آدھا ٹکڑا کھایا، اور آدھا میری والدہ خدیجہؑ کے لیے رکھ لیا، جب میری والدہ نے وہ ٹکڑا کھایا اور میں جناب سے ان کے بطن اقدس میں قرار پا گئی اس کی نشانی یہ ہے کہ جب آپ میرے پاس بیٹھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ گویا ہم اسی سیب کے درخت کے پاس بیٹھے ہیں، اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ تیری خوشبو اسی درخت کی خوشبو کی مانند ہے، جناب سرورِ انبیاءؐ نے ارشاد فرمایا تم سچ کہتی ہو اور جناب سیدہؑ کی آنکھوں کو چوم لیا۔

قرآنی بیان ذوالفقار جنت سے آئی:

وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِيۡدَ فِيۡهِ بَاۡسٌ شَدِيۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ مَنۡ

يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ط ____ (سورۂ حدید آیت ۲۵)

ترجمہ: ہم ہی نے لوہے (ذوالفقار) کو نازل کیا جس کے ذریعہ سے سخت لڑائی اور لوگوں کے بہت سے نفع کی باتیں ہیں۔ اور تا کہ خدا دیکھ لے کہ بے دیکھے بھالے خدا اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے ____

یہ ایک حقیقت ہے کہ لوہا زمین میں پیدا ہوتا ہے، نازل ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں نیز جب تک اس سے ہتھیار نہ بنایا جائے زخم پہنچانے کے قابل نہیں ہوتا۔ پھر اس آیت مذکورہ "بَاْسٌ شَدِيْدٌ"، "مَنَافِعُ لِلنَّاسِ" وغیرہ کی قید بتاتی ہے کہ یہ کوئی مخصوص لوہا ہے ____ جو آسمان سے نازل ہوا جس طرح اور دوسری آسمانی چیزیں آئیں اسی طرح ذوالفقار ہے۔

چنانچہ اس کی تائید حسب ذیل بیانات سے ہوتی ہے ____

و بیشتر مفسراں برآئند که مراد ازیں شمشیر است و در اخبار اهل بیت آمده که مراد بآں ذوالفقار است که برائے رسول از آسمانی نازل گشت رسولؐ آنرا بامیر المومنین داد تا بآں دشمنان خدا از قتال می کرد۔ (تفسیر منہج الصادقین، ص ۱۸۸، جلد نہم)

ترجمہ: اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ آیتِ مذکورہ میں حدید سے مراد شمشیر ہے (لیکن) اِحادیث اہل بیتؑ میں ہے کہ اس سے مراد ذوالفقار ہے، جو جناب کے لیے آسمان سے نازل ہوئی اور آنحضرت نے امیر المومنینؑ کو دے دی تا کہ اس سے دشمنانِ خدا سے جہاد کریں۔

اس کی تائید عامہ کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ صاحب کامل البہائی بحوالہ ابوبکر شیرازی (یہ کتاب علامہ حسن بن علی مازندرانی طبری کی عظیم الشان تالیف ہے

۶۷۵ھ میں لکھی گئی) تحریر کرتے ہیں۔

ابوبکر شیرازی اہلِ سنت مورخ کا بیان:

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ شمشیر علی است که ذو الفقار راست که حق تعالٰی به آدم فرستاد از بهشت وحق را از و رقم از اوراق آس بهشت آفرید۔ برآں ذو الفقار نوشته۔

سود لا یزال الانبیاء یحاربون نبی بعد نبیؐ و صدیق بعد صدیق حتی یرثه امیر المومنین۔

(کامل البہائی ص ۱۱۱، مطبوعہ مطبع فیض رساں بمبئی، ذی الحجہ الحرام ۱۳۲۳ھ)

ابوبکر شیرازی سُنّی کہتے ہیں کہ آیۃ وَاَنْزَلْنَا سے مراد حضرت علیؑ کی تلوار ''ذوالفقار'' ہے جسے حق تعالٰی نے آدم کے ساتھ جنت سے بھیج دیا تھا، اور خداوند عالم نے اسے جنت کے آس کے درخت کے ایک پتے سے پیدا کیا تھا۔ اس ذوالفقار پر لکھا تھا، ہمیشہ ایک نبیؐ دوسرے نبیؐ کے بعد اور ایک صدیق دوسرے صدیق کے بعد اس تلوار سے جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت امیر المومنینؑ کو میراث پہنچی۔

ابن ابی الحدید کے قصائد میں ذوالفقار کی تعریف:

ابن ابی الحدید نے بھی اپنے بعض قصائد میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ذوالفقار جنت سے آئی تھی چنانچہ اس کے بعض اشعار یہ ہیں۔۔۔۔۔۔۔

وحیث الومیض الشعشانی قایضی من المصدرا کا علی تبارك مصدرا فلیس سواء بعد ذالعظیم ولا الا لات مسجودً الهاو معفراً

ترجمہ: وہ ذوالفقار اور وہ مصدر بڑا ہی برکت والا ہے جو برق تاباں کی مانند

چمکتی ہے اس کا فیضان مصدر اعلیٰ سے ہوا ہے، اس ذوالفقار کے بعد نہ تو سواع بت ہی کی تعظیم باقی رہی اور نہ لات کے سامنے سجدہ ہوا اور نہ پیشانی گرد آلود کی گئی۔

مولوی رومی نے بھی حضرت علیؑ کے بعد مرثیہ اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ ان کا ایک شعر ہے۔

تیغ علیؑ کو رہ و سنداں ندید

نے علیؑ از دستِ آہنگر گرفت

نہ لوہار ہی کے ہاتھ سے لیا، حضرت علیؑ کی تلوار نے نہ تو کسی لوہار کی بھٹی دیکھی تھی اور شیرِ خدا نے نہ اس کو کسی لوہار سے خریدا تھا۔ (بلکہ خدا کی طرف سے بھیجی گئی تھی)

لب خموش علیؑ کارِ ذوالفقار کنو

یہ تو رہی ذوالفقار کی تاریخی حیثیت۔ اب اس کے جوہر سے متعلق بھی ملاحظہ کیجیے، جس کی شان میں ملائکہ نے قصیدہ پڑھا اور اندازہ کیجیے کہ جس ''شیر الٰہیہ'' کے لب ذوالفقار کا کام کرتے ہوں ان کی زبان کس شان کی ہوگی اور پھر اس کی وہ تلوار کس بلا کی ہوگی جو قدرت نے ان کی بہادری کو دیکھ کر بطور تمغہ عطا فرمائی ہو۔ جس کی تفصیل آپ گزشتہ اوراق میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب یہ دیکھئے کہ یہ سب اِلّا ذوالفقار کا قصیدہ ملائکہ نے کب پڑھا ______

''لا فتیٰ اِلّا علیؑ لا سیف اِلّا ذوالفقار'' کی آواز کب بلند ہوئی؟

لا ______ اس میں اختلاف ہے کہ لا فتیٰ اِلّا علیؑ کی آواز کب بلند ہوئی، مگر اکثر مورخین و محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ آواز جنگ احد میں سنی گئی، مگر علامہ سبط ابن جوزی نے اس پر زور دیا ہے کہ یہ آواز جنگ خیبر میں سنی گئی، کیونکہ احد کے دن

والی روایت میں عیسیٰ بن مہران راوی شیعہ ہے چنانچہ ان کے بیان ارجح المطالب ص ۵۶۵ سے نقل کیا جارہا ہے۔

قال سبط ابن الجوزی فی تذکرة خواص الامة فان قیل قه صغفوا لفظ لا سیف الا ذوالفقار، قلنا ذکروه ان الواقعة کانت یوم احد و نحن نقول کانت یوم خیبر کذا ذکر احمد فی المناقب ولا کلام فی یوم احد قالوا فی اسناد روایته ابن عباس عیسیٰ بن مهران تکلموا فیه وقالوا کان شعیا امام خیبر ... فیه احد من العلماء و قیل ذالك کان یوم بدر والاول اصح

(ارجح المطالب: ۵۶۵)

علامہ سبط ابن الجوزی خواص الامۃ میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ لا سیف اِلّا ذوالفقار کی حدیث کی بعض لوگوں نے تضعیف کی ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس کو احد کے دن کا واقعہ بیان کیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ خیبر کے دن کا واقعہ ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل نے المناقب میں بھی اسی کا ذکر کیا ہے اور احد کے دن ہم کلام نہیں کرتے۔ کیونکہ محمد کہتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث کے اسناد میں ایک راوی عیسیٰ بن مہران ہے جس کی نسبت لوگوں نے کلام کیا ہے کہ وہ شیعہ تھا، لیکن خیبر کے دن کے واقعہ کی سرمت عطاء میں کسی نے طعن نہیں کیا اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ بدر کے روز کا واقعہ ہے مگر پہلی بات یعنی خیبر کے روز کا واقعہ ہونا زیادہ صحیح ہے، پھر بھی ہم ناظرین کے لیے فیصلہ کرنے کے اس سلسلہ کے تمام بیانات کو پیش کر رہے ہیں۔

کیا بدر کے دن لاسیف الّا ذوالفقار کی آواز سنی گئی؟

(۱) عن ابی جعفر محمد بن علی قال، قال نادی ملك من السماء یوم بدر یقال له رضوان لا سیف الا ذوالفقار ولا فتٰی الا علیؑ۔

(اخرا لحسن بن العرفه العبدی نقلت من ریاض النضره فی فضائل التسعر لمحب الطبری) (ارجح المطالب، ص ۵۶۴، ۵۶۵)

جناب امام ابوجعفر محمد باقر بن علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ بدر کے روز ایک فرشتہ نے جس کا نام رضوان ہے آسمان سے پکار کر کہا نہیں ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار اور نہیں ہے علیؑ کے سوا کوئی بہادر۔

(۲) وقال ابن اسحاق فی سیرته و فی هذا الیوم ای بدر حاجت ریح فسمع علیؑ هاتفًا یقول لا سیف الا ذوالفقار ولا فتٰی الا علیؑ (نقلت من "کفایت الطالب" لیوسف الکنجی)

(ارجح المطالب ص ۵۶۵ و مناقب المرتضٰی جلد ۳، ص ۱۲۱)

(۳) مناقب ص ۱۰۳ ط ایران سے۔

(۴) اسمه اشتهر به علیؑ وجاء فیه یوم بدر حسین احسن الله الا سیف الا ذوالفقار ولا فتٰی الا علیؑ ومن مقالاتی فیه ....

(مناقب خوارزمی ...ص ۲۱)

آپ کا مشہور اسم گرامی (حضرت) علیؑ ہے آپ کی شان میں جنگ بدر میں بہترین ندا آئی تھی لا سیف الا ذوالفقار ولا فتٰی الا علیؑ آپ کی شان میں کہا گیا ______

حضرت علیؑ خدا کے شیر ہیں آپ کی تلوار (ذوالفقار) اور نیزہ جنگ کے دن

دانت اور ناخن کی مانند ہیں (جس سے شیر پھاڑ کھاتا ہے) حالانکہ آپ کی تلوار بہادروں کے خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔

(آسمان سے ندا آئی) ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی بہادر نہیں جو نام لڑائیوں کو فتح کرنے والے ہیں۔ (مناقب خوارزمی ص۲۲)

کیا خیبر میں یہ آواز آئی؟

امام احمد بن حنبل اپنی کتابِ فضائل میں ذکر کرتے ہیں کہ صحابہ نے خیبر کے روز آسمان سے ایک تکبیر کی آواز سنی کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔ نہیں ہے ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار اور علیؑ کے سوا کوئی بہادر، حسان بن ثابت رضی اللہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں شعر کہنے کا اذن طلب کیا حضرت نے اِذن دیا۔ انہوں نے یہ اشعار کہے۔ جبرئیلؑ نے بآواز بلند کہا، غبار ابھی کھلا (صاف) نہیں تھا، مسلمان آنحضرت کے گرد تیر چلا رہے تھے۔ ''ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی بہادر نہیں۔'' (ارجح المطالب ص۵۶۵)

فصول مہمہ میں بھی حدیث رائت کے ذیل میں اس کا تذکرہ ہے۔

(تذکرۃ الخواص الامہ)

ہاں! احد میں لا سیف الّا ذوالفقار کی آواز سنی گئی

اس کو اکثر مورخین ومحدثین لکھتے آئے ہیں ـــــ چنانچہ

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب احد کے دن جناب امیرؑ نے مشرکوں کے پرچم دار طلحون بن ابی طلحہ کو قتل کیا ایک آسمان سے آنے والے نے چلّا کہ کہا ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی بہادر نہیں۔ (تذکرۃ الخواص الامہ) ارجح المطالب

روایات مذکورہ کی روشنی میں ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ ہوسکتا ہے کہ بدر، احد، خیبر،

تینوں موقع پر حضرت علیؑ کی کارگزاری، جانبازی، اور متواتر حملوں کو دیکھ کر فرشتوں نے لا سیف الّا ذوالفقار کی آواز بلند کی ہو، مگر زیادہ احتمال، قرائن اور بیانات میں ہے کہ احد ہی کے دن یہ آواز سنی گئی صاحب روضۃ الصفا کامل خمیس وغیرہ نے احد ہی کے دن کا واقع لکھا ہے (مدارج النبوۃ)

نیز اس کی تائید، اور دوسرے قرائن اور واقعات سے بھی ہوتی ہے۔

(۱) مثلاً احد ہی کے دن حضرت علیؑ کی تلوار عین اس وقت ٹوٹ گئی تھی جب پیغمبرؐ اسلام کو اصحاب چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور حضرت علیؑ تنہا رسولؐ اسلام کی حفاظت فرما رہے تھے، ایسے وقت آسمان سے تلوار کا آنا اور اسی وقت آنا ایک لازمی بات تھی، ورنہ رسولؐ کی حفاظت کا اہم ترین فریضہ انجام نہ پاتا۔

(۲) اسی جنگ میں ابودجانہ صحابی کی تلوار ٹوٹ گئی تھی، آنحضرت نے ایک ٹہنی دے کر فرمایا کہ اس سے جہاد کرو، وہ تلوار کا کام کرتی رہی۔

(۳) اسی جنگ میں قتل محمدؐ کی منحوس آواز شیطان یا اس کے ہم صفت بعض انسانوں نے اٹھائی تھی۔ جو سن کر حضرت علیؑ نے میان توڑ کر پھینک دی اور دشمن کے لشکر میں آگے بڑھتے چلے گئے اور فرماتے تھے جب رسولؐ ہی نہیں تو میں رہ کر کیا کروں گا اور پھر وہ کارنمایاں کیا کہ فرشتوں کو ''رطب اللسان'' ہونا پڑا۔

(۴) ''کفر بعد الایمان'' اسی جنگ میں حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کو سوالیہ جواب دیا تھا جب آنحضرتؐ نے فرمایا تھا، اے علیؑ تم کیوں نہ ''یاروں'' کے ساتھ چلے گئے حضرت علیؑ نے فرمایا ایمان کے بعد کفر کیسے اختیار کرتا۔ پھر علیؑ نے ثابت قدمی کو عین ایمان سمجھ کر رسولؐ اسلام کی حفاظت فرمائی، اور آپ کی یہ ادا ایسی بھا گئی کہ ؎

فرشتوں نے دی لا فتیٰ کی صدا
احد میں ادائے علیؑ بھا گئی

ذیل میں ہم مدارج النبوۃ رکن چہارم ص ۱۰۷، ۱۰۸ مطبوعہ نولکشور کی عبارت پیش کرتے ہیں، جس سے ہمارے بیان کی تائید ہوتی ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ دشمنوں کی ایک جماعت نے آنحضرتؐ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، حضورؐ نے حضرت علیؑ کو دیکھ کر فرمایا ان کے شر کو مجھ سے دور رکھو، سر تاج اولیاؑ نے کفار کے ارادہ سے باز رکھا۔ اسی وقت جبرئیلؑ امین آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یہ تو حضرت علیؑ کی بڑی جوانمردی اور کمال مواسات ہے۔

آنحضرت نے فرمایا، ایسا کیوں نہ ہو علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ جبرئیلؑ نے کہا اور میں آپ دونوں حضرات سے ہوں اسی وقت میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا لا فتی الا علیؑ۔

نیز مورخین کہتے ہیں کہ اس جنگ احد میں حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی حضور سے صورتِ حال بیان کی آپ نے حضرت علیؑ کو ذوالفقار مرحمت فرمائی۔ آپ نے اس سے مشرکین سے اس طرح جہاد فرمایا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ سن رہے ہو اپنی مدح فرشتے کی زبان سے جس کا نام رضوان ہے آسمان سے کہہ رہا ہے لا فتٰی الا علیؑ حضرت علیؑ فرماتے ہیں یہ سنکر مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ میں خدا تعالیٰ کا اس بے بہا نعمت پر شکر بجالایا۔ (مدارج النبوۃ رکن چہارم ...ص ۱۰۸ مطبوعہ نولکشور پریس)

ذوالفقار دلیلِ امامت ہے

گر نہ بیند بروز شیرہ چشم
چشمۂ آفتاب آفتاب راجہ

خدا برا کرے تعصب اور تنگ نظری کا جو روشن اور متواتر چیزوں سے بھی انکار کرنے پر مجبور کرتی ہے، تا کہ اپنے بنائے ہوئے ''ریت کے گھروندے'' اور ''خیالوں

کے محل'' ڈھیر نہ ہو جائیں۔

ذوالفقار کا واقعہ اتنا اہم ہے کہ علامہ حلّی نے اس کو حضرت علیؑ کی امامت کے فضائل میں پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو

علامہ حلّی فرماتے ہیں کہ امامتِ علیؑ کے فضائل کے لیے محکم ثبوت میں تیسواں ثبوت یہ ہے کہ بے شک احد کے دن آسمان سے ندا آئی کہ لا سیف الا ذوالفقار نیز ایک روایت ہے کہ یہ ندا بدر کے دن آئی

جنگ بدر کے دن لا سیف الا ذوالفقار کی ندا منکرات میں سے اس لیے کہ یہ تلوار منیہ بن الحجاج کی تھی جو اشراف قریش سے تھا۔ جنگ بدر کے دن قتل ہوا اسی کی تلوار ذوالفقار کے نام سے مشہور ہوئی رسولؐ اللہ کے پاس پہنچ کر ذوالفقار تو جنگ بدر میں کفار کے ہاتھوں میں تھی، جس سے مومنین کو قتل کیا جا رہا تھا، پس کیسے یہ ہو سکتا ہے کہ لا سیف الا ذوالفقار کی ندا آئی ہو۔

شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری کا بیان

تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کی ندا بدر کے بعد جنگ احد میں آئی، (اور علامہ موصوف نے اسی کو صحیح مان کر پہلے درج کیا ہے) اور یہی حدیث میں مذکور بھی ہے۔ جسے مصنف سرہ نے خوارزمی اور جمہور محدثین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے۔ مناقب خوارزمی میں ہم نے بچشم خود دیکھا ہے۔

نیز جس کی روایت دارقطنی نے بھی لکھا ہے جس کی طرف ابن حجر نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں اشارہ کیا ہے جہاں اس نے حدیث یوم شوریٰ کو لکھا ہے جس میں حضرت علیؑ نے اپنی ان فضیلتوں کو بیان کیا ہے جو انہیں خداوند عالم کی طرف سے ملیں (جس کا مطلب یہ ہے کہ ذوالفقار بھی خدا کی طرف سے ملی، چنانچہ گزشتہ احادیث

اس کی مؤید بھی ہیں)۔ (احقاق الحق ایران)

ابن روز بہان کے جواب میں حسب ذیل باتیں

(۱) علامہ حلیؒ ''بدر'' کے دن ندائے لا سیف الا ذوالفقار امر کے قائل نہیں، چنانچہ موصوف نے احد ہی کے دن کو صحیح مان کر استدلال فرمایا اور روی یوم بدر فرما کر ایک روایت کی طرف اشارہ فرمایا۔ نیز ہم نے خود بھی بالتفصیل گزشتہ صفحات میں بتا دیا کہ یہ ندا جنگ احد ہی میں سنی گئی۔

(۲) ابن روز بہان کو کیسے معلوم ہو گیا کہ ''ذوالفقار'' منبہ بن حجاج کے ہاتھ میں تھی جب یہ ندا آئی تھی، کیا یہ ممکن نہیں کہ منبہ بن حجاج نے ابھی کسی مسلمان کو قتل نہ کیا ہو اور حضرت علیؑ نے اس کی تلوار حاصل کر لی ہو اور پھر جب حضرت علیؑ کو آنحضرت نے عطا فرمائی تو آپ کی جوانمردی کو دیکھ کر فرشتے پکار اُٹھے ہوں لا فتیٰ الا علیؑ۔

(۳) قرآن وحدیث کے گزشتہ بیانات کی روشنی میں کسی کو یہ کہنے کا حق ہی نہیں کہ ''ذوالفقار'' منبہ بن الحجاج کی تلوار تھی جب قرآن وحدیث، اقوال علماء سب یہ کہتے ہیں کہ یہ خدائی تلوار ہے اور

تلوار کاٹتی ہے مگر ہاتھ چاہیئے :

ذوالفقار اور صاحب ذوالفقار کی مدح اُدھر سے ہو جہاں سے آئی تو ''منکرات'' میں کیوں داخل ہونے لگی۔

(۴) ہمیں معلوم ہے، تم کیوں اس ندا کا انکار کر رہے ہو، صرف اس وجہ سے ''فرار'' کے لیے تازیانہ عبرت ہے، اور ''کرار'' کے لیے ''قدرتی تمغہ'' جوابات وصیابت ''ولایت'' کی روشنی دی ہے کیونکہ خدائی تلوار اسی کو ملے گی جو خدائی نصیب دار ہوگا۔ تم بکواس اس کئے جاؤ پھر وقت آئے گا جب ہاتھوں میں یہ

''ذوالفقار'' ہوگی اور فضا میں لافتیٰ الاعلی لا سیف الا ذوالفقار'' کی ملکوتی آواز گونج رہی ہوگی۔ دادِ شجاعت ...... منکرین بدحواس ''بنات النعش'' کی طرح پریشان ہوں گے معتقدین، کہکشاں کی مانند ''قمر امامت'' کے گرد ہالہ کیے ہوں گے۔

عجل اللّٰہ فرجه وسهل اللّٰہ مخرجه وجعلنا من اعوان وانصاره

خدایا! حضرت حجۃ علیہ السلام کی نگرانی میں بحق محمدؐ وآل محمدؑ خلوص کے ساتھ دین و ملت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔

''کلامِ میر انیسؔ میں ذوالفقار کی مدح''

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی کی تقریر سے اقتباس

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (الحدید:۲۵)

''اور ہم نے فولاد (لوہے) کو نازل کیا جس کے ذریعے سے سخت لڑائی اور لوگوں کے لئے بہت سی نفع کی باتیں ہیں تاکہ خدا دیکھ لے کہ بن دیکھے خدا اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے۔ بے شک خدا بہت زبردست، غالب (قوت والا) ہے۔''

''پروردگار ہر چیز پر قدرتِ کاملہ رکھتا ہے۔ وہ لوہے کو آسمان سے نازل کرسکتا ہے۔ آیت میں یہ اعلان موجود ہے کہ ہم نے لوہے کو آسمان سے نازل کیا۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ ''الحدید'' سے مراد تلوار ہے جو عرش سے نازل ہوئی۔ اَئمہ معصوم نے وضاحت سے بیان کیا ہے کہ ''الحدید'' سے مراد ''ذوالفقار'' اور جنگ سے مراد ''جنگِ اُحد ہے'' جس لڑائی میں ذوالفقار نازل ہوئی۔

ذوالفقار کے نزول کا یہ واقعہ تاریخوں میں موجود ہے کہ جنگِ احد میں جب حضرتِ حمزہ شہید ہوگئے تو میدانِ اُحد میں صرف رسولِؐ خدا اور حضرتِ علیؑ مرتضٰی تنہا رہ گئے۔ فاتح بدر وحنین نے کافروں کا مقابلہ کیا اور کافروں کو بھاگنے پر مجبور کردیا۔ اس حملے میں حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ ٹوٹی ہوئی تلوار لے کر رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا ''یا رسولؐ اللہ! مالکِ کائنات نے بعد تحفۂ درود وسلام یدِقدرت سے بنی ہوئی یہ تلوار بھیجی ہے۔ یہ سیفِ خدا اسد اللہ کو عنایت کیجیے۔''

حضرتِ علیؑ کی جاں نثاری کا یہ خصوصی انعام تھا جو منجانب اللہ عرش سے نازل ہوا تھا۔ اِدھر حضرت علیؑ کے ہاتھ میں تلوار آئی، اُدھر جبریلؑ امیں نے فضا میں بلند ہو کر اپنے ساتھ کے چار ہزار فرشتوں کے ساتھ نعرہ بلند کیا:

لا فتٰی اِلّا علیؑ لا سیف اِلّا ذوالفقار

''نہیں ہے کوئی جوان مگر علیؑ اور نہیں ہے کوئی تلوار مگر ذوالفقار''

گویا جبریلِ امین کا یہ اعلان ایک قصیدہ تھا جو حضرتِ علیؑ کی شان میں وہ پڑھ رہے تھے۔ حضرتِ علیؑ کے ہاتھ میں ذوالفقار آئی، پنجۂ شیر خدا اور قبضۂ ذوالفقار نے ایک دوسرے سے مناسبت پائی۔ میر انیسؔ کہتے ہیں:

جیسی وہ ذوالفقار تھی، ویسا ہی ہاتھ تھا

میدانِ اُحد سے حضرتِ علیؑ نے لشکرِ کفار کو مار بھگایا، اکثر کو تنہا قتل کیا۔ اب میدانِ اُحد صاف تھا۔ ذوالفقار کی آب نے خون کے دریا بہا کر اسلام کے دامن سے گردِ شکست کو دھو کر ظاہری شکست کو فتح میں بدل دیا۔ یہی تلوار ہے جس سے مسلمانوں کو نفع حاصل ہوا، اس نفع کا اعلان سورۂ حدید کی آیت میں کیا گیا ہے۔

''ذوالفقار'' عربی کا لفظ ہے، لیکن ''فقار'' کے دو معنی ہیں۔ یہ ''فقرہ'' کی جمع ہے۔ ''فقرہ'' عربی میں کلام یا جملے کے لطیف نکتے کو کہتے ہیں، اس کی جمع ''فقار'' یعنی زبان سے متعلق ہے اور دوسرے معنی ہیں ''الفقرہ'' یا ''الفقارہ'' یعنی ریڑھ کی ہڈی ''ذوالفقار'' کی پشت مہرہ ہائے پشت کی طرح سیدھی نہ تھی۔ جس طرح ریڑھ کی ہڈی خم دار ہوتی ہے، ''ذوالفقار'' بالکل اسی طرح کی تھی، تلوار میں بھی مہرے تھے جس طرح ریڑھ کی ہڈی میں، اِدھر اُدھر ہوتے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ تلوار پر چونکہ یہ فقرے تحریر تھے: لا فتٰی اِلّا علیؑ لا سیف اِلّا ذوالفقار

اس لیے اِس تلوار کا لقب ''ذوالفقار'' قرار پایا۔اب جو بھی معنی ہوں، یہ نام لسانِ قدرت کا عطا کیا ہوا ہے۔لیکن ذوالفقار کی تیزی، چم خم کاٹ، گھاٹ، باڑھ، دھار کو میر انیسؔ کے علاوہ کوئی دوسرا بیان نہیں کرسکا۔میر انیسؔ نے ''ذوالفقار'' کا خم، جھنکار، چمک، روانی و پانی، شعلہ فشانی و تیز زبانی، اس کی ادائیں، اس کے جوہر، اس کے پھل، اس کے اوج اور اس کے معجزات کو جس طرح بیان کیا ہے، اسے سن کر ہر ادب پسند ورطۂ حیرت میں آ جاتا ہے۔

میر انیسؔ نے ''ذوالفقار'' کو کہیں پری وش بنایا ہے اور دلھن کے روپ میں دیکھا ہے، کہیں مچھلی کی طرح مشّاق پیراک بنایا اور کہیں حسینوں کا اشارہ قرار دیا، کہیں ''ذوالفقار'' کی روشنی کو ستارے کی طرح ٹوٹتے اور گرتے ہوئے دکھایا۔''ذوالفقار'' کی تعریف میں اُنہوں نے بند کے بند تصنیف کیے ہیں۔

کلام میر انیس میں ''ذوالفقار'' کبھی برق نظر آتی ہے اور کبھی ناگن کی طرح لہراتی ہوئی، کبھی ہما بن جاتی ہے اور کبھی شہباز کی طرح پرواز کرتی ہے، کہیں اژدر کی طرح آگ اُگلتی نظر آتی ہے اور کبھی قہرِ خدا بن کر دشمنوں کے سروں پر نازل ہوتی ہے۔

میر انیسؔ نے ''ذوالفقار'' کے مختلف القابات وخطابات بتائے ہیں۔وہ برچھی بھی ہے، کٹاری بھی ہے، سروہی بھی ہے، چھری بھی ہے، موت کی تصویر بھی ہے، عنقائے ظفر بھی ہے، شہبازِ اجل بھی ہے، مہِ نو بھی ہے، شمع کی لو بھی ہے، امرت بھی ہے، زہر ہلاہل بھی ہے، مسیحا بھی ہے، قضا بھی ہے، معشوقِ خوش ادا بھی ہے، عروسِ ظفر بھی ہے، جوہر بھی ہے، صاعقہ کردار بھی ہے، شمشیرِ شعلہ بار بھی ہے۔

میر انیسؔ نے ''ذوالفقار'' کو قرآن، علمِ تفسیر، حدیث، تاریخ، سِیَر، فلسفہ، منطق، علمِ کلام، ادب اور علمِ الوان، تمام علوم میں تلاش کیا ہے۔ اُنہیں قرآن میں

"ذوالفقار" نظر آئی تو یہ کہا کہ:

نازل اُسی کی شان میں ہے سورۂ حدید

تفسیر میں دیکھا کہ وہ آسمان سے نازل ہوئی ہے تو میر انیسؔ نے کہا:

جو عرشِ ذوالجلال سے اُتری، وہ تیغ تھی

ایک پورا بند دیکھئے:

کیا تیغ کی تعریف کرے کوئی زباں سے جن مانگیں اماں جان کی جس آفتِ جاں سے
واں قطعِ سخن خوب جو باہر ہو بیاں سے دھوئی ہوئی کوثر میں زباں لائے کہاں سے
یوں تیغ بھلا عرش سے اُتری ہے کسی کو
ہدیہ وہ، خدا نے جسے بھیجا تھا علیؑ کو

میر انیس نے "ذوالفقار" کے معنی بتاتے ہوئے گویا لغات کی سیر کرائی ہے:

فقروں کا ذوالفقار کے مطلب ادا نہ ہو کٹ جائے ساری عمر تو اس کی ثنا نہ ہو

اعضائے بدن قطع ہوئے جاتے تھے سب کے قینچی سی زباں چلتی تھی، فقرے تھے غضب کے

لب صورتِ شگافِ قلم بند کر دیئے فقروں کے ذوالفقار نے دم بند کر دیئے

کیونکر جواب دے کوئی، دم بند سب کے ہیں غل تھا کہ ذوالفقار کے فقرے غضب کے ہیں

میر انیسؔ نے علم الوان کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ رنگوں کے استعمال میں ان کے یہاں ایک علمی شعور پایا جاتا ہے۔ انہوں نے "ذوالفقار" کا رنگ سبز بتایا ہے:

ہیرا تھا بدن رنگ زمرد سے ہرا تھا جوہر نہ کہو، پیٹ جواہر سے بھرا تھا
گلے کاٹ کر جب لہو سے رنگیں ہو جاتی تھی تو
تھی تیغِ دو پیکر کی زباں سرخ، دہن سرخ

چوتھے مصرع کی یہ بیت دیکھیے:

بے وجہ نہ منھ لال تھا اس عربدہ جو کا　　بیڑا وہ اُٹھائے ہوئے تھی خونِ عدو کا

میر انیسؔ نے ''ذوالفقار'' کے معجزات تفصیل سے بیان کیئے ہیں، بہت سے معجزات کتابوں میں ذوالفقار کے سلسلے میں راویوں نے تحریر کیے ہیں۔ ایسی تمام کتابوں پر میر انیسؔ کی گہری نظر تھی۔ ''ذوالفقار'' کے معجزات و صفات عجائبات ہیں ''ذوالفقار'' دو زبانوں والی تھی، تیز دھار والی تھی۔ وہ چلتی تھی تو میدانِ جنگ میں بڑھتی بھی تھی اور گھٹتی بھی تھی، جہاں تک چاہے میدانِ جنگ میں چلی جائے اور پھر واپس آ جائے:

وہ تیغِ دو سر کا کبھی بڑھنا کبھی گھٹنا

میر انیسؔ کہتے ہیں کہ ''ذوالفقار'' میدانِ جنگ میں اکثر ہفتاد گز کی ہو جاتی تھی۔

اُٹھتی تھی پئے ضرب جو شمشیر دو پیکر
بڑھ جاتی تھی ہفتاد گز اُس دم وہ سراسر

حضرتِ رسولؐ خدا فرماتے تھے کہ جس طرح موسیٰؑ کو عصا کا معجزہ دیا گیا، مجھے ''ذوالفقار'' کا معجزہ عطا کیا گیا۔ عصائے موسیٰؑ میں اژدھا بننے کی قوت موجود تھی ''ذوالفقار'' بھی اژدھا بن جاتی تھی:

وقتِ وغا عصا تھی کبھی، اژدہا کبھی　　تلوار بن گئی وہ کبھی اور قضا کبھی
بجلی بھی تھی، ابر کبھی اور ہوا کبھی　　بنتی تھی کفر کی خاطر بلا کبھی

پھرتے تھے جب حسینؑ پیادوں کو رول کے
کھا لیتی تھی سروں کو دہن کھول کھول کے

''ذوالفقار'' کو یہ معجزہ عطا کیا گیا تھا کہ وہ صُلبوں میں مومن اور کافر کی نسلوں کو دیکھ کر چلتی تھی۔ ''ذوالفقار'' کو یہ بھی معجزہ ملا تھا کہ وہ تنہائی میں شیرِ خدا سے باتیں کرتی

تھی اور کربلا میں امام حسینؑ سے محوِ گفتگو تھی۔ ''ذوالفقار'' کا ایک وصف یہ تھا کہ وہ دشمن کے جسم کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتی تھی۔ طول کے وار میں سر سے چلتی تھی، زمین تک در آتی، جب عرض کے وار سے چلتی تو کمر سے کاٹ کر دو ٹکڑے برابر کے کر دیتی:

فولاد ہو کہ سنگ، یہ منھ موڑتی نہیں
بے دو کیے، کسی کو کبھی چھوڑتی نہیں

میر انیسؔ نے ''ذوالفقار'' کو دلھن کی طرح سجی ہوئی بھی دیکھا ہے:

جوہر نہ کہو، موتیوں سے مانگ بھری تھی

گھونگھٹ ہٹا تو برق سی چمکی لڑائی میں
نقدِ حیات لینے لگی رونمائی میں

میدانِ جنگ میں جب ''ذوالفقار'' دشمنوں کے خون سے سرخ ہو جاتی ہے۔ تو اس کا رنگ سبز سے سرخ ہو جاتا ہے۔ اس وقت میر انیسؔ ''ذوالفقار'' کو ''عروسِ ظفر'' اور ''عروسِ فتح'' کے خطابات سے یاد کرتے ہیں اور کبھی ''پری وش'' کہتے ہیں، میر انیسؔ کا یہ لاجواب بند سنیے جسے میں نے اپنی تقریروں میں بارہا پڑھا ہے، آج خصوصی فرمائش ہے کہ یہ بند پھر سنا دیا جائے۔

زیبا تھا دمِ جنگ پری وش اسے کہنا — معشوق بنی، سرخ لباس اس نے جو پہنا
جوہر تھے کہ پہنے تھی دلہن پھولوں کا گہنا — اس اوج میں وہ سر کو جھکائے ہوئے رہنا

سیبِ چمنِ خلد کی بو باس تھی پھل میں
رہتی تھی وہ شبیرؑ سے دولہا کی بغل میں

''ارجح المطالب'' میں عبداللہ ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ شبِ معراج حضرتِ رسولؐ خدا نے جنت میں سیب کے درخت سے ایک سیب تناول فرمایا تھا اور

واقعۂ شب معراج کے بعد اسی سیب سے حضرتِ فاطمہ زہراؑ کی خلقت ہوئی تھی۔ اُسی سیب کے درخت کی جڑ سے ''ذوالفقار'' کی خلقت ہوئی تھی، ''ذوالفقار'' میں اسی جنت کے سیب کی خوشبو تھی۔ میر انیسؔ نے پانچواں مصرع کیا خوب کہا ہے!

سیبِ چمن خلد کی بو باس تھی پھل میں

میر انیسؔ نے ''ذوالفقار'' کو دلھن کی طرح سجایا ہے۔ لوہے پر جو قدرتی نقوش ہوتے ہیں، اُنہیں جوہر کہتے ہیں، جو لوہے کی عمدگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ''ذوالفقار'' کے جوہر پھولوں کے گہنے کے تھے۔ لکھنؤ میں پھولوں کا گہنا عام طور سے موتیے کے پھولوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ موتیے میں ہلکا ہلکا سبز رنگ سفیدی میں جھلکتا ہے۔ جوہر کی سبزی کو پھولوں کے گہنے کی سبزی سے تشبیہ دے کر میر انیسؔ نے ماہرِ علمِ الوان ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ دلھن سر کو جھکا کر چلتی ہے۔ تلوار کے خم کو دلھن کا سر جھکانا کہہ کر حُسنِ بیان میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ لیکن دلھن کے لئے دولھا کا وجود بھی لازمی ہے۔ چھٹے مصرع میں فنِ شاعری کا عروج دیکھئے۔

رہتی تھی وہ شبیرؑ سے دولھا کی بغل میں

میر انیسؔ کے مرثیوں سے انتخاب

موضوع......ذوالفقار

دیکھو تو یہ ہے کون سے جرار کی تلوار
کس شیر کے قبضے میں ہے کرار کی تلوار
دریا نے بھی دیکھی نہیں اس دھار کی تلوار
بجلی کی تو بجلی ہے یہ تلوار کی تلوار
قہر و غضب اللہ کا ہے کاٹ نہیں ہے
کہتے ہیں اسے موت کا گھر گھاٹ نہیں ہے

دم لے کہیں رک کر وہ روانی نہیں اس میں　　چلنے میں سبک تر ہے گرانی نہیں اس میں
جز حرف ظفر اور نشانی نہیں اس میں　　جل جاؤ گے سب آگ ہے پانی نہیں اس میں
چھوڑے گی نہ زندہ اسے جو دشمن دیں ہے
نا بیں نہیں غصے سے اجل چیں بہ جبیں ہے

یاں گوشۂ عزلت خم شمشیر نے چھوڑا　　واں سہم کے چلّے کو ہر اک تیر نے چھوڑا
کس قہر سے گھر موت کی تصویر نے چھوڑا　　ساحل کو صف لشکر بے پیر نے چھوڑا
عنقائے ظفر فتح کا در کھول کے نکلا
شہبازِ اجل صید کو پر تول کے نکلا

جلد نمبر ا، مرثیہ نمبر ا، صفحہ: ۲۴، ۲۵

جلوہ کیا بدلی سے نکل کر مہ نو نے　　دکھلائے ہوا میں دو سر ایک شمع کی لو نے
تڑپا دیا بجلی کو فرس کی تگ و دو نے　　تاکا سپر مہر کو شمشیر کی ضو نے
اعدا تو چھپانے لگے ڈھالوں میں سروں کو
جبریلؑ نے اونچا کیا گھبرا کے پروں کو

بالا سے جو آئی وہ بلا جانب پستی　　بس نیست ہوئی دم میں ستمگاروں کی بستی
چلنے لگی یک دست جو شمشیر دو دستی　　معلوم ہوا لٹ گئی سب کفر کی بستی
زوران کے ہر ایک ضرب میں اللہ نے توڑے
ٹوٹیں جو صفیں بت اسد اللہ نے توڑے

افلاک پہ چمکی کبھی سر پر کبھی آئی　　کوندی کبھی جوشن پہ سپر پر کبھی آئی
گہ پڑ گئی سینے پہ جگر پر کبھی آئی　　تڑپی کبھی پہلو پہ کمر پر کبھی آئی
طے کر کے پھری کون سا قصہ تھا فرس کا
باقی تھا جو کچھ کاٹ وہ حصہ تھا فرس کا

زیبا تھا دم جنگ پری وش اسے کہنا　　معشوق بنی سرخ لباس اس نے جو پہنا
اس اوج پہ وہ سر کو جھکائے ہوئے رہنا　　جوہر تھے کہ پہنے تھی دُلہن پھولوں کا گہنا

سیبِ چمن خلد کی بوباس تھی پھل میں
رہتی تھی وہ شبیرؑ سے دولہا کی بغل میں

سر پٹکے تو موج اس کی روانی کو نہ پہنچے　　قلزم کا بھی دھارا ہو تو پانی کو نہ پہنچے
بجلی کی تڑپ شعلہ فشانی کو نہ پہنچے　　خنجر کی زباں تیز زبانی کو نہ پہنچے

دوزخ کے زبانوں سے بھی آنچ اس کی بُری تھی
برچھی تھی کٹاری تھی سروہی تھی چھری تھی

موجود تھی ہر غول میں اور سب سے جدا بھی　　دم خم بھی لگاوٹ بھی صفائی بھی ادا بھی
اک گھاٹ پہ تھی آگ بھی پانی بھی ہوا بھی　　امرت بھی ہلاہل بھی مسیحا بھی قضا بھی

کیا صاحبِ جوہر تھی عجب ظرف تھا اس کا
موقع تھا جہاں جس کا وہیں صرف تھا اس کا

ہر ڈال کے پھولوں کو اڑاتا تھا پھل اس کا　　تھا لشکرِ باغی میں ازل سے عمل اس کا
ڈر جاتی تھی منہ دیکھ کے ہر دم اجل اس کا　　تھا قلعہ و چار آئینہ گویا محل اس کا

اس در سے گئی کھول کے وہ در نکل آئی
گہہ صدر میں بیٹھی کبھی باہر نکل آئی

تیروں پہ گئی برچھیوں والوں کی طرف سے　　جا پہنچی کمانداروں پہ بھالوں کی طرف سے
پھر آئی سواروں پہ رسالوں کی طرف سے　　منہ تیغوں کی جانب کیا ڈھالوں کی طرف سے

بس ہو گیا دفتر نظری نام و نسب کا
لاکھوں تھے تو کیا دیکھ لیا جائزہ سب کا

پہنچی جو سپر تک تو کلائی کو نہ چھوڑا ہر ہاتھ میں ثابت کسی گھائی کو نہ چھوڑا
شوخی کو شرارت کو لڑائی کو نہ چھوڑا تیزی کو رکھائی کو صفائی کو نہ چھوڑا

اعضائے بدن قطع ہوئے جاتے تھے سب کے
قینچی سی زباں چلتی تھی فقرے تھے غضب کے

چار آئینہ والوں کو نہ تھا جنگ کا یارا چورنگ تھے سینے تو کلیجہ تھا دوپارا
کہتے تھے زرہ پوش نہیں جنگ کا یارا بچ جائیں تو جانیں کہ ملی جان دوبارا

جوشن کو سنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دامِ اجل ہے

جلد نمبر ا، مرثیہ نمبر ا، صفحہ: ۲۶، ۲۷

یہ کہہ کے ذوالفقار سے کھودی وہیں زمیں ہاتھوں سے کی سپردِ لحد لاشِ نازنین
تربت پہ منہ کو رکھ کے پکارے یہ شاہِ دیںؑ اب سو خوب چین سے اے میرے مہ جبین

تم یہ نہ جانیو کہ ہمیں چھوڑے جاتے ہیں
ہم بھی تمہارے پاس کوئی دم میں آتے ہیں

یہ کہہ کے اٹھے واں سے بہ حسرت امام پاک رخسار پر لگی تھی مزار پسر کی خاک
بازو سے خوں رواں تھا گریباں تھا چاک چاک اعدا پہ کی نظر صفتِ شیرِ خشم ناک

دل دشمنوں کے خنجرِ ابرو سے کٹ گئے
الٹی جو آستیں تو پرے سب الٹ گئے

نعرہ کیا تو رعد نے گردوں پہ کی فغاں کھینچی جو تیغ برق پکاری کہ الاماں
اٹھا جو ہاتھ کانپ گیا شیرِ آسماں گردش جو دی تو سب تہ و بالا ہوا جہاں

طبقے زمیں کے روحِ امیں کے پروں پہ تھے
یاں سر پڑے تھے خاک پہ اور تن سروں پہ تھے

جس صف پہ کوند کر وہ گری سر اڑا دیئے　　　بازو کماں کشوں کے برابر اڑا دیئے
پھل برچھیوں کے پھول سپر پر اُڑا دیئے　　　جو مرغ تیر ادھر سے اڑا پر اڑا دیئے

جاں سرکشوں کی جانبِ ملکِ عدم چلی
ایسی ہوا بھی گلشنِ عالم میں کم چلی

شمشیر شہ کے وصف میں لکھتا ہوں چند بند　　　جوہر شناس بھی یہ کریں گے پسند بند
نیزے کا جس نے باندھا بڑھا کر سمند بند　　　کاٹا علیؑ کی تیغ نے گرتے ہی بند بند

کیا ضرب تھی کہ فتح کا دروازہ کھل گیا
اجزائے جسمِ نحس کا شیرازہ کھل گیا

بجلی سی کوند کر صفِ اعدا پہ جب گری　　　ہر سمت غل ہوا کہ وہ برقِ غضب گری
بیدم تھا جس پہ تیغ شہ تشنہ لب گری　　　کھلتا نہ تھا کب اٹھ گئی اور سر پہ کب گری

چل، پھر، سے اس کی فوجِ ستم دردناک تھی
گردوں پہ تھی کبھی تو کبھی زیرِ خاک تھی

دو لاکھ پر وہ تیغ برستی چلی گئی　　　ناگن کی طرح فوج کو ڈستی چلی گئی
بجلی سی دونوں باگوں پہ کستی چلی گئی　　　دم میں جلا کے خرمنِ ہستی چلی گئی

زخموں کو اس نے آتشِ سوزاں بنا دیا
ہر نخلِ قد کو سروِ چراغاں بنا دیا

اس تیغ کی برش سے زبردست زیر تھے　　　روباہ بن گئے تھے وہ دل جن کے شیر تھے
گوشوں میں چھپتے پھرتے تھے جتنے دلیر تھے　　　تودے تھے سرکشوں کے کمانوں کے ڈھیر تھے

غُل تھا کہ اے نبی کے نواسے پناہ دے
اے دوشبانہ روز کے پیاسے پناہ دے

آوازِ غیب سنتے ہی تھرّا گئے امام   کی ذوالفقار میان میں اور روک لی لگام
گردن پھرا کے منہ کو لگا تکنے خوش خرام   فرمایا تجھ سے ہوتا ہے رخصت یہ تشنہ کام
رک جا کہ خاتمہ ہوا جنگ و جدال کا
اب سر چڑھے گا نیزے پہ زہراؑ کے لال کا

جلد نمبر۱، مرثیہ نمبر۲، صفحہ: ۴۹،۵۰

نکلی جو رن میں تیغِ حسینی غلاف سے   اڑنے لگے شرر دم خار اشگاف سے
بجلی بڑھی چمک کے جو دشتِ مصاف سے   صاف آئی الاماں کی صدا کوہِ قاف سے
طبقے فلک کے صورتِ گہوارہ ہل گئے
دب کر پہاڑ خاک کے دامن سے مل گئے

لرزہ تھا تحت و فوق و جنوب و شمال میں   سکاّن غرب و شرق تھے بیم و زوال میں
مضطر تھے شش جہت کے مکیں ایک حال میں   غل تھا کہ گھر گئے غضبِ ذوالجلال میں
شہ کا غضب نمونۂ قہر اِلٰہ تھا
تلوار کیا علم تھی کہ عالم سیاہ تھا

جنگل میں تھی علم جو وہ تیغ شرر فشاں   تھرا کے آسمان میں چھپتا تھا آسماں
غار اژدروں سے چھٹ گئے شیروں سے نیستاں   برپا تھا بر و بحر میں ایک شورِ الاماں
مانندِ موج مچھلیوں میں اضطراب تھا
زہرا ہر ایک سنگ کا پانی میں آب تھا

تاریک تھا چکاروں کی آنکھوں میں سب جہاں   مضطر تھے شیر و گرگ نکالے ہوئے زباں
بن سے سیاہ گوش بھی بھاگے دبا کے کاں   غل تھا یہ دام و دد میں کہ کیوں کر بچے کی جاں
تیغِ علیؑ علم تھی جو دشتِ قتال میں
چیتوں نے منہ چھپائے تھے گینڈوں کی ڈھال میں

غل تھا کہ ضرب تیغ علیؑ سے خدا بچائے یہ برق دیکھئے کسے پھونکے کسے جلائے
قہرِ خدا سے بچ کے کوئی کس طرف کو جائے بچ جائے آج وہ جو دوبارہ حیات پائے
فولاد ہو کہ سنگ یہ منہ موڑتی نہیں
بے دو کیے کسی کو کبھی چھوڑتی نہیں

اعدا پہ جب کہ تیغِ شہ لافتا چلی بجتی ہوئی برش سے جلو میں قضا چلی
غل پڑ گیا کہ صرصر قہر خدا چلی اک دم میں سرتنوں سے اڑے یہ ہوا چلی
غل تھا غضب حسینؑ کا قہرِ آلہ ہے
بادِ فنا سے گلشنِ ہستی تباہ ہے

تھرا رہے تھے شیر زہے ہیبتِ حسینؑ گیتی کو زلزلہ تھا زہے شوکتِ حسینؑ
فاقوں میں کم ہوئی تھی نہ کچھ طاقتِ حسینؑ اک قدرت خدا تھی خوشا قدرتِ حسینؑ
سوکھی ہوئی زباں پہ کسی کا گلا نہ تھا
سولہ پہر ہوئے تھے کہ پانی ملا نہ تھا

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۱۲، صفحہ: ۲۱۲، ۲۱۳

نعرہ یہ تھا کہ دلبرِ مشکل کشا ہوں میں جوہر کشائے تیغ شہ لافتا ہوں میں
شمس الضحیٰ علیؑ ہیں تو بدر الدّجی ہوں میں قرآں گواہ ہے کہ زبانِ خدا ہوں میں
کس آیۂ کریم میں ذکر علیؑ نہیں
قرآں میں کیا خفی ہے کہ ہم پر جلی نہیں

ہم تو ہیں اس کلام میں اور ہم ہیں وہ کلام جس طرح لام میں ہے الف اور الف میں لام
لاریب و فیہ گر ہے وہ ہادی تو ہم امام امت کو فرض عین ہے دونوں کا احترام
جو منحرف ہوا وہ مطیعِ خدا نہیں
قرآن و اہل بیتؑ ازل سے جدا نہیں

بخشا ہے مجھ کو حق نے شہ لافتا کا زور — اس دستِ مرتعش میں ہے دستِ خدا کا زور
ہے انگلیوں کے بند میں خیبر کشا کا زور — پانی ہے میرے زور کے آگے ہوا کا زور
اُلٹوں فلک کو یوں جو ہو قصد انقلاب کا
جس طرح ٹوٹ جاتا ہے ساغر حباب کا

اعلیٰ ہے عرش سے بھی مری ہمتِ بلند — بجلی ابھی گرے جو بڑھوں چھیڑ کر سمند
رستم ہے ذوالفقار کی دہشت سے دردمند — کھلتا نہیں ہے دیو سے نیزے کا میرے بند
یہ جس شقی کے سینے سے گزرا وہ فوت ہے
اس کی سنانِ تیز سرانگشتِ موت ہے

دنیا ہو اک طرف تو لڑائی کو سر کروں — آئے غضب خدا کا اُدھر رخ جدھر کروں
بے جبرئیلؑ کارِ قضا و قدر کروں — انگلی کے اک اشارے میں شق القمر کروں
طاقت اگر دکھاؤں رسالت مآبؐ کی
رکھ دوں زمیں پہ چیر کے ڈھال آفتاب کی

یہ تیغ سر پہ گر کے ٹھہرتی ہے زین پر — جب ہاتھ اٹھائے برق گری ہے زمین پر
خیبر میں کیا گزر گئی روح الامین پر — کاٹے ہیں کس کی تیغِ دوپیکر نے تین پر
جس وقت ضربِ شیر خدا یاد آتی ہے
ماہی سمیت گاوِ زمیں تھرتھراتی ہے

برسے اِدھر سے تیر تو کوندی اُدھر سے برق — وہ برق چھپتی پھرتی تھی خود جس کے ڈر سے برق
چمکی وہ یوں کہ گر گئی سب کی نظر سے برق — روکیں کسے رکی ہے کسی کی سپر سے برق
جل تھل بھرے لہو کے نہ دیر اک گھڑی لگی
کیا ابرِ تیغ تھا کہ سروں کی جھڑی لگی

معجز نما تھی شاہ کی شمشیرِ آبدار دکھلائی ماہِ صیف میں برسات کی بہار
یاں برق واں ہوا تو اِدھر ابر رودبار بہیّا کہیں لہو کی کہیں خوں کا آبشار
یوں سر برس گئے یہ روانی تھی باڑھ میں
پڑتا ہے ڈونگرا کبھی جیسے اساڑھ میں

بہتے تھے خوں میں چار طرف سر کٹے ہوئے بڑھتے تھے جو بہت وہ کھڑے تھے ہٹے ہوئے
جو گھاٹ پر تھے زور تھے ان کے گھٹے ہوئے تھے جابجا سے ڈھالوں کے بادل پھٹے ہوئے
لڑنے میں اوج تیغ کا دو چند ہو گیا
نکلی کمان تیروں کا مینھ بند ہو گیا

بازو ہر اک کمان کا کم زور ہو گیا تیروں کے مینھ برسنے کا اک شور ہو گیا
ڈھالوں کا ابر خوں میں شرابور ہو گیا جو تھا کنارِ نہر لبِ گور ہو گیا
مشق شناوری بھی قیامت بڑھی ہوئی
اُتری وہ تیغ خون کی ندی چڑھی ہوئی

کیا کیا چمک دکھاتی تھی سر کاٹ کاٹ کے تنتی تھی کیا تنوں سے زمیں پاٹ پاٹ کے
پانی وہ خود پیئے ہوئے تھی گھاٹ گھاٹ کے دم اور بڑھ گیا تھا لہو چاٹ چاٹ کے
کیا جانیے ملا تھا مزا کیا زبان کو
کھا جاتی تھی ہما کی طرح استخوان کو

ہر ہاتھ میں اڑا کے کلائی نکل گئی کوندی گری زمیں میں سمائی نکل گئی
کاٹی زرہ دکھا لے صفائی نکل گئی مچھلی تھی اک کہ دام میں آئی نکل گئی
چار آئینے کے پار تھی اس آب و تاب سے
جس طرح برق تگر کے نکل جائے آب سے

کٹ کٹ کے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر پھونچوں سے ہاتھ شانوں سے بازو تنوں سے سر
قبضے سے تیغ برسے زرہ ہاتھ سے سپر برچھی سے پھل کماں سے زرہ زین سے تبر
ترکش کہیں پڑے تھے نشانِ زری کہیں
پیکاں کہیں تھے شست کہیں تھی سری کہیں

مقتل میں ہوش فوجِ عمر کے اڑا دیئے ٹکڑے ہر ایک کے تن و سر کے اڑا دیئے
پرزے ستم گروں کے جگر کے اڑا دیئے پرکالے ایک دم میں سپر کے اڑا دیئے
جب ڈھال پر چمک کے در آتی تھی خود میں
سر کٹ کے آن پڑتا تھا سرکش کی گود میں

وقت وغا عصا تھی کبھی اژدہا کبھی تلوار بن گئی وہ کبھی اور قضا کبھی
بجلی کبھی تھی ابر کبھی اور ہوا کبھی بنتی تھی نفی کفر کے خاطر بلا کبھی
پھرتے تھے جب حسینؑ پیادوں کو رول کے
کھا لیتی تھی سروں کو دہن کھول کھول کے

اللہ کے غضب کی نشانی دکھا گئی دریائے قہرِ حق کی روانی دکھا گئی
جل جل گئے وہ شعلہ فشانی دکھا گئی کٹ کٹ گئے وہ سیف زبانی دکھا گئی
لب صورتِ شگاف قلم بند کر دیئے
فقروں کے ذوالفقار نے دم بند کر دیئے

پہنچی فرس پہ جو بالائے سر گری چمکی ادھر زمیں سے نکل کر ادھر گری
ناری جلے ادھر وہ جدھر کوند کر گری جس صف سے لگ چلی یہ وہ صف خاک پر گری
دکھلا کے اوج جاتی تھی یوں ہر سوار پر
جنگل میں باز گرتا ہے جیسے شکار پر

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۱۲، صفحہ: ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱

دم میں گئی فلک پہ اور آئی ہزار بار
معراج دستِ شاہ میں پائی ہزار بار
دکھلا گئی صفوں کو صفائی ہزار بار
گرمی یہ تھی کہ خوں میں نہائی ہزار بار
جب تک چلی وہ زرد سپاہ عدو رہی
اس دن کے معرکہ میں وہی سرخرو رہی

غل تھا خط سیاہ نہ سمجھو یہ ناگ ہے
جو دشمن علیؑ ہیں اسے ان سے لاگ ہے
جلتا ہے دشت چار طرف بھاگ بھاگ ہے
جانیں بچاؤ تیغ کے پانی میں آگ ہے
پھونکے نہ یہ دم اس سے ہمارے نکلتے ہیں
اژدر کی طرح منہ سے شرارے نکلتے ہیں

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۱۲، صفحہ: ۲۲۳

اس غیظ میں سنا جو بزرگوں کا شہ نے نام
صدمہ ہوا یہ دل کو کہ رونے لگے امام
گردن پھرا کے پاس سے دیکھا سوئے خیام
تھاما جگر کو ہاتھوں سے اور چھوڑ دی لگام
آنکھوں کو بند کر کے فرس ہانپنے لگا
روکی جو ذوالفقار بدن کانپنے لگا

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۱۲، صفحہ: ۲۲۵

فرما نہ چکے تھے ابھی اعدا سے یہ سرورؑ
جو تیغ یداللہ نکل آئی تڑپ کر
ہو بیٹھے سنبھل کر بہ سر زیں شہ صفدر
بجلی سا لگا کوندنے رہوار زمیں پر
غل تھا کہ عجب شوکت و شانِ شہ دیں ہے
ہوتا ہے یہ ظاہر کہ وہ مظلوم نہیں ہے

لشکر پہ رجز پڑھتے چلے یوں شہ والا
میں احمدؐ مختار کی ہوں گود کا پالا
میں دفترِ امکاں کو کروں گا تہ و بالا
کون آج ہے تلوار مری روکنے والا
یہ ہستیٔ دشمن کے لیے سیلِ فنا ہے
یہ برق جہاں سوز ہے یہ قہر خدا ہے

چمکی صفتِ برقِ غضب شاہ کی تلوار دریائے شجاعت میں تلاطم ہوا اظہار
لرزی جو زمیں کانپ گیا گنبدِ دوّار ماہی سے کہا گاوِ زمیں نے خبردار

جبریلؑ کے خیبر میں جو پر کاٹ چکی ہے
پھر آج وہی تیغِ شرر بار کھنچی ہے

یاں سبطِ پیمبر صفِ ہیجا میں در آئے ہر سو سرِ بے تن تنِ بے سر نظر آئے
یاں سے گئے واں اور اُدھر سے اِدھر آئے اس صف کو کیا قتل تو اس غول پر آئے

جان اس میں نہ تھی سامنے اس تیغ کے جو تھا
جس نے کیا کچھ قصد وہ اک ضرب میں دو تھا

کوہِ سرِ کفار کٹے مثلِ پرِ کاہ ہر غول میں تھا شور کہ العظمۃ لِللّٰہ
دوڑا ملک الموت اُدھر جس پہ چلے شاہ جز کوچۂ زخم اور نہ ملتی تھی کہیں راہ

سب کہتے تھے جرأت یہ نہیں قدرتِ رب ہے
رہوار قیامت ہے تو تلوار غضب ہے

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۲۰، صفحہ: ۳۱۲، ۳۱۳

یہ سن کے پھر جمائے پرے فوجِ شام نے کالے نشان کھل گئے لشکر کے سامنے
چھوڑا ادھر نیام علیؑ کی حسام نے جلوہ دیا عروسِ ظفر کو امامؑ نے

گھونگھٹ ہٹا تو برق سی چمکی لڑائی میں
نقدِ حیات لینے لگی رونمائی میں

گھوڑا جو پھاند کر صفِ اول سے مل گیا تھا صاعقہ کہ شام کے بادل سے مل گیا
وہ پیپلا جو فوج کے اس دل سے مل گیا بے برگ و پر ہوئے یہ ثمر پھل سے مل گیا

پھرتے ہوئے سروں پہ نہ سر تھے نہ ہاتھ تھے
گویا چھری لیے ملک الموت ساتھ تھے

وہ تیغ تیز جب صفِ ثانی سے مل گئی　　خِفت ہر اک کو اس کی گرانی سے مل گئی
لذّت چھری کی تیز زبانی سے مل گئی　　دَریا کی باڑھ گھاٹ کے پانی سے مل گئی
چمکی جو سر پہ برق تو بے فَرق ہو گئے
دریا میں خوں کے تابہ کمر غرق ہو گئے

کھا کھا گئی صفوں کو جدھر آئی ذوالفقار　　گہہ چھپ گئی تو گاہ نظر آئی ذوالفقار
سر پر چمک کے تابہ کمر آئی ذوالفقار　　زیں کاٹ کر زمیں پہ اتر آئی ذوالفقار
یوں صبرِ پنجتن میں گرفتار ہو گئے
اک جوش میں سوار و فرس چار ہو گئے

وہ منھ کہ الحذر وہ روانی کہ الاماں　　وہ گھاٹ الحفیظ وہ پانی کہ الاماں
وہ دم وہ خم وہ تیز زبانی کہ الاماں　　وہ دل شکن وہ دشمن جانی کی الاماں
ناز اس کے سب کو بھائے کرشمے بھلے لگے
چھوڑے نہ بے لہو پئے جس کے گلے لگے

تھی دست گاہ خاص اسے قتلِ عام میں　　بے دم ہوا جو آ گیا جوہر کے دام میں
کس کس ادا سے چلتی تھی وہ فوجِ شام میں　　دونوں زبانیں ایک سی تھیں اپنے کام میں
کیا بس چلے کسی کا ہوا جب بُری چلے
چلتی تھی یوں گلوں پہ کہ گویا چھری چلے

جوہر میں فرد تھی پہ زبانیں ملی تھیں زوج　　وہ شور اس کے آب کا وہ جوہروں کی موج
پستی میں تھی کبھی، کبھی جاتی تھی سوئے اوج　　بجلی غضب کی کوند رہی تھی میانِ فوج
کرتی تھی کارِ تیغ چمک ذوالفقار کی
پرتو میں تیزیاں تھیں سروہی کے وار کی

وہ فوج کا ہجوم وہ گرمی وہ لوں وہ بن		دریا پہ شیر ہانپتے تھے دشت میں ہرن
بھڑکی تھی آگ جل رہے تھے ناریوں کے تن		مثلِ صدف تھے زخم بھی کھولے ہوئے دہن
ڈوبا تھا وہ پسینے میں جو سینہ زور تھا
فوجوں میں ذوالفقار کے پانی کا شور تھا

ابتر صفیں تھیں کینہ وروں کی اِدھر اُدھر		جانیں ہوا تھیں فتنہ گروں کی اِدھر اُدھر
چھائی تھی اک گھٹا سپروں کی اِدھر اُدھر		بوچھار تھی زمیں پہ سروں کی اِدھر اُدھر
غل تھا اثر ہے گھاٹ میں دریا کی باڑھ کا
برسا ہے نصف تپ کے مہینہ اساڑھ کا

کاٹا سر اس کا اس کا جگر چاک کر دیا		بجلی کو اور آگ نے چالاک کر دیا
جس پر گری جلا کے اسے خاک کر دیا		قصہ جو دین وکفر میں تھا پاک کر دیا
شرما کے شرک وکفر نے سر کو فرو کیا
اسلام شاد تھا کہ مجھے سرخرو کیا

اللہ رے جنگ میں شہِ ذی قدر کی شکوہ		جس جا قدم جمے نہ ہٹے پھر مثالِ کوہ
قہر خدا تھی برہمیِ طبع حق پژوہ		بے خوف جاں نہ تھا کوئی مجمع کوئی گروہ
حملوں میں ساری شان خدا کے ولی کی ہے
فوجوں میں شور تھا یہ لڑائی علیؑ کی ہے

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۲۶، صفحہ: ۳۶۹، ۳۷۰

گھوڑے سے بھی بڑھی ہوئی تھی تیغِ آبگوں		جب ہاتھ اٹھا تو قبضے سے ٹپکا زمیں پہ خوں
الٹی ہوئی صفوں میں نشاں سب تھے سرنگوں		دہشت سے زرد تھا ابنِ سعدِ سیہ دُروں
اک شور تھا جو لہر ہے اس کی وہ ناگ ہے
گھوڑے بھگاؤ تیغ کے پانی میں آگ ہے

سر کاٹ کر جو تیغ علیؑ پھری دل پر خفی پھری تو جگر پر جلی پھری
تھی شاخِ نخلِ فتح کہ پھولی پھلی پھری کس کس ہنر سے رن میں گلوں پر چلی پھری
بگڑا نہ پھر بناؤ وہ جب سے سجی گئی
قامت سے راستی و ادا سے کجی گئی

دہشت سے اس کی سخت جگر کانپتے تھے سب پتّا ہوئے تھے برگ شجر کانپتے تھے سب
قدسی وہاں سے دور تھے پر کانپتے تھے سب دریا میں تھے نہنگ مگر کانپتے تھے سب
ساتوں طبق جو ملتے تھے خوفِ دُرشت سے
گاوِ زمیں لپٹتی تھی ماہی کی پشت سے

بے سر تھے وہ سوار جو بڑھتے تھے خیل خیل پر تیغِ مرتضیٰؑ کو نہ اصلا تھا خیف و میل
جوہر چمک دکھاتے تھے سب صورتِ سہیل آتی تھی شور سے سوئے دریا لہو کی سیل
آفت بپا تھی خانۂ تن سب خراب تھے
موجیں تھیں دست و پا کی سروں کے حباب تھے

اک شور تھا کہ آئی ہے آفت جہان پر انسان زمیں پہ دق تھے ملک آسمان پر
ہونٹوں پہ دم اجل کی حرارت زبان پر دہشت سے آبنی تھی جنوں کی بھی جان پر
پریوں میں شور تھا کہ اجل سر پہ آئی ہے
جلد آیئے جنابِ سلیمانؑ دوہائی ہے

تلوار رن میں گر کسی سرہنگ سے چلی ظالم کا دم نکل گیا اس ڈھنگ سے چلی
جس پر چلی وہ تیغ نئے رنگ سے چلی سر پر سوار کے جو پڑی تنگ سے چلی
مدت کا تال میل تھا برسوں کا ساتھ تھا
جیسی وہ ذوالفقار تھی ویسا ہی ہاتھ تھا

قاصر تھے ان کے عزم جو تھے بانیٔ فساد رشتے تھے قطع اٹھ گیا تھا اُنس و اتحاد
ہر دم اشارہ کرتی تھی تیغِ ظفر نہاد سب مجھ کو سرگزشتِ جہادِ علیؑ ہے یاد
ٹکڑے کیا ہے عمرو سے نامی نہنگ کو
جھیلے ہوئے ہوں خیبر و خندق کی جنگ کو

جس غول کی طرف وہ سلیماں حشم پھرا تلوار کا نہ منہ نہ فرس کا قدم پھرا
چمکی اُدھر اِدھر رُخِ اہلِ ستم پھرا جس صف پہ آئی سطرِ غلط پر قلم پھرا
صحت پہ حرف آ گیا مجبور ہو گئے
سَر تن سے مثلِ نقطۂ شک دور ہو گئے

وہ ہاتھ کی صفائیاں وہ تیغ کی چمک ہلتے تھے دل سما سے تزلزل تھا تاسمک
وہ آب و تاب گھاٹ کی وہ باڑھ کی دمک تھا آبِ شور تیغ ہر اک زخم پر نمک
منہ اپنے زخم کھولے تھے لطفِ غذا یہ تھا
بسمل بھی ہونٹ چاٹ رہے تھے مزا یہ تھا

رُکتی نہ تھی وغا میں کسی درعہ پوش سے گرتی تھی تیغ ہاتھ سے اور ڈھال دوش سے
کچھ ہو سکا نہ رن میں کسی سرفروش سے خود حرز بن گئی تھی وہ جوہر کے جوش سے
غل تھا چلی یہ جس پہ وہ دامِ اجل میں ہے
بھاگو دعائے سیفی اسی کے عمل میں ہے

اللہ رے رعبِ نعرۂ مولائے خوش خصال لرزاں تھیں برچھیاں قدمِ پیر کے مثال
لپٹی ہوئی تھیں پشت سے ڈھالوں کا تھا یہ حال تیغوں کے جوہروں سے کھڑے ہو گئے تھے بال
گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں کمانیں مصاف میں
خنجر بھی منہ چھپائے ہوئے تھے غلاف میں

افتادہ تھے زمیں پہ نشا نہائے سر بلند　　لاشوں سے راہ امن واماں ہو گئی تھی بند
تھراتے تھے جوڈر سے لعینوں کے بند بند　　پرچم علم کے کرتے تھے اعدا پہ ریش خند
جب سہم سہم کر قدر انداز روتے تھے
سوفار کے ہنسی سے نہ لب بند ہوتے تھے

ہر دم چمک دمک تھی زیادہ برش مزید　　لوہے کو اس کے مان گیا لشکرِ یزید
اس فوج میں بجا تھی جو تھی دہشتِ شدید　　نازل اسی کی شان میں ہے سورۂ حدید
سفاک تھی اُپی ہوئی تھی بے دریغ تھی
جو عرشِ ذوالجلال سے اتری وہ تیغ تھی

گہ سَر پہ گاہ سینے پہ گاہے گلو پہ تھی　　جوہر کا تھا خیال نگہ آبرو پہ تھی
دریا پہ تھی نہ اس کی نظر آبجو پہ تھی　　ہاں تھی اگر تو جنگ میں رغبت لہو پہ تھی
کاٹوں سروں کو درپے قتلِ عدو رہوں
مطلب یہ تھا کہ معرکے میں سرخرو رہوں

کاری جواں سپاہ کے ناکارہ ہو گئے　　پانچوں حواس سبعۂ سیارہ ہو گئے
ٹکڑے کئی کمانوں کے آوارہ ہو گئے　　پیکانِ تیر غنچۂ صد پارہ ہو گئے
سَر کی وہ جب کہ برچھیوں سے پھل گرا لیے
خنجر تو کیا تھے تیغوں نے بھی منھ پھرا لیے

گر طبع میں کسی کی روانی ہوئی تو کیا　　کیا کہہ سکے گا تیز زبانی ہوئی تو کیا
بالفرض قوت ہمہ دانی ہوئی تو کیا　　مثلِ انیسؔ سحر بیانی ہوئی تو کیا
فقروں کا ذوالفقار کے مطلب ادا نہ ہو
کٹ جائے ساری عمر تو اس کی ثنا نہ ہو

پھرتا ہے پتلیوں کے اشاروں پہ راہوار اس صف کے بیچ میں ہے کبھی اس پرے کے پار
قربان اس جلال کے اس عزم کے نثار اک ہاتھ میں ہے تیغ، سپر اک میں استوار
انگشت مصطفیٰؐ ہے اُدھر بدر اس طرف
شمس الضحیٰ اُدھر ہے شب قدر اس طرف

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۲۶، صفحہ ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۷

حملہ کیا یہ سنتے ہی ظلمت نے نور پر پھینکی کمند آنکھ بچا کر حضور پر
آئی چمک کے تیغ جو اس پُرغرور پر گویا کہ برق کوند گئی کوہِ طور پر
قربانِ دستِ تیغِ شہ ارجمند کے
کٹ کر اسی پہ جا پڑے حلقے کمند کے

خاطی بڑھا کمانِ کیانی میں رکھ کے تیر چلے کو کھینچ لایا بنا گوش تک شریر
دہنی طرف اڑا جو سمندِ فلک سریر حلقے کے بیچ میں تھی زہے تیغ بے نظیر
جوہر عجیب قطع کے اس کی زباں میں تھے
چلّہ نہ تیر میں تھا نہ گوشے کماں میں تھے

کعبہ اِدھر تھا جلوہ نما اور ادھر کنشت دوزخ تھا اس لعیں کی طرف اس طرف بہشت
نیزے کی ڈانڈ پر جو رکھا سنے دستِ زشت چمکی نئے طریق سے تیغِ قضا سرشت
ششدر ہوئی وہ فوج جو محو نظارہ تھی
راہیں بھی سب تھیں قطع سناں بھی دوپارہ تھی

اے شہسوارِ ملک سخن صفدری دکھا گیتی کو زلزلہ ہو وہ زور آوری دکھا
جمعیتِ سپاہ کی پھر ابتری دکھا ہاں زور و شورِ معرکۂ حیدریؑ دکھا
کٹ جائیں رنگ سینۂ اعدا فگار ہوں
پڑھنے میں دونوں لب جو کھلیں ذوالفقار ہوں

گھوڑا ہو واں جہاں نہ رسائی ہوا کی ہو جو نکلے منہ سے لفظ وہ قدرت خدا کی ہو
مصرع ہر ایک تیغ شہ لافتا کی ہو جو چوٹ ہو بندھی ہوی مشکل کشا کی ہو
نقشا ہو صاف تیغِ علیؑ کی صفائی کا
دکھلا دوں ہر ورق میں مرقع لڑائی کا

یوں کوند کوند کر صفِ اعدا پہ آئے جائے ہر استخواں کو مثلِ ہما تیغ کھائے جائے
جب تک کہ دم ہے خون کا دریا بہائے جائے بے جوہروں کو جوہر ذاتی دکھائے جائے
غُل ہو نزاع اٹھ گئی فتنہ فرو ہوا
ٹکڑے گریں زمیں پہ تو جانے کہ دو ہوا

اے تیغِ آبدار زباں اور تیز ہو سرگرمِ کشت و خون و قتال و ستیز ہو
دریا لہو کا وادیٔ ہنگامہ خیز ہو لگ جائے آگ دشت میں یوں شعلہ ریز ہو
کوثر علیؑ سے پاؤں گا حلہ بتولؑ سے
ہاں جنگ فتح کر کے صلہ لوں رسولؐ سے

ٹوٹی وہ تیغ ادھر یہ چمک کر اُدھر گئی پستی سے یہ پھری تو وہ بالائے سر گئی
بجلی سی کوند کر یہ بڑھی وہ ٹھہر گئی ندی تھی ایک دم میں چڑھی اور اتر گئی
آنچ اس کی تیوروں کو شفق کے جلاتی تھی
اس تیغ کی ہوا بھی یہاں پر نہ آتی تھی

جلد نمبر ا، مرثیہ نمبر ۲۶ صفحہ ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹

پستی میں آئی بڑھ کے جو وہ تیغ پر شرر گھوڑے کے پاؤں کٹ گئے مثلِ خیارِ تر
اسوار جو کھڑے تھے وہ بھاگے اِدھر اُدھر پھر پھر کے اضطراب میں کہتے تھے اہل شر
بھاگو جلا نہ دے کہیں آنچ اس کی دھار کی
پیچھا کئے ہوئے ہے چمک ذوالفقار کی

چلایا فوج کو پسرِ سعد نابکار   لو رکھ لی میان میں شہ والا نے ذوالفقار
پلٹے پرے سواروں کے لے کر رسالہ دار   دو غول باندھے آئے کماں دار دس ہزار
تیر افگنوں میں تیغوں میں بھالوں میں گھر گئے
تنہا حسینؑ برچھیوں والوں میں گھر گئے

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۲۶، صفحہ ۳۸۰، ۳۸۱

ہم دولتِ دنیا کبھی گھر میں نہیں رکھتے   توقیر زر و مال نظر میں نہیں رکھتے
رکھتے ہیں قدم خیر میں شر میں نہیں رکھتے   کچھ اور بجز تیغ کمر میں نہیں رکھتے
نذرِ رہِ معبود تن و سر ہے ہمارا
زیور ہے یہی اور یہی زر ہے ہمارا

شہر اس کی تب و تاب سے ویرانے ہوئے ہیں   جب چمکی ہے یہ دیو بھی دیوانے ہوئے ہیں
منھ وہ ہے کہ تلواروں میں دندانے ہوئے ہیں   لوہا وہ کہ جبریلؑ جسے مانے ہوئے ہیں
باعث یہ نہ ہوتا پھر آرام نہ لیتے
تھا خاتمہ گر ہاتھ علیؑ تھام نہ لیتے

برباد اسی تیغ سے سر کٹ کے ہوئے ہیں   جاں بر جو ہوئے بھاگ کے یا ہٹ کے ہوئے ہیں
عاجز ہی زرہ خود بھی سر پٹکے ہوئے ہیں   اب تک پر جبریلؑ امیں لٹکے ہوئے ہیں
باعث یہ نہ ہوتا تو پھر آرام نہ لیتے
تھا خاتمہ گر ہاتھ علیؑ تھام نہ لیتے

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۲۷، صفحہ ۳۹۲

سر گرنے لگے جسم سے چلنے لگی تلوار   چار آئینے میں جا کے نکلنے لگی تلوار
افعی کی طرح زہر اگلنے لگی تلوار   پی پی کے لہو رنگ بدلنے لگی تلوار
پانی نے اثر زہر ہلاہل کا دکھایا
ہر ضرب میں جلوہ حق و باطل کا دکھایا

تلواریں جو عاری ہیں تو بے آب سنانیں　　بیکار کمیں میں ہیں کمینوں کی کمانیں
اک منھ میں اسے حق نے جو دودی ہیں زبانیں　　اس رمز کو جو سیفِ زباں ہوں وہی جانیں
مطلب تھا کہ اب دین کو کامل یہ کرے گی
دو شرک کو اور کفر کو باطل یہ کرے گی

بربادی ہوئی کفر کے لشکر کی اسی سے　　گردن نہ بچی عمر سے خودسر کی اسی سے
کچھ چل نہ سکی مرحب و عنتر کی اسی سے　　چولیں ہوئیں ڈھیلی درِ خیبر کی اسی سے
میدان ہر اک معرکے میں ہاتھ ہے اس کے
قبضے کی طرح فتح و ظفر ساتھ ہے اس کے

جو سایۂ شمشیر ظفر یاب میں آیا　　ماہی کی طرح موت کے قلاب میں آیا
فی الفور خلل زیست کے اسباب میں آیا　　جو آ گیا کاوے میں وہ گرداب میں آیا
کچھ مطلب دل ہاتھ بھی مارے سے نہ نکلا
دریا بھی دمِ تیغ کے دھارے سے نہ نکلا

جب مثلِ سموم آ کے نکل جاتی تھی سن سے　　پتوں کی طرح خاک پہ سر گرتے تھے تن سے
جو شیر تھے میدان کے ہرن ہو گئے رن سے　　وحشی بھی چلے جاتے تھے بھاگے ہوئے بن سے
افعیٔ نہ فقط ڈر کے دراڑوں میں چھپے تھے
دب دب کے درندے بھی پہاڑوں میں چھپے تھے

اللہ رے مولا کی ہزاروں سے لڑائی　　فوجوں سے و غا ظلم شعاروں سے لڑائی
پرخاش پیادوں سے سواروں سے لڑائی　　لشکر کی حدیں چار ہیں چاروں سے لڑائی
انبوہ میں سرگرم زد و کشت کہیں تھے
جو صف سے بڑھا تیغ بہ کف آپ وہیں تھے

مقتل میں کوئی خاک پہ دم توڑ رہا تھا　　باغی کوئی ہستی کا چمن چھوڑ رہا تھا
ہٹ ہٹ کے کوئی دستِ ادب جوڑ رہا تھا　　گھوڑے کی اُدھر باگ کوئی موڑ رہا تھا

تلوار کے سائے سے ڈرے جاتے تھے اعدا
بھاگڑ تھی کہ پس پس کے مرے جاتے تھے اعدا

لاشیں تھیں دس اک لاش پہ سر گرتے تھے سر پر　　پاؤں پہ کبھی ہاتھ تو سینے تھے کمر پر
چار آئینے شانوں پہ کٹے تیر تبر پر　　خنجر تھے انہیں کے جو پھرے ان کے جگر پر

بے چلّے کماں گرز گراں مشت کے نیچے
تیغیں تہِ گردن سپریں پشت کے نیچے

سیدھے جو نشاں تھے انہیں کیا تیغ نے الٹا　　اس صف کو بچھا کر وہ پرا تیغ نے الٹا
لشکر کا ورق وقتِ وغا تیغ نے الٹا　　گردن بھی الگ تھی جو گلا تیغ نے الٹا

جو صاحبِ دفتر تھا وہ مقتل سے ہٹا تھا
جس فرد کی چہرے پہ نظر کی وہ جدا تھا

چلاتے تھے گر گر کے یہ جن بیرِ الم کے　　جانوں کو بچاؤ کہیں پھر تیغ نہ چمکے
جل جاتے ہیں سائے سے اسی برق دو دم کے　　رن پڑتا ہے لڑتے ہیں یہ جس کھیت میں جم کے

ہیں سیف خدا عرش سے تیغ اتری ہے ان کو
جانیں وہی ان شیروں سے ہو سامنا جن کو

غالب کوئی ان پر کسی صورت نہیں رہتا　　قایم قدمِ صاحب جرأت نہیں رہتا
بے سر ہے جو پابندِ اطاعت نہیں رہتا　　کلمہ نہ پڑھے جو وہ سلامت نہیں رہتا

حملوں سے یہ ہونٹوں پہ اگر جان نہ لاتے
کافر تھے وہ جن جو وہاں ایمان نہ لاتے

شیرِ اسدِ قلعہ شکن گونج رہا تھا جنبش تھی پہاڑوں کو یہ رن گونج رہا تھا
قرنا سے ادھر چرخ کہن گونج رہا تھا نعروں سے ادھر ظلم کا بن گونج رہا تھا
غُل تھا کہ لہو خوف سے گھٹ جانے کا دن ہے
بھا گو یہی گیتی کے الٹ جانے کا دن ہے

کیا تیغ کی تعریف کرے کوئی زباں سے جن مانگیں اماں جان کی جس آفتِ جاں سے
واں قطعِ سخن خوب جو باہر ہو بیاں سے دھوئی ہوئی کوثر میں زباں لائے کہاں سے
یوں تیغ کبھی عرش سے اتری ہے کسی کو
ہدیہ وہ خدا نے جسے بھیجا تھا علیؑ کو

سر کاٹ لیا فرق پہ جس حال میں پہنچی چہرے پہ جو گھوڑے کے پڑی یال میں پہنچی
مچھلی تھی کہ جوشن کے کبھی جال میں پہنچی پنجے کے اڑانے کے لیے ڈھال میں پہنچی
سمجھا یہ ہر اک برق گری دشمن دیں پر
پنجہ تو سپر میں تھا کلائی تھی زمیں پر

اعضائے سوارانِ تنو مند جدا تھے نیزے تھے تو کیا جسم کے سب بند جدا تھے
باپ ان سے جدا باپ سے فرزند جدا تھے کیا وصل ہے پیوند سے پیوند جدا تھے
تنہا نہ سرِ اہلِ ستم کاٹ دیئے تھے
تلوار نے رشتے بھی بہم کاٹ دیئے تھے

ہاتھ اٹھتا تھا جب تا بہ فلک جاتی تھی بجلی گرتی تھی سروں پر تو کڑک جاتی تھی بجلی
جب بڑھتی تھی تلوار سرک جاتی تھی بجلی اس پار سے اس پار چمک جاتی تھی بجلی
گرجے ہیں پہ اس طرح مسلسل نہیں گرجے
نعرے ہیں کہ ایسے کبھی بادل نہیں گرجے

شمشیر عدو کش کی ہوا کے وہ تھپیڑے ڈوبے ہوئے تھے خون میں اس فوج کے بیڑے
گھوڑے کو بڑھانے کے لیے کیا کوئی چھیڑے بوچھار سروں کی وہ، لہو کے وہ دڑیڑے

ساون نہیں برسا ہے کہ بھادوں نہیں برسا
مِنھ برسا ہے ہر سال مگر یوں نہیں برسا

ڈھالوں کی گھٹا کا وہ اُدھر جھوم کے آنا تلوار کی بجلی کا چمکتے ہوئے جانا
جنگل کی سیاہی تھی کہ تیرہ تھا زمانا دریا کا کنارا تھا کہ جیوں کا دہانا

یوں سیل کبھی جانب صحرا نہیں آتی
ایسی کبھی برسات میں بہیا نہیں آتی

سب تھے سپر انداختہ تلوار کے آگے دو چار کے پیچھے تھے تو دو چار کے آگے
یوں موت تھی اس صاعقہ کردار کے آگے جس طرح پیادہ چلے اسوار کے آگے

غل تھا وہ ہٹیں کھیت سے جو آگے بڑھے ہیں
سر نذر کرو آپ لڑائی پہ چڑھے ہیں

تلواریں ہزاروں ہیں پہ نایاب یہی ہے بازو درِ نصرت کا یہی باب یہی ہے
بجلی جسے کہتے ہیں وہ بتیاب یہی ہے ہے باڑھ پہ دریا ہمہ تن آب یہی ہے

اس تال کو اس میل کو اس ساتھ کو دیکھو
تلوار کو کیا دیکھتے ہو ہاتھ کو دیکھو

ایسا ہے لڑائی کا چلن ہاتھ میں کس کے ہے زورِ شہِ قلعہ شکن ہاتھ میں کس کے
دیکھا ہے یہ بے ساختہ پن ہاتھ میں کس کے یہ کاٹ یہ گردش ہے یہ کن ہاتھ میں کس کے

تلوار تو کیا انگلیاں دو تیغ دو سر ہیں
ہاتھوں کی لکیریں نہیں تعویذ ظفر ہیں

بجھ بجھ گئے بجلی سی چمک کر جدھر آئی　　جل جل گئے شعلہ سی لپک کر جدھر آئی
کٹ کٹ گئے سینے سے سرک کر جدھر آئی　　مَر مَر گئے مقتل میں لچک کر جدھر آئی
آفت تھی قیامت تھی چھلاوہ تھی پری تھی
جوہر نہ کہو موتیوں سے مانگ بھری تھی

سہمے ہوئے تھے مارِ سیہ کنڈلیاں مارے　　ہرنوں میں تھے جو شیر تو چیتوں میں چکارے
غل تھا کہ جلا دیں گے جہاں کو یہ شرارے　　دنیا کی تباہی کے یہ انداز ہیں سارے
تلوار کے پانی سے یہ آتش زدگی ہے
مسکن سے چلو آگ بیاباں میں لگی ہے

ڈوبا تھا کوئی اور کوئی خون میں تر تھا　　ہر نخلِ قد اس معرکے میں زیر و زبر تھا
ڈھالیں تھیں نہ ساعد تھے نہ بازو تھے نہ سر تھا　　پتّی تھی نہ شاخیں نہ شجر تھا نہ ثمر تھا
یوں باغ کی رونق کبھی جاتے نہیں دیکھی
ایسی بھی خزاں آج تک آتے نہیں دیکھی

جو برچھیاں بے پھل تھیں خجالت سے گڑی تھی　　عاری تھیں وہ تلواروں سے تیغیں جو لڑی تھیں
تھیں کند سنانیں بھی جو نیزے میں گڑی تھیں　　جوشن پہ بھی ایسی کبھی کڑیاں نہ پڑی تھی
ریتی پہ کٹی ڈھالوں کا پشتارا ہوا تھا
ہر پارہ چار آئینہ صد پارا ہوا تھا

ٹکڑے ہیں کمانیں قدر انداز کریں کیا　　آفت کا نشانہ ہیں فسوں ساز کریں کیا
بے تیر ہیں ترکش کا دہن باز کریں کیا　　اڑ جائیں پرِ تیر تو پرواز کریں کیا
چلّے بھی تو گوشوں کی طرح ساتھ نہیں ہیں
جس پاس کماں رہ گئی ہے ہاتھ نہیں ہیں

رحم ایک جگہ ہے تو عتاب ایک جگہ ہے اک جا ہے ظفر فتح کا باب ایک جگہ ہے
برق ایک جگہ ہے تو سحاب ایک جگہ ہے حیرت کی ہے آتش و آب ایک جگہ ہے
وہ نار جسے خوں کی روانی نہ بجھائے
یہ آگ وہی ہے جسے پانی نہ بجھائے

جس فرق پہ یہ صاعقہ کردار گری ہے سر تن سے گرا ہاتھ سے تلوار گری ہے
اک بار کہیں برقِ شرر بار گری ہے سو بار یہ اٹھی ہے تو سو بار گری ہے
ٹالے یہ بلا سر سے جو کوئی تو قدم لیں
اتنی بھی تو مہلت نہیں ملتی ہے کہ دم لیں

مولا سا کوئی سائفِ سیاف نہیں ہے صف کون سی ایسی ہے کہ جو صاف نہیں ہے
دنیا میں عدالت نہیں انصاف نہیں ہے ایسا تو کوئی قاف سے تا قاف نہیں ہے
دکھلا گئے جو ہر تھے جو خالق کے ولی کے
نے قبل لڑا یوں نہ کوئی بعد علیؑ کے

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۲۷، صفحہ ۳۹۴ تا ۳۹۸

لڑنا ہے تو بڑھ عصر کا ہنگام قریں ہے اب سجدۂ معبود کی مشتاق جبیں ہے
لشکر ہی ترے ساتھ ادھر کوئی نہیں ہے عباسؑ سا غازی ہے نہ اکبرؑ سا حسیں ہے
فاقہ ہے جدا پیاس جدا ضعف جدا ہے
اب میں ہوں یہ تلوار ہے اور سر پہ خدا ہے

یہ سنتے ہی سفاک نے بھالے کو سنبھالا تلوار کو چمکا کے بڑھے سید والا
آ پہنچا تھا سینے کی قریں ظلم کا بھالا فرزند یداللہ نے عجب ہاتھ نکالا
کیا جانیے بجلی تھی کہ تیغ دو زباں تھی
نے ہاتھ میں بھالا تھا نہ بھالے میں سناں تھی

حضرت نے کہا حول سے دم اس کا جو پھولا　　　کافی تھا ترے قتل کو اک تیغ کا ہولا
سنتے تھے کہ نیزے میں تجھے ہے ید طولا　　　جو بند کہ تھے یاد انہیں خوف سے بھولا

نے ہاتھ میں طاقت تھی نہ نیزے میں تکاں تھی
نیزہ تھا کہ تنکا تھا قلم تھا کہ سناں تھی

جھنجلا کے کہا اس نے کہ یا شاہِ سرافراز　　　سرہنگ نہ مجھ سا ہے نہ سرکش نہ سرانداز
طاقت پہ مجھے فخر تھا نیزے پہ مجھے ناز　　　کیا جانیے یہ سحر تھا یا آپ کا اعجاز

چمکی تھی کہاں تیغ کدھر چل کے پھری تھی
مجھ پر کبھی اس طرح کی بجلی نہ گری تھی

حضرت نے کہا سحر نہ جان اس کو ستمگر　　　اعجاز دکھائیں تو نہ ہو تو نہ یہ لشکر
ہیں سیفِ خدا کوئی ہمارا نہیں ہمسر　　　ان ہاتھوں میں شمشیر دودستی کے ہیں جوہر

ہر وقت یہاں وردِ زباں نادِ علیؑ ہے
بجلی نہیں یہ ضرب ہے ایجادِ علیؑ ہے

ظالم نے ادھر گرزِ گراں سر کو اٹھایا　　　ثابت یہ ہوا دیو نے لنگر کو اٹھایا
نے ہاتھ میں لی ڈھال نہ جمدھر کو اٹھایا　　　مولا نے فقط تیغ دو پیکر کو اٹھایا

اڑتے ہوئے دیکھا جو ہوا میں شرروں کو
سمٹا لیا تھرا کے فرشتوں نے پروں کو

شبیرؑ قریب آ گئے گھوڑے کو ڈپٹ کے　　　شبدیز اُدھر سے ادھر آتا تھا پلٹ کے
ہر چند بچاتا رہا ضربت کو وہ ہٹ کے　　　پرکالۂ گرز اڑنے لگے تیغ سے ہٹ کے

باقی تھا جو کچھ گرز وہ دو ہو گیا آخر
فِتنہ جو اٹھا تھا وہ فرو ہو گیا آخر

اے سیفِ ید اللہ صفائی مجھے دکھلا — خیبر میں جو گزری وہ لڑائی مجھے دکھلا
دریائے شجاعت کی ترائی مجھے دکھلا — اے دستِ خدا عقدہ کشائی مجھے دکھلا
ہاں فتح کا اور تیرا سدا ساتھ رہا ہے
ہر جنگ میں میدان تیرے ہاتھ رہا ہے

یا شیر خدا سیفِ دو دم دیجئے مجھ کو — یاشاہِ نجف طبل و علم دیجئے مجھ کو
سر بر نہ ہو لشکر وہ حشم دیجئے مجھ کو — میداں جو نہ چھوڑے وہ قلم دیجئے مجھ کو
نیزے سے سپہ شام کے ہٹتے نظر آئیں
سب فوج کے چہرے ابھی کٹتے نظر آئیں

کوثر کا بھرا جام پلا دیجئے مولا — بالائے ولا اور ولا دیجئے مولا
پھر غنچۂ خاطر کو کھلا دیجئے مولا — شمشیرِ فصاحت کو جلا دیجئے مولا
میں وہ نہیں یا خلق میں انصاف نہیں ہے
مدّت سے جو چپ ہوں تو زباں صاف نہیں ہے

گو پیر ہوں پر زورِ جوانی ہے ابھی تک — سوکھے ہوئے دریا میں روانی ہے ابھی تک
دنداں نہیں پر تیز زبانی ہے ابھی تک — قبضے میں وہ تیغِ صفہانی ہے ابھی تک
جوہر ہیں وہی باڑھ وہی گھاٹ وہی ہے
کہنہ تو ہے شمشیر مگر کاٹ وہی ہے

اس گھر کے وغا کرنے کا سب ڈھنگ دکھا دے — جس طرح علیؑ لڑتے ہیں وہ جنگ دکھا دے
تلوار کی بجلی کو تہِ تنگ دکھا دے — راکب کو بھی مرکب کو بھی چورنگ دکھا دے
ٹھہرے نہ کہیں زیں سے جو مرکوب کے نکلے
دو تین وجب خاک میں پھل ڈوب کے نکلے

لوغور سے چلتی ہوئی صمصام کو دیکھو بے رونقیٔ ظالم ناکام کا دیکھو
تیغ و سپرِ شاہِ خوش انجام کو دیکھو اعجاز ہے اک جا سحر و شام کو دیکھو
قربان رُخِ تابانِ شہِ جن و بشر کے
خورشید مبیں بیچ میں ہے شام و سحر کے

منھ سرخ ہے سب خاطرِ اقدس ہے جو برہم رخساروں پہ بل کھا رہے ہیں گیسوئے پُرخم
ابرو میں ہے چلتی ہوئی تلوار کا عالم پتلی کا یہ ہے رعب کہ تھراتے ہیں ضیغم
لو دیکھ لو اس صاحبِ شمشیر کی آنکھیں
غصے میں نہ دیکھی ہوں اگر شیر کی آنکھیں

دبتا ہے سر کتا ہے سمٹتا ہے وہ ظالم گھوڑے کے قریب آکے پلٹتا ہے وہ ظالم
بڑھ آتے ہیں جب آپ تو ہٹتا ہے وہ ظالم رد ہوتا ہے جب وار تو کٹتا ہے وہ ظالم
شمشیر کلیجے پہ چھری پھیرے ہوئے ہے
بھاگے تو کدھر جائے اجل گھیرے ہوئے ہے

غل تھا کبھی دیکھی نہیں ردّ و بدل ایسی چلتی نہیں تلوار کبھی برمحل ایسی
اب ہوگی زمانے میں نہ جنگ وجدل ایسی ہاتھ ایسا زبردست تو برقِ اجل ایسی
بَل جسم میں کس ہاتھ میں تلوار میں جَس ہے
سو سر کا جو دشمن ہو تو اک وار اسے بس ہے

جب چلتی ہے سَن سے شرر اڑتے ہیں ہوا میں ذرے بھی اِدھر سے اُدھر اڑتے ہیں ہوا میں
کاٹے ہوئے تیروں کے پر اڑتے ہیں ہوا میں پر کالۂ قرصِ سپر اڑتے ہیں ہوا میں
کچھ شبہ و تشکیکِ غلط اس پہ نہیں ہے
اس ڈھال کے سوٹکڑے ہیں خط اس پہ نہیں ہے

تلوار چمک کر ادھر آئی جو ادھر سے   برسی تو زرہ گر گئی خود اڑ گیا سر سے
چہرے سے جھلم کھل گئی زنجیر کمر سے   پہلو سے سپر میں تھی کلائی پہ سپر سے

دنیا سے اسے رشتۂ تقدیر نے کھویا
دستانوں کو بھی ہاتھ سے بے پیر نے کھویا

مولا کی طبیعت جو ذرا جوش پر آئی   تلوار اجل بن کے زرہ پوش پر آئی
گہ فرق پہ چمکی تو کبھی دوش پر آئی   آفت کمر و صدر و تن و توش پر آئی

جانے کی جہاں سے خبر آتی ہے کسی کو
گرتی ہوئی بجلی نظر آتی ہے کسی کو

سر پر جو پڑی تیغ جبیں سے اتر آئی   کیا ذکرِ جبیں صدر لعیں سے اُتر آئی
بڑھ کر کمرِ دشمنِ دیں سے اتر آئی   کیا بند کمر خانۂ زیں سے اتر آئی

خوں بھی نہ تنِ توسنِ چالاک سے نکلا
بجلی سا چمکتا ہوا پھل خاک سے نکلا

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۲۷، صفحہ ۴۰۰ تا ۴۰۲

وہ علیؑ حق نے جسے عرش سے بھیجی شمشیر   وہ علیؑ جس کا دو عالم میں نہیں کوئی نظیر
وہ علیؑ جو ہوا احمدؐ کا وصی روزِ غدیر   وہ علیؑ جس کی رسولوں سے سوا ہے توقیر

وہ علیؑ سب سے زیادہ ہے عبادت جس کی
وہ علیؑ گھر میں خدا کے ہے ولادت جس کی

نہ ابھی ختم ہوئی تھی یہ مسلسل تقریر   حجت اللہ کے فرزند پہ چلنے لگے تیر
چوم کر تیغ کے قبضے کو پکارے شبیرؑ   لو خبردار چمکتی ہے علیؑ کی شمشیر

پسرِ فاتحِ صفین و حنین آتا ہے
لو صفیں باندھ کے روکو تو حسینؑ آتا ہے

لو کھنچی تیغ دو سر فوج پہ آفت آئی　　لو ہلا قائمہ عرش قیامت آئی
فتح تسلیم کو آداب کو نصرت آئی　　فخر سے غاشیہ برداری کو شوکت آئی
چوم لوں پاؤں جلال اس تگ و دو میں آیا
ہاتھ جوڑے ہوئے اقبال جلو میں آیا

ابر ڈھالوں کا اٹھا تیغ دو پیکر چمکی　　برق چھپتی ہے یہ چمکی تو برابر چمکی
سوئے پستی کبھی کوندی کبھی سر پر چمکی　　کبھی انبوہ کے اندر کبھی باہر چمکی
جس طرف آئی وہ ناگن اسے ڈستے دیکھا
مینہ سروں کا صفِ دشمن پہ برستے دیکھا

دھار ایسی کہ رواں ہوتا ہے دھارا جیسے　　گھاٹ وہ گھاٹ کہ دریا کا کنارہ جیسے
چمک ایسی کہ حسینوں کا اشارہ جیسے　　روشنی وہ کہ گرے ٹوٹ کے تارا جیسے
کوندنا برق کا شمشیر کی ضو میں دیکھا
کبھی ایسا نہیں دم خم مہ نو میں دیکھا

اب اشارے میں برابر کوئی دو تھا کوئی چار　　نہ پیادہ کوئی بچتا تھا سلامت نہ سوار
برق گرتی تھی کہ چلتی تھی صفوں پر تلوار　　غَضَبُ اللّٰہ عَلَیہِمْ کے عیاں تھے آثار
موت ہر غول کو برباد کیے جاتی تھی
آگ گھیرے ہوئے دوزخ میں لیے جاتی تھی

تیغیں عاری ہوئیں ڈھالوں کے اڑے پرکالے　　بند سب بھول گئے خوف سے نیزوں والے
جو بڑھے ہاتھ سرِ دست قلم کر ڈالے　　تیغ کہتی تھی یہ سب ہیں میرے دیکھے بھالے
صف پہ صف باندھ کے نیزوں کو عبث تولے ہیں
ایسے عقدے مرے ناخن نے بہت کھولے ہیں

جب کبھی جائزۂ فوج ستم لیتی ہوں　　موت سے رحم نہ کرنے کی قسم لیتی ہوں
دو زبانوں سے سدا کارِ قلم لیتی ہوں　　چہرے کٹ جاتے ہیں لشکر کے تو دم لیتی ہوں

برطرف ہو کے عدو، کے سفری ہوتے ہیں
طبلقیں کٹی ہیں چہرے نظری ہوتے ہیں

وہ برش اور وہ چمک اور وہ صفائی اُس کی　　کسی تلوار نے تیزی نہیں پائی اس کی
اس کا بازو جو اڑایا تو کلائی اُس کی　　جس کی گردن سے وہ گزری اجل آئی اس کی

صورتِ مرگ کسی نے بھی نہ آتے دیکھا
سر پہ چمکی تو کمر سے اسے جاتے دیکھا

کبھی ڈھالوں پہ گری اور کبھی تلواروں پر　　پیدلوں پر کبھی آئی کبھی اَسواروں پر
کبھی ترکش پہ رکھا منھ کبھی سوفاروں پر　　کبھی سر کاٹ کے آپہنچی کمانداروں پر

گر کے اس غول سے اٹھی تو اس انبوہ میں تھی
کبھی دریا میں کبھی بر میں کبھی کوہ میں تھی

کبھی چہرہ کبھی شانہ کبھی پیکر کاٹا　　کبھی در آئی گلے میں تو کبھی سر کاٹا
کبھی مغفر کبھی جوشن کبھی بکتر کاٹا　　طول میں راکب و مرکب کو برابر کاٹا

برشِ تیغ کا غل قاف سے تا قاف رہا
پی گئی خون ہزاروں کا پہ منھ صاف رہا

نہ رُکی خود پہ وہ اور نہ سر پر ٹھہری　　نہ کسی تیغ پہ دم بھر نہ سپر پر ٹھہری
نہ جبیں پر نہ گلے پر نہ جگر پر ٹھہری　　کاٹ کر زیں کو نہ گھوڑے کی کمر پر ٹھہری

جان گھبرا کے تنِ دشمن دیں سے نکلی
ہاتھ بھر ڈوب کے تلوار زمیں سے نکلی

کٹ گئی تیغ تلے جب صفِ دشمن آئی یک بیک فصلِ فراقِ سر و گردن آئی
بگڑی اس طرح لڑائی کہ نہ کچھ بن آئی تیغ کیا آئی کہ اڑتی ہوئی ناگن آئی
غل تھا بھاگو کہ یہ ہنگام ٹھہرنے کا نہیں
زہر اس کا جو چڑھے گا تو اترنے کا نہیں

وہ چمک اس کی سروں کا وہ برسنا ہر سو گھاٹ سے تیغ کے اک حشر بپا تھا لبِ جو
آب میں صورتِ آتش تھی جلا دینے کی خو اور دم بڑھتا تھا پیتی تھی جو اعدا کا لہو
کبھی جوشن تو کبھی صدرِ کشادہ کاٹا
جب چلی ضربتِ سابق سے زیادہ کاٹا

شیر سے تھے کبھی جنگل میں ترائی میں کبھی ڈھال کو چہرے پہ روکا نہ لڑائی میں کبھی
تیغِ حیدرؑ نے کمی کی نہ صفائی میں کبھی فرق آیا نہ سر و تن کی جدائی میں کبھی
کبھی ابرو کا بھی ایسا نہ اشارہ دیکھا
جس پہ اک بار چلی اس کو دو پارہ دیکھا

جنگ میں پیاس کا صدمہ شہِ دیں سے پوچھو تن تنہا کی وغا لشکرِ کیں سے پوچھو
زلزلہ دشت پر آفت کا زمیں سے پوچھو ضربِ شمشیرِ دوسر روحِ امیں سے پوچھو
باپ اس فوج میں تنہا پسر اس لشکر میں
کربلا میں یہ تلاطم ہوا یا خیبر میں

جلد نمبر ۱، مرثیہ نمبر ۲۸، صفحہ ۴۱۴ تا ۴۱۷

کس طرح ذوالفقار کی برش کی ہو ثنا حرفوں سے حرف لکھتے میں ہو جاتے ہیں جدا
ہر معرکے میں وہ نظر آتی تھی شکل لا یعنی نہیں علیؑ کے سوا شاہ لا فتا
اغراق کچھ نہیں ہے یہ تشبیہ ٹھیک ہے
ظاہر یہ اُس سے تھا کہ خدا لاشریک ہے

بدر و حنین و کعبہ و خیبر سے تا احد ہر جنگ میں علیؑ نے محمدؐ کی مدد
دست خدا کا وار کسی سے ہوا نہ رد اس ادعائے راست پہ ہے لافتیٰ سند
برّش پہ ذوالفقار کی قاطع دلیل ہے
اب دو نیم جس سے پر جبرئیلؑ ہے

آلودہ خوں میں جب ہوئے محبوب کردگار ناقہ بڑھا کے آپ کیا عزم کارزار
اُس دم نہ مرتضیٰؑ کو رہی طاقتِ قرار کھینچی خدا کے شیر نے جھنجلا کے ذوالفقار
دہشت سے الاماں کی فلک تک صدا گئی
گاوِ زمیں، زمیں کے تلے تھرتھرا گئی

چمکی دم نبرد جو وہ برق شعلہ ور روحیں تنوں کو چھوڑ کے بھاگیں سوئے سفر
اللہ ری ضرب تیغ علیؑ رخ کیا جدھر روحیں تنوں کی لوٹ رہی تھیں زمین پر
نصرت فدا تھی جرأت و ہمت نثار تھی
لاسیف ولا فتیٰ کی فلک پر پکار تھی

آتے تھے اہل کفر محمدؐ پہ فوج فوج دریائے حرب چار طرف مارتا تھا موج
دونا تھا ذوالفقار کا اُس معرکے میں اوج ہر فرد کو بھگاتا تھا خیر النسا کا زوج
آئے نظر نہ وہ جنہیں قصدِ مصاف تھا
حملہ نہ ہو چکا تھا کہ میدان صاف تھا

یہ سن کر آبدیدہ ہوئے شاہ بحر و بر　　اپنے عمامے کو کیا حیدرؑ کا تاج سر
پہنائی اپنے تن کی زرہ اُن کے جسم پر　　ہاتھوں سے اپنے باندھی یداللہ کی کمر
حفظ خدا علیؑ ولی کی سپر ہوئی
قبضے میں ذوالفقار کلیدِ ظفر ہوئی

یوں دوڑ کر علیؑ نے کیا اپنا اُس پہ وار　　آجائے شاہباز کے پنجے میں جوں شکار
ضربت کے روکنے کی عدو کو ملی نہ بار　　بجلی سی بس چمک کے گری سر پہ ذوالفقار
اتنا تو منھ سے فوج کے نکلا غضب ہوا
ثابت نہ تھا کسی پہ کہ دو ٹکڑے کب ہوا

تکبیر کی علیؑ نے جو میداں سے [illegible]ی صدا　　محبوب حق نے شکر کا سجدہ کیا ادا
روح الامیں نے آ کے پس از تہنیت کہا　　ضرب علیؑ کی کرتا ہے تعریف کبریا
کس تیغ میں یہ ضرب ہے کس میں یہ زور ہے
گردوں پہ تہنیت کا فرشتوں میں شور ہے

اتنے میں فتح کر کے پھرے شاہ بحر و بر　　ڈالا قدم پہ اسپ نبیؐ کے عدو کا سر
حیدرؑ کو پیار کرنے لگے سید البشر　　فرمائی یہ حدیث زباں سے پکار کر
جس سے خدا خوشی ہے علیؑ کی وہ حرب ہے
افضل عبادتِ دو جہاں سے یہ ضرب ہے

جلد نمبر۲، مرثیہ نمبر۱، صفحہ ۱۹ تا ۲۲

تھم تھم کے وہ ہر غول پہ حضرت کا جھپٹنا　　جم جم کے فرس کا وہ چمکنا وہ سمٹنا
وہ برہمیٔ فوج وہ ہر صف کا اُلٹنا　　وہ تیغِ دو سر کا کبھی بڑھنا کبھی گھٹنا
دم اپنا بڑھانے کو لہو چاٹ رہی تھی
کس گھاٹ سے اعدا کے گلے کاٹ رہی تھی

تھا شور کہ یہ قہر ہے تلوار نہیں ہے
بحر غضب اللہ کا ہے دھار نہیں ہے
کس فوج پہ یہ برق شرر بار نہیں ہے
لاشوں کا کدھر دشت میں انبار نہیں ہے
یوں لاکھوں سے اک پیاسے کو لڑتے نہیں دیکھا
کھیت ایسا جہاں میں کبھی پڑتے نہیں دیکھا

ہر سو تھا تلاطم شہِ والا کی وغا سے
سب دشتِ ستم ہلتا تھا نعروں کی صدا سے
اوتادِ زمیں عرض یہ کرتے تھے سما سے
تھراتے ہیں تیغ پسرِ شیر خدا سے
کٹ جاتا ہے آہن یہ ہے تیغِ دوسر ایسی
سر جس سے بچے دے ہمیں کوئی سپر ایسی

کہتا تھا یہ گردوں تمہیں اللہ بچائے
میں بھی ہوں ادھر چرخ میں سینے کو چھپائے
اس تیغ کی ضربت کوئی کس طرح اُٹھائے
ڈر ہے کہ کہیں گاؤ زمیں بیٹھ نہ جائے
سُکّانِ فلک جتنے ہیں گھبرائے ہوئے ہیں
پر خوف سے جبریلؑ بھی سرکائے ہوئے ہیں

برساتی تھی وہ تیغ لہو منھ سے جو ہر بار
پیکر تھا ہر اک ناری خونخوار کا گلنار
جن کہتے تھے اب جاں نہ یہ چھوڑے گی زنہار
ڈوبے گا زمانہ کہ رگِ ابر ہے خوں بار
بہتر ہے کنارہ کرو گر فوج عدو سے
بھر جائے کہیں کشتی گردوں نہ لہو سے

دیکھا شہِ والا نے ہزاروں کو جو بے دم
جوش آ گیا رحمت کا ہوا غیظ و غضب کم
دل دُکھنے لگا دیدۂ حق میں ہوئے پرنم
بس میان میں صابر نے رکھی تیغِ شرردم
صدمہ ہوا اُمت کے لیے جانِ حزیں پر
روتے ہوئے گھوڑے سے اُتر آئے زمیں پر

جلد نمبر ۲، مرثیہ نمبر ۳، صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱

ہر دم متقاضی ہیں یہ اس فوج کے سردار طاقت نہیں لڑنے کی تو رکھ دیجئے ہتھیار
مولا سے یہ کہتی تھی ید اللہ کی تلوار جوہر مرے دکھلایئے یا سیّدِ ابرار!
ڈر سے نہ قدم ٹھہریں گے بیدار گروں کے
اک دم میں اُڑا دوں گی سر ان خیرہ سروں کے

بے رحم ہے یہ قوم بس اب رحم نہ کیجے اے قبلۂ کونین مجھے میاں سے لیجے!
سب قتل ہوئے خویش پسر بھائی بھتیجے صف بستہ ہیں کفار شکست اب انہیں دیجے
میں وہ ہوں کہ جس دم صفِ اعدا پہ جھکوں گی
جبریل بھی روکیں گے تو ہرگز نہ رُکوں گی

شہ کہتے تھے اے تیغِ وغا کس کو دکھاؤں جرأت جو دکھاؤں تو بھلا کس کو دکھاؤں
زور آوریٔ شیرِ خدا کس کو دکھاؤں ضربِ اسدِ قلعہ کشا کس کو دکھاؤں
صبر ان کی جفاؤں کا کیا خیر بشر نے
بیٹوں کی تباہی کبھی چاہی ہے پدر نے

بالفرض کہ سب قتل ہوئی فوج ستمگر پھر مجھ سے ملیں گے مرے بچھڑے ہوئے یاور
بتلا مجھے جی اُٹھیں گے عباسؑ دلاور؟ چھاتی سے لپٹ جائیں گے آ کر علی اکبرؑ
اک دم کے لیے گلشنِ ہستی کو اُجاڑوں
نانا کی بسائی ہوئی بستی کو اُجاڑوں

یہ کہتے تھے حضرت کہ لگا تیر جبیں پر ماتھے سے لہو بہہ کے گرا دامنِ زیں پر
غصے سے نظر آپ نے کی لشکرِ کیں پر تھرانے لگے روحِ امیں عرشِ بریں پر
واں زینبِؑ ناشاد کھلے سر نکل آئی
یاں تیغِ علیؑ میان سے باہر نکل آئی

ہاتف کی صدا آئی کہ اے تابعِ تقدیر ہاں اب ہے اجازت کہ دکھا جوہرِ شمشیر
گھوڑے پہ سنبھل بیٹھے یہ سن کر شہ دل گیر نعرہ جو کیا کانپ گیا لشکرِ بے پیر
ناطاقتیٔ جسم نہ مطلق نظر آئی
تصویر جلالِ اسدِ حق نظر آئی

وہ غیظ وہ نعرہ وہ چمکتی ہوئی تلوار گویا تھا مجسّم غضبِ حضرتِ قہار
اتنا تو پکارے کہ خبردار خبردار ڈھالیں نہ اُٹھی تھیں کہ گری برقِ شرر بار
گرمی سے ہوا میں شرر اُڑتے نظر آئے
جھونکا تھا غضب کا کہ سر اُڑتے نظر آئے

اک آگ سی تھی چار طرف شعلہ فشاں برق وہ برق کہ خود مانگتی تھی جس سے اماں برق
یاں موج تو واں سیل جو یاں ابر تو واں برق منھ زہر برش قہر بدن آگ زباں برق
سرکش تھا جو ناری یہ جلاتی تھی اُسی کو
لوہے پہ بھی گرتی تھی تو کھاتی تھی اُسی کو

اُٹھ کر کبھی ٹھہری کبھی لچکی کبھی چمکی سر گر گئے گردن جدھر اس تیغ نے خم کی
سیدھی صفِ دشمن کو ملی راہ عدم کی سیفی تھی کہ گویا دمِ شمشیر پہ دم کی
دم بھر میں صفیں صاف تھیں بیدادگروں کی
تھی منھ کی طرح خاک پہ بوچھار سروں کی

تیزی تھی کہ لشکر بھی ہر اک تھا مُقِر اس کا تھا کاٹ میانِ دو جہاں مشتہر اُس کا
خم ہو گئی تھی قلب یہ تھا منکسر اُس کا بے فتح عدو پر بھی نہ کھلتا تھا سر اُس کا
تھی سم کی حرارت جو بدن اس کا ہرا تھا
افعی کی طرح پیٹ میں کیا زہر بھرا تھا

پایا تھا عجب زور عجب تیغ عجب ہاتھ بجلی سی چمک جاتی تھی اُٹھ جاتا تھا جب ہاتھ
کچھ دست اعدا کے نہ تھا ملتے تھے سب ہاتھ میں پُھرتی تھی عجب جسم میں چلتا تھا عجب ہاتھ

شمشیر اجل فوج کے بھالوں سے رُکی ہے
گرتی ہوئی بجلی کبھی ڈھالوں سے رُکی ہے؟

کس کے سر و گردن میں جدائی نہ دکھائی صف کون سی تھی جس کو صفائی نہ دکھائی
کس کو اسدِ حق کی لڑائی نہ دکھائی مقتل میں کسے عقدہ کشائی نہ دکھائی

ریلا جو ہوا ناریوں کو رول کے نکلی
شیرازۂ اجزائے بدن کھول کے نکلی

اک ضرب میں ہاتھ اُس کے اُڑائے تو سر اُس کا شاخیں کٹیں اس نخلِ ستم کی ثمر اُس کا
دل اُس کا دو پارہ کیا کاٹا جگر اُس کا دم ہو گیا آخر ادھر اس کا اُدھر اُس کا

جس جا پہ جھکے خون کی ندی وہیں بہہ جائے
کیا دخل تھا اس کا کہ کسی باک پہ رہ جائے

سرداروں کو تیغ دو زباں ڈھونڈھ رہی تھی کفار کے علموں کا نشاں ڈھونڈھ رہی تھی
اعدا کے یہ چھپنے کا مکاں ڈھونڈھ رہی تھی سب فوج ستم جائے اماں ڈھونڈھ رہی تھی

جو ہاتھ لگا خوں میں اُسے بھر دیا اُس نے
پایا جسے یکتا اُسے دو کر دیا اُس نے

تھا صورت آئینہ تمام اُس کا بدن صاف خوں پیتی تھی پر دیکھو تو منھ صاف دہن صاف
چلتی تھی جو سن سن یہ نکلتا تھا سخن صاف ہوں میں تو وہ جاروب کہ کر دیتی ہوں رن صاف

نا اہل ہیں نا مرد ہیں ناپاک ہیں اعدا
میں برقِ غضب ہوں خس و خاشاک ہیں اعدا

تھا دور تلک خون سے اُس فوج کے رن سرخ پھولا ہوا تھا تیغ کے ایک پھل سے چمن سرخ
چہرے تو سیہ کاروں کے تھے زرد بدن سرخ تھی تیغ دو پیکر کی زباں سرخ دہن سرخ
بے وجہ نہ منھ لال تھا اس عربدہ جو کا
بیڑہ وہ اُٹھائے ہوئے تھی خون عدو کا

مغفر سے جہلم کٹ گئی گردن میں در آئی گردن سے سرکنا تھا کہ جوشن میں در آئی
جوشن سے گزرنا تھا کہ بس تن میں در آئی تن سے ابھی اُتری تھی کہ توسن میں در آئی
بچتا کوئی کیا تیغِ قضا رنگ کے نیچے
اک برقِ غضب کوند گئی تنگ کے نیچے

قبضہ تھا کہ تھا چہرۂ پُر قہر قضا کا نابیں تھیں کہ دھارا تھا وہ دریائے فنا کا
باڑھ ایسی کہ رُخ پھر گیا دریا کی گھٹا کا پشہ وہ کہ پی جائے لہو اہل جفا کا
تمغے کی جگہ یا اسد اللہ لکھا تھا
جوہر میں انا سیفِ یداللہ لکھا تھا

چم خم سے ہلالِ فلکِ نیلو فری تھی مارا تھا ہزاروں کو مگر خوں سے بری تھی
شوخی بھی نئی اور نئی جلوہ گری تھی تھی تیغ کہ قبضے میں سلیمانؑ کے پری تھی
اک آگ لگی وار جدھر چل گیا اُس کا
جو آ گیا سائے میں بدن جل گیا اُس کا

سیدھی جو چلے وہ تو صفِ فوج اُلٹ جائے دشمن پہ پڑے جب تو لہو جسم کا گھٹ جائے
تھرائے فلک گاوِ زمیں ڈر کے سمٹ جائے دیکھو جو خم اُس کا مہہ نو شرم سے کٹ جائے
اس برق کا ہم سر کوئی دنیا میں کہاں ہے
یہ سب صفتیں جس میں ہوں وہ سیفِ زباں ہے

جب شعلۂ سرکش کی طرح فوج پہ لپکی　　تصویر نظر آ گئی بجلی کی تڑپ کی
تھرائے جگر آنکھ ستم گاروں کی جھپکی　　سر اُڑ گئے اور خون کی اک بوند نہ ٹپکی

سب ناریوں کو خاک کا پیوند کیا تھا
آبِ دم شمشیر نے دم بند کیا تھا

دم بھر کہیں شمشیرِ سر انداز نہ ٹھہری　　بجلی کی چمک رعد کی آواز نہ ٹھہری
روکا کیے وہ تفرقہ پرداز نہ ٹھہری　　بے صید کیے صورتِ شہباز نہ ٹھہری

جب ہاتھ اُٹھا چرخ پہ سر چڑھ گیا اُس کا
پی پی کے لہو اور بھی دم بڑھ گیا اُس کا

پیری کبھی گہ خوں میں نہا کے نکل آئی　　ٹھہری کبھی غوطہ کبھی کھا کر نکل آئی
کاٹی جو زرہ موج میں جا کر نکل آئی　　منجدھار سے دو ہاتھ لگا کر نکل آئی

کیا ڈر اُسے طوفاں کا جو چالاک ہو ایسا
جب باڑھ پہ دریا ہو تو پیراک ہو ایسا

غصے میں گئی اور غضبناک پھر آئی　　افلاک پہ چمکی تو سوئے خاک پھر آئی
بے خوف سروں سے گئی بیباک پھر آئی　　غل ہوتا تھا بھاگو کہ وہ سفّاک پھر آئی

خالق کا غضب خلق میں کہتے ہیں اسی کو
یہ مرگ مفاجات نہ چھوڑے گی کسی کو

دم بھر نہ ٹھہرتی تھی عجب طرح کا دم تھا　　نیزے پہ جسے ناز تھا سر اس کا قلم تھا
ناگن میں نہ یہ زہر نہ افعی میں یہ سم تھا　　یہ فتح کی جویا تھی قد اس واسطے خم تھا

بد اصل تکبر کے سخن کہتے ہیں اکثر
جو صاحبِ جوہر ہیں جھکے رہتے ہیں اکثر

سرکش تھے جو اس فوجِ ستم گر میں ستم گار　　اک وار میں کرتی تھی دو لخت اُن کو وہ تلوار
جل جل کے وہ اخگر کی طرح ہوتے تھے فی النار　　ترکیب عناصر میں خلل پڑتا ہے ہر بار
دو چار ہوا سامنے جو خیرہ سر آیا
ہر مصرعۂ قد اُس کا رباعی نظر آیا

غل فوج میں تھا سیلِ فنا آئی ہے بھاگو　　منھ کھولے ہوئے سر پہ بلا آئی ہے بھاگو
جانیں نہیں بچتیں کہ وبا آئی ہے بھاگو　　سر اُڑتے ہیں جس سے وہ ہوا آئی ہے بھاگو
ان ڈھالوں سے روکو گے کسے ہوش کہاں ہیں
جھونکا کوئی آیا تو یہ سب نخل خزاں ہیں

جلتی تھیں صفیں شعلہ فشانی تھی غضب کی　　کٹتے تھے عدو سیف زبانی تھی غضب کی
لوہے سے نہ رُکتی تھی روانی تھی غضب کی　　آفت تھی قیامت کی نشانی تھی غضب کی
بجلی سی چمکتی تھی تو ہٹ جاتے تھے جبریلؑ
شہپر کو اُٹھائے ہوئے تھرّاتے تھے جبریلؑ

جب کوند کے اُٹھتی تھی وہ شمشیرِ فنا دم　　غل ہوتا تھا پریوں میں کہ یا حافظِ عالم
فوجیں تھیں بنی جان کی سب درہم و برہم　　مضطر تھے فلک کانپتا تھا عرشِ معظم
جب برق چمکتی تھی سرک جاتے تھے جبریلؑ
یا شیرِ خدا کہہ کے جھجک جاتے تھے جبریلؑ

جلد نمبر ۲، مرثیہ نمبر ۴، صفحہ ۸۹ تا ۹۳

چھایا ہوا تھا چاروں طرف ڈھالوں کا بادل　　شمشیر تھی مانندِ ہلالِ صفِ اوّل
تھی جانوں کی دہشت سے عجب فوج میں ہل چل　　پیدال پہ تو اسوار تھے اسواروں پہ پیدل
بند آنکھیں کیے فوج کئی کوس تلک تھی
آئینۂ شمشیر میں بجلی کی چمک تھی

پستی سے بلندی کو جھکی جب کہ وہ شمشیر — رکھ کر سپریں چہروں پہ گر گر پڑے بے پیر
ہر صف میں کماں دار گریزاں ہوئے جوں تیر — لاکھوں تھے پہ روکی نہ گئی ضربتِ شمشیر

اسوار جو نامی تھے وہ توسن سے جدا تھے
ہر ضرب میں اسواروں کے سرتن سے جدا تھے

بیکار تھیں اعدا کی کمانیں دمِ پیکار — آفت کا نشانہ تھے وہ کج باز خطا کار
چلّوں کو اُڑاتی تھی جو ہر وار میں تلوار — حیرانی سے منھ کھول کے رہ جاتا تھا سوفار

پامال ہر اک ظالم سرکش نظر آیا
نہ تیر نظر آئے نہ ترکش نظر آیا

گھوڑے کو اُڑاتے جو سواروں کے پروں پر — نعل اُس کے مہِ نو سے چمکتے تھے سروں پر
جب چاہتے تھے وار کو روکیں سپروں پر — اک برقِ غضب گرتی تھی بیدادگروں پر

اُڑ جاتی تھی گرتی تھی نکل جاتی تھی سن سے
سرتن سے سپر ہاتھ سے اور روح بدن سے

تلوار پڑی شاہ کی جس دشمن دیں پر — بکتر کو کاٹا تو وہ ٹھہری نہ جبیں پر
گردن سے لگی سینے پہ اور سینے سے زیں پر — اسوار تھے گھوڑوں پہ تو گھوڑے تھے زمیں پر

تھا شور کہ اعجاز ہے یہ ضرب نہیں ہے
ہے قہرِ خدائے دو جہاں حرب نہیں ہے

بجلی سی جو گر کر وہ صفِ جنگ سے نکلی — فریاد کی آواز دلِ سنگ سے نکلی
اسوار کے سر پر جو پڑی تنگ سے نکلی — سینے میں در آئی تو عجب رنگ سے نکلی

چھوڑا جسے مقتل میں لہو چاٹ کے چھوڑا
پایا جسے اس تیغ نے سر کاٹ کے چھوڑا

جس شامی کے شانے پہ پڑی شانہ جدا تھا پہنچے تلک آ پہنچی تو دستانہ جدا تھا
تکبیر جدا نعرۂ شیرانہ جدا تھا اپنوں سے ہراک صورت بیگانہ جدا تھا
اس جنگ میں بھائی کو نہ بھائی کی خبر تھی
ہاں تھی تو سر و تن کو جدائی کی خبر تھی

جلد نمبر۲، مرثیہ نمبر۹، صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳

زہراؑ میری مادر ہے مرا باپ علیؑ ہے احمدؐ کا بھی وہ دوست خدا کا بھی ولی ہے
فرزندِ یداللہ شجاعِ ازلی ہے یہ تیغ وہ ہے جو سرِ مرحب پہ چلی ہے
کیا منھ ہے جو وار اس کا رُکے فوجِ ستم سے
جبریلؑ کے پر جلتے ہیں اس برقِ دو دم سے
دعویٰ ہو جسے تیغِ شرربار کو روکے ضربِ خلفِ حیدرِ کرّار کو روکے
ہاں بڑھ کے کوئی ڈھال پہ تلوار کو روکے بجلی کو وہ روکے جو مرے وار کو روکے
گردوں پہ نہ ٹھہرے گی زمیں سے نہ رُکے گی
تم کیا ہو پرِ روحِ امیں سے نہ رُکے گی
لو تیغِ شرر بار نکلتی ہے خبردار لو ضرب میری فوج پہ چلتی ہے خبردار
لو زہر یہ ناگن اب اُگلتی ہے خبردار لو تیغِ علیؑ رنگ بدلتی ہے خبردار
بخشا نہ اثر میری کسی بات نے تم کو
سنبھلو کہ لیا مرگِ مفاجات نے تم کو
یہ سنتے ہی لشکر تو ہوا سب تہ و بالا اور آپ نے قبضے پہ ادھر ہاتھ کو ڈالا
کاٹھی سی کھینچی تیغ کہ لہرا گیا کالا غل تھا کہ وہ منھ ناگ نے بانبی سے نکالا
کاٹا جسے کب اُسے یارائے سخن ہے
دیکھو کہ زبانیں تو ہیں دو ایک دہن ہے

یہ کاٹ کے ہر صف کو نکل جائے گی سن سے لشکر پہ خزاں لائے گی جوہر کے چمن سے
زہر اس کا چڑھے گا تو نہ اُترے گا بدن سے اژدر ہے نکلتے ہیں شرر اس کے دہن سے
زور اس سے کسی کا تہ گردوں نہ چلے گا
جس دم یہ چلے گی کوئی افسوں نہ چلے گا

صحرا میں تلاطم ہوا دریا میں پڑا شور جس شور سے بہرام کی تھرانے لگی گور
ڈر سے جو اُڑے کبک تو جنگل سے اُڑے مور صفدر کے قدم بڑھتے ہی اعدا کا گھٹا زور
آمد میں بہادر کی شجاعت کے چلن تھے
نہ شیر ترائی میں نہ جنگل میں ہرن تھے

ناگاہ بیاباں میں لگی برق چمکنے روکا سپر مہر کو چہرے پہ فلک نے
دہشت سے دلیروں کی لگی آنکھ جھپکنے دیکھا زرہِ جسم کو تھرا کے سمک نے
پڑنے لگی اعدا پہ جو ضربت شہِ دیں کی
خم ہو گئی لنگر سے کمر گاوِ زمیں کی

بجلی کی تڑپ اسپِ تگاور نے دکھائی تصویر اجل تیغ دو پیکر نے دکھائی
اور آنکھ ہر ایک فرد کو جوہر نے دکھائی قوت اسد اللہ کی سرورؑ نے دکھائی
تیر ایک طرف تیر فگن ایک طرف تھے
سر ایک طرف جمع تھے تن ایک طرف تھے

چمکی صفتِ برق جو شمشیرِ سر انداز اندازِ وغا بھول گئے سب قدر انداز
گوشے میں چھپا سہم کے ہر خانہ برانداز رُخ پھر گئے بھاگے صفتِ تیر در انداز
گھبرا گئے چلّے کدھر اور تیر کہاں کے
خود اہلِ خطا پھنس گئے حلقوں میں کماں کے

تھے موت کے حلقے میں کماں دار نظر بند		تیروں کا یہ عالم تھا کہ تھے طائرِ پر بند
نیزے کا کوئی باندھتا تھا بڑھ کے اگر بند		وا کرتا تھا ہر بند کو حیدرؑ کا جگر بند

سب بند کھلے ناخنِ شمشیرِ قضا سے
باقی کوئی رہتی ہے گرہ عقدہ کشا سے

جانوں کا ابھی نرخ نہ زنہار کھلا تھا		سربک رہے تھے موت کا بازار کھلا تھا
ہر زخم کا منہ صورتِ سوفار کھلا تھا		دروازہ اجل کا پئے کفّار کھلا تھا

زخم اُن کو زبس تیغِ شرر دم کے لگے تھے
ناری سبھی رستے پہ جہنم کے لگے تھے

سب فوج کو نظروں میں زبس تول لیا تھا		گویا پئے چورنگ انہیں مول لیا تھا
تلوار نے بھاگے ہوؤں کو رول لیا تھا		صفدر نے درِ فتح و ظفر کھول لیا تھا

خونِ تنِ اعدا سے زمیں لال ہوئی تھی
تلوار کلیدِ درِ اقبال ہوئی تھی

کیا تاب جو کشتے کی کوئی لاش اُٹھائے		پرزے ہو وہ خود جو تنِ صد پاش اُٹھائے
کیا منہ تھا جو کوئی سرِ پرخاش اُٹھائے		کس طرح نظر مہر پہ خفاش اُٹھائے

آنکھوں میں چکاچوند تھی اُس برقِ دوسر سے
منہ ڈھانپا تھا ہر ایک سیہ رو نے سپر نے

پنہاں تھے زرہ میں جو سیہ کاروں کے اندام		صاف اُس سے عیاں ہوتے تھے مثلِ ددو دام
یوں کاٹ کے کڑیوں کو نکل آتی تھی صمصام		جس طرح سے ماہی کو نہ ہو دام میں آرام

وہ تیغ زرہ پوشوں کی کیا فوج پہ ٹھہرے
دریا پہ گرے برق تو کیا موج پہ ٹھہرے

جس وقت چمکتی تھی وہ پرکالۂ آتش ہو جاتے تھے چار آئینہ والے بھی مشوش
ہرغول میں گردن کو جھکا لیتے تھے سرکش اک ہوش میں رہتا تھا تو ہو جاتے تھے دس غش
ہشیار صدا دیتے تھے جاگو اجل آئی
ہر صف میں یہ تھا شور کہ بھاگو اجل آئی

چار آئنہ کو آٹھ جو کر دیتی تھی تلوار ششدر تھا کوئی اور کوئی حیراں کوئی ناچار
تھا شور کہ صابون میں رُکتا ہے کہیں تار سر خاک پہ برساتی ہے یہ برقِ شرر بار
آفاق میں ثانی نہیں اس برقِ دو سر کا
شمشیر تو یہ ہاتھ ید اللہ کے پسر کا

گہ غرب کی جانب تو سوئے شرق کبھی تھی اور خاک میں دُنبالہ تلک غرق کبھی تھی
گہ زیرِ فرس اور بسرِ فرق کبھی تھی پانی تھی کبھی ابر کبھی برق کبھی تھی
بے دست ستمگاروں کے دستے نظر آئے
ہر ضرب میں سر تن سے برستے نظر آئے

تھا چار طرف شام کے لشکر میں تلاطم آندھی سے اُٹھے جیسے سمندر میں تلاطم
برپا تھا عجب فوج ستمگر میں تلاطم واں بحر میں ہل چل تھی ادھر بر میں تلاطم
تھا شور کہ لشکر کی بھی کثرت میں کمی ہے
ٹوٹی ہوئی کشتی کہیں پانی میں تھمی ہے

رُخ پھر گئے سب کے تہ و بالا ہوا لشکر گھبرا کے پکارا پسرِ سعدِ ستمگر
انبار ہیں کشتوں کے صفیں ہو گئیں بے سر اب رحم کا ہنگام ہے یا سبطِ پیمبرؐ
پردہ نہ کبھی فاش کیا اُمتِ بد کا
مشہور ہے عالم میں کرم آپ کے جد کا

سو بار لعینوں نے کیا قتل کا آہنگ　　اُس رحمتِ حق نے کبھی اس طرح نہ کی جنگ
شکوہ نہ کیا جب دُرِ دنداں پہ لگا سنگ　　گردن میں رداڈال کے کھینچا نہ ہوئے تنگ
حضرت میں بھی خو بوئے شہنشاہِ عرب ہے
کھلتا نہیں اس غیظ کا کیا آج سبب ہے

حضرت نے یہ ارشاد کیا روک کے تلوار　　انصاف کر انصاف کر اے ظالمِ غدار
تنہا میں کئی لاکھ تیرے ساتھ ستمگار　　اُمت نے دیئے ہیں کسی مرسل کو یہ آزار
ہاں ظلم رسولوں پہ بھی ہر چند ہوا ہے
پانی تو کسی پر نہیں یوں بند ہوا ہے

جلد نمبر۲، مرثیہ نمبر۱۴، صفحہ ۲۴۳ تا ۲۴۵

سن کر یہ سخن شہ کے جبیں پر عرق آیا　　تھرّانے لگا حیدرؑ کرار کا جایا
منھ کر کے سوئے عالمِ بالا یہ سنایا　　باقی کوئی حجّت نہ رہی بارِ خدایا
مجبور سمجھتے ہیں یہ فرزندِ نبیؐ کو
اب میں بھی علم کرتا ہوں شمشیرِ علیؑ کو

فرما کے یہ کی شہ نے علم تیغِ شرر ریز　　ہیبت سے لرزنے لگا میدان بلا خیز
غیظِ شہِ عالم ہوا رہوار کو مہمیز　　چالاک تھا صرصر سے تو بجلی سے کہیں تیز
غل تھا کوئی کیا روکے گا اس تیغِ دو سر کو
سر کو! کہ جلال آیا محمدؐ کے پسر کو

بڑھ کر ہوئے اس طرح رجز خواں شہِ ذی قدر　　اس تیغ سے کاٹوں گا ہزاروں کے سر و صدر
بابا ہے مرا فاتحِ جنگِ اُحد و بدر　　نانا ہے وہ انگشت سے شق جس نے کیا بدر
میں بھی اسدِ حق کی طرح قلعہ کشا ہوں
جوہر مرے دیکھو کہ میں شمشیرِ خدا ہوں

اتنے میں وہ نزدیکِ شہ بحر و بر آیا   اُس وقت تو غصے میں علیؑ کا پسر آیا
اللہ کا دریائے غضب جوش پر آیا   رہوار بھی اک برقِ مجسم نظر آیا

شمشیر علیؑ میان سے باہر نکل آئی
اعجاز سے خود تیغِ دو پیکر نکل آئی

شمشیر کو پھر کھینچ کے لڑنے لگا ناری   حضرت کی سپر سے ہوئی تلوار بھی عاری
اس عاشق باری پہ یہ غصہ ہوا طاری   فرمایا خبردار کہ اب ہے مری باری

پُھرتی سے اُس ظالم پُر کید پہ آئے
جس طرح کہ شہبازِ اجل صید پہ آئے

دہنی طرف اُس شامی نے گھوڑے کو اڑایا   حضرت کا بھی رہوار وہاں برق سا آیا
تیغِ دو زباں کو شہِ عالم نے اُٹھایا   سرتک وہ سپر ہاتھ سے لانے بھی نہ پایا

اس طرح چمک کر یہ چلی فرق لعیں پر
سب نے یہی جانا کہ گری برق زمیں پر

سر پر جو پڑی دو ہوئے خود و سر و گردن   گردن سے گئی تا بہ کمر کاٹ کے جوشن
جوشن سے جو اُتری تو لیا زین کا دامن   دامن سے چلی تیز تو دو ہو گیا توسن

قبضہ تو رہا دستِ جنابِ شہ دیں میں
اور تا سرِ دُنبالہ در آئی وہ زمیں میں

فرزندِ محمدؐ نے کیا نعرۂ تکبیر   تھرّانے لگا خوف سے سب لشکرِ بے پیر
تھا شور کہ زہراؑ کے یہ ہے دودھ کی تاثیر   دیکھی تھی نہ ضرب ایسی نہ اس طرح کی شمشیر

قبضے میں اسی تیغ دو پیکر کے قضا ہے
اس ضرب کو اعجاز جو کہیئے تو بجا ہے

لشکر کے نمودار کو حضرت نے جو مارا لاکھوں میں نکلنے کا نہ تھا ایک کو یارا
اعدا پہ چلا خود اسد اللہ کا پیارا کرنے لگیں روحیں قفسِ تن سے کنارہ
ہر وار میں دونی تھی برش تیغِ دو دم میں
جس صف پہ جھکے شاہ فنا ہو گئی دم میں

کامل تھی زبس بحرِ شجاعت میں وہ تلوار مثلِ الفِ وصل گرے جاتے تھے کفّار
جو کوئی قریب آیا رجز خواں دم پیکار سالم تھا تو بے فاصلہ رکن اس کے ہوئے چار
کیا لڑتے کہ سکتہ تھا ہر اک اہلِ حسد کو
تقطیع کیا تیغ نے ہر مصرعۂ قد کو

جلد نمبر۲، مرثیہ نمبر۱۴، صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۱

ہر چند ردیف ایک کی تھا ایک ستمگر جوں قافیہ پیچھے تھی مگر تیغِ دو پیکر
تھے رو بہ قفا وقت وغا سب وہ بد اختر ہو سکتا نہ تھا تیغِ اجل سے کوئی باہر
تن جس کا جلا نائرۂ تیغِ دو سر سے
وصل اُس کا رہا تا بہ ابد نارِ سقر سے

بجلی کی طرح کوندتا تھا فوج میں رہوار قطراتِ عرق جسم پہ تھے اخترِ سیّار
پے کرنے کی کیا کیا تگ و دو کرتے تھے کفّار اُس تک نہ پہنچ سکتا تھا پر وہم خطا کار
مانندِ تصور کبھی یاں تھا کبھی واں تھا
آنکھوں میں تو پھرتا تھا پہ نظروں سے نہاں تھا

باغی روشِ سبزہ ہوئے جاتے تھے پامال سرگرر ہے تھے برگِ خزاں دیدہ کی تمثال
رُخ زرد تھے ڈر سے یہ سیہ کاروں کا تھا حال تھا شور کہ سر سبز ہوا فاطمہؑ کا لال
شمشیر کے پھل سے ثمر تازہ ملے تھے
اعدا پہ خزاں تھی پہ گلِ زخم کھلے تھے

گرتی تھی چمک کر جو حُسامِ شہِ ذی شاں　　تھی گاوِ زمیں زیرِ زمیں خوف سے لرزاں
سُکانِ سماوات بھی تھے ششدر و حیراں　　جنات میں غل تھا کہ نہیں بچنے کی اب جاں
اللہ بچائے طبق ارض و سما کو
آج آیا ہے غصہ پسرِ شیرِ خدا کو

دیتے تھے محمدؐ کی دہائی جو ستم گار　　کیا رحم ہے تھم جاتے تھے اُس دم شہ ابرار
آئی یہ صدا احمدِ مختارؐ کی ایک بار　　میں تیری شجاعت کے فدا اے مرے دلدار
جاں باز کوئی تجھ سا زمانے میں کہاں ہے
خود آج ثنا خواں ترا ربِّ دو جہاں ہے

اب روک لے شمشیر کو اے میرے گل اندام　　لازم ہے ترحم کہ یہ لیتے ہیں مرا نام
پیاسے ہو کئی دن کے شہادت کا پیو جام　　تا ہووے گنہگاروں کی بخشش کا سرانجام
بیٹھو تہِ شمشیر یہ مرضیٔ خدا ہے
اے عاشقِ صادق دمِ تسلیم و رضا ہے

سن کر یہ صدا شہ نے رکھی میان میں تلوار　　کی عرض کہ امت پہ فدا ہے مرا گھر بار
بندے کو ہے خوشنودیِ مولا سے سروکار　　کرتا ہوں وفا منھ سے کیا تھا جو کچھ اقرار
امید ہے جب حلق تہِ تیغِ جفا ہو
پیشانی تو سجدے میں ہو اور لب پہ دعا ہو

زینبؑ درِ خیمہ پہ یہ اس وقت پکاری　　کیوں روک لی تلوار بہن ہو گئی واری
وقفہ نہ کرو بھاگ چلی فوج تو ساری　　پھر آ کے کہیں گھیر نہ لے لشکرِ ناری
عرصہ نہیں ہے فتح لڑائی کوئی دم کو
صدقے گئی دم لینے نہ دو فوجِ ستم کو

جلد نمبر ۲، مرثیہ نمبر ۱۸، صفحہ ۲۸۳

اللہ ری چمک صاعقۂ تیغِ دو سر کی جبریلؑ کو گردوں پہ ہوئی فکر سپر کی
گھبرا کے اِدھر ثور نے ماہی کو خبر کی بڑھنے لگے مولا تو زمیں کانپ کے سرکی

گردوں پہ تھے مہر کو یہ تاب نہیں تھی
ذرّے تھے کہیں دھوپ کہیں چھاؤں کہیں تھی

خورشید جو ڈر ڈر کے چھپا اور نکل آیا گہہ دھوپ تھی سایے پہ کبھی دھوپ پہ سایا
منھ برق نے بھی خرمنِ گردوں سے نکالا شمشیر کے شعلے کی کوئی تاب نہ لایا

غل چار طرف تھا کہ گھرے قہرِ خدا میں
آگ آب میں پنہاں ہوئی اور خاک ہوا میں

جب اَوج دکھاتی تھی وہ تیغ دو دم اپنا دانتوں میں پکڑتا تھا عُطارد قلم اپنا
افعی بھی اُگل دیتے تھے ڈر ڈر کے سم اپنا اژدر بھی پہاڑوں میں چھپاتے تھے دم اپنا

یوں بھاگتے تھے شیر کہ دم پھول گئے تھے
دہشت تھی کہ وحشت کو ہرن بھول گئے تھے

نعروں سے دہلتی تھی زمیں کانپتا تھا رن وہ تند نظر قہر کی وہ غیظ کی چتون
وہ تیزیٔ شمشیر وہ چالاکی توسن وہ عطر فشاں زلفِ سیہ وہ رُخِ روشن

عنبر میں یہ بو بدر میں یہ نور کہاں ہے
سارا شبِ معراجِ محمدؐ کا سماں ہے

شمشیر چمکنے میں یہ کرتی تھی اشارا اک ضرب میں عنتر کو کیا میں نے دو پارہ
وہ بحرِ فنا ہوں کہ نہیں جس کا کنارہ اے قوم مرے گھاٹ سے مشکل ہے اُتارا

منھ پر کبھی افواجِ ستم چڑھ نہیں سکتی
دھارے سے مری کشتی تن بڑھ نہیں سکتی

دنیا میں کوئی صاحبِ جوہر نہیں مجھ سا سر تیز کوئی دشنہ و خنجر نہیں مجھ سا
افعی نہیں مجھ سا کوئی اژدر نہیں مجھ سا فولاد کے دریا کا شناور نہیں مجھ سا

بت توڑ دیئے ہیں جو سوئے دَیر گئی ہوں
خندق کو تو دو ہاتھ میں میں پیر گئی ہوں

خیبر کی لڑائی کی خبر کس کو نہیں ہے اس قلعہ کشائی کی خبر کس کو نہیں ہے
اعدا کی دُہائی کی خبر کس کو نہیں ہے اس منہ کی صفائی کی خبر کس کو نہیں ہے

بے فتح تشفی کبھی میری نہیں ہوتی
سیروں جو لہو پی لوں تو سیری نہیں ہوتی

اُس شیر کی شمشیر ہوں جو شیر خدا ہے تلواروں سے عالم کی مرا کاٹ جدا ہے
قبضے میں اب اُس کے ہوں جو سلطان ہدا ہے تمغے کی جگہ نقشِ فنا مجھ پہ کھدا ہے

برسوں میں مرے زخم کا مرہم نہیں بھرتا
پیروں جو لہو میں تو کبھی دم نہیں بھرتا

گردوں سے جسے حق نے اُتارا ہے وہ میں ہوں جراروں کو جس تیغ نے مارا ہے وہ میں ہوں
جس سے جگرِ کفر دو پارہ ہے وہ میں ہوں دریا جو زمانے میں دو دھارا ہے وہ میں ہوں

کفّار کی لاشوں سے بیاباں کو بھرا ہے
اسلام کا گلشن مرے پانی سے ہرا ہے

پہچانتے تھے خوب پیمبرؐ مرے جوہر مخفی نہیں جبریلؑ امیں پر مرے جوہر
کھولے ہیں یداللہ نے اکثر مرے جوہر کفّار نے دیکھے ہیں مکرّر مرے جوہر

ہوں دشمن جاں جن بھی یہ سب جان گئے ہیں
جبریلؑ بھی لوہے کو مرے مان گئے ہیں

اے قوم نکالے ہیں یہ بُت میں نے حرم سے　　اقبال سے حیدرؑ کے محمدؐ کے حشم سے
ایماں کے گلستاں میں ہے رونق مرے دم سے　　سب سیکھے ہیں سجدے میں یہ جھکنا مرے خم سے

تھا فکر کا رشتہ جسے تسبیح کیا ہے
زنار کو ڈورے نے مرے کاٹ دیا ہے

دیکھو مجھے میں نفی عدو کے لیے لا ہوں　　کھاتی ہے جو دشمن کا کلیجہ وہ بلا ہوں
قصرِ تن اعدا کے لیے سیلِ فنا ہوں　　کافر کے لیے درد ہوں مومن کی دوا ہوں

ناگن میں نہ ہو گی کبھی جو لہر ہے مجھ میں
چڑھ کر جو اُترتا نہیں وہ زہر ہے مجھ میں

ناگاہ بڑھے شاہ چلی تیغ چمک کے　　شعلے نے لیا لشکرِ ناری کو لپک کے
جنگل کی طرف دور گئی آگ بھڑک کے　　تھرّانے لگے شیر پہاڑوں میں دبک کے

ہر سو کرۂ نار کا عالم نظر آیا
میدانِ بلا خیز جہنم نظر آیا

تیغ آئی چمک کر کہ قضا آئی سروں پر　　یا کھولے ہوئے منھ کو بلا آئی سروں پر
لہراتی ہوئی سیلِ فنا آئی سروں پر　　سر اُڑتے ہیں جس سے وہ ہوا آئی سروں پر

دم بھر میں نہ صف تھی نہ سواروں کا پرا تھا
اعدا کا لہو تیغ کی باچھوں میں بھرا تھا

جس صف پہ چمک کر وہ گئی ڈر گئے اعدا　　بس خون میں سر تا بہ قدم بھر گئے اعدا
بھاگڑ میں جدھر ششدر و مضطر گئے اعدا　　نچھ نچھ گئے پس پس گئے مر مر گئے اعدا

مقتل میں سواروں پہ فرس ٹوٹ رہے تھے
دو ایک پہ اور پانچ پہ دس ٹوٹ رہے تھے

اک برق چمکتی تھی صفِ فوجِ ستم پر
بسمل بھی تڑپ جاتے تھے اس تیغ کے دم پر
یوں کاٹ کے دستانے کو جاتی تھی جھلم پر
جس طرح چلے تیز چھری نرم قلم پر
ہر شے کے اڑا دینے میں فیاض تھی شمشیر
چار آئینہ قرطاس تھے مقراض تھی شمشیر

سوگرتے تھے ہر بار زرہ پوشوں کے تن سے
جوشن تنِ کفار میں بدتر تھے کفن سے
ٹوٹی تھیں صفیں تیغِ شہِ قلعہ شکن سے
آتی تھی جو زن سے تو نکل جاتی تھی سن سے
کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغِ دو زباں کو
روکا ہے کبھی باغ کے پتوں نے خزاں کو

گہ ڈھال میں ڈوبی کبھی نیزے کی گرہ میں
ترکش میں کبھی گاہ کماں میں کبھی زہ میں
مچھلی سی کبھی پیر گئی موجِ زرہ میں
اک تیغ سے تھا زلزلہ برپا کہہ ومہ میں
جب کوند کے اُٹھی اُسے افلاک پہ دیکھا
دیواروں کو چار آئینہ کی خاک پہ دیکھا

مقتل سے جڑی تیغ و سپر چھوڑ کے بھاگے
ہل چل تھی کہ بیٹوں کو پدر چھوڑ کے بھاگے
یوں روح کے طائر تن و سر چھوڑ کے بھاگے
جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے
غل تھا کہ نماز اس کی پڑھو فرض یہی ہے
اے قوم اذا زلزلت الارض یہی ہے

ریتی پہ تڑپتے ہوئے تن اس نے دکھائے
پھولے ہوئے زخموں کے چمن اس نے دکھائے
سو رنگ تہہ چرخ کہن اس نے دکھائے
چلنے میں قیامت کے چلن اس نے دکھائے
خود آیۂ نصرت تھی ظفر کام تھا اُس کا
مفتاحِ طلسماتِ جہاں نام تھا اُس کا

کس غول میں وہ صاعقہ کردار نہ چمکی　　کس فرق پہ بجلی سی وہ خونخوار نہ چمکی
اس تیغ کے آگے کوئی تلوار نہ چمکی　　تلوار تو کیا برقِ شرربار نہ چمکی
آنچ اس کی جلا دینے میں بجلی تھی قضا کی
کہتا تھا جہنم کی پناہ اس سے خدا کی

تن سرد ہوئے گرم ہوا موت کا بازار　　جاں تن پر گراں جنگ میں تھی دوش پہ سر بار
جب صورتِ مقراض اُٹھی تیغِ شرربار　　ابریشم خورشید مقرض ہوا ہر بار
تھرّاتا ہے مہر آج تلک چرخ بریں پر
ذرّے یہ وہی ہیں جو چمکتے ہیں زمیں پر

اس تیغ سے تھی چار طرف مشتعل آتش　　اعدا کا تن آتش جگر آتش تھا دل آتش
تھی گرمی بازارِ اجل سے تجّل آتش　　آتش پہ برستی تھی پڑی متصل آتش
ارزاں جنہیں شمشیرِ اجل دم نے خریدا
خود آگ کے مول اس کو جہنم نے خریدا

ہر صف کو چمک کر تہہ و بالا کیا اُس نے　　لشکر کے اندھیرے کو اجالا کیا اس نے
کاسے کو ہر اک سر کے پیالا کیا اس نے　　خود آ گیا جب منھ پہ نوالا کیا اس نے
چار آئینہ کاٹا ہوئی حیرت کہہ و مہ کو
کڑیاں نہ ملیں کھا گئی اس طرح زرہ کو

لشکر کو ادھر سطوت شاہی نے دبایا　　گر گر کے سپاہی کو سیاہی نے دبایا
تلواروں کو شمشیرِ الٰہی نے دبایا　　اُٹھنے لگیں ڈھالیں تو سیاہی نے دبایا
تیروں کے بھی سر خاک پہ دہشت سے جھکے تھے
کیا چلتیں کہ تلواروں کے دم آپ رُکے تھے

اس تیغ کے منھ پر کوئی جانباز نہ ٹھہرا پلّے پہ بھی جا کر قدر انداز نہ ٹھہرا
دہشت سے کوئی شعبدہ پرداز نہ ٹھہرا اک جا قدم شمر فسوں ساز نہ ٹھہرا
کنجشک کی کیا قدر ہے شہباز کے آگے
جادو کہیں چل سکتا ہے اعجاز کے آگے

پھل اُڑ گئے پتا ہوئے سب برچھیوں والے شاخوں کی طرح صاف قلم ہو گئے بھالے
دیکھے جو گلِ زخم پڑے جان کے لالے تھے ہر شجر قد کی جگہ خون کے تھالے
یہ رنگ لڑائی کا بدلتے نہیں دیکھا
یوں تیغِ خزاں کو کبھی چلتے نہیں دیکھا

جس صف پہ گئی زلزلہ برپا کیا اُس نے ہر قصر بدن کو تہ و بالا کیا اُس نے
گرما کے جو منھ جانب دریا کیا اُس نے پانی کے نگہبانوں کو ٹھنڈا کیا اُس نے
گردن پہ دمِ تیغِ اجل دم نظر آیا
سوتے سے جو چونکے تو جہنم نظر آیا

تھا شور کہ اس تیغ کا پانی نہیں سم ہے دم بھر نہیں تھمتی ہے عجب طرح کا دم ہے
ناب اس کی نہیں جادۂ صحرائے عدم ہے جو سر ہے وہ تیغ کی محراب میں خم ہے
جنات کو ڈر ہے اسی تیغِ دو زباں کا
جوہر نہ کہو دام ہے یہ طائرِ جاں کا

سو سو شجر باغِ ستم کاٹ کے اُٹھی ہر نیزے کو مانندِ قلم کاٹ کے اُٹھی
مغفر پہ جو چمکی تو جھلم کاٹ کے اُٹھی بیرق کو نہ پایا تو علم کاٹ کے اُٹھی
غل تھا یہ بلا وہ ہے کہ ٹالی نہیں جاتی
گر پڑتی ہے جب برق تو خالی نہیں جاتی

جب آ گئی وہ تیغ کمانوں کے برابر مقتولوں کے تودے ہوئے شانوں کے برابر
تھے توڑ میں جو تیر سنانوں کے برابر وہ خاک پہ غلطاں تھے نشانوں کے برابر
جا سکتے تھے گوشوں میں کہیں امن واماں کے
موجود تھی مرکز کی طرح سر پہ کماں کے

تھی صورتِ سین اس لیے وہ صاحب توقیر اسبابِ شجاعت کی سرآمد تھی وہ شمشیر
حلقہ تھا نہ پیکاں تھا نہ گوشہ تھا نہ زہ گیر کٹ جاتے تھے مثلِ خطِ باطل الفِ تیر
ثابت کسی سرکش کی نہ ترکش کی سری تھی
بے چلہ کماں جو تھی وہ نون نظری تھی

جلد نمبر۲، مرثیہ نمبر۱۹، صفحہ ۲۹۸ تا ۳۰۳

غیظ آ گیا یہ سُن کے شہ نام دار کو کھینچا کمر سے مثلِ علیؑ ذوالفقار کو
جلوہ دیا جو صاعقۂ شعلہ بار کو دہشت سے تپ چڑھی فلک بیم دار کو
سب کو یقین ہوا کہ دو عالم اُلٹ گئے
روح الامیں بھی چھوڑ کے سدرہ کو ہٹ گئے

نعرے سے دشت گونج گیا ہل گئے جبال جھکتے تھے بار بار درختوں کا تھا یہ حال
شیروں کے تن پہ ڈر سے کھڑے ہو گئے تھے بال دبکے ہوئے تھے چوکڑی بھولے ہوئے غزال
جنگل سے کوہ تک جو شرر اُڑ کے آئے تھے
دہشت سے اژدہے بھی دم اپنا چُرائے تھے

چمکی ادھر تو تیغِ شہنشاہِ قلعہ گیر کوندا ادھر زمیں پہ سمندِ فلک سیر
شوخی میں بے بدل تھا فراست میں بے نظیر کی تیز رو نے جست کہ نکلا کماں سے تیر
صرصر کبھی رُکی ہے بھلا اونچ نیچ میں
اُترا صفوں کو پھاند کے لشکر کے بیچ میں

بجلی گری کہ تیغ شہِ بحر و بر چلی　　نکلی کمر سے بڑھ کے تو بالائے سر چلی
پہونچی شکست ادھر یہ عدوکش جدھر چلی　　آگے چلی جو فتح تو پیچھے ظفر چلی
گر گر کے پائمال زبردست ہو گئے
لشکر کے سر بلند جواں پست ہو گئے

ڈھالیں اُٹھا کے جب وہ ستم کی گھٹا بڑھی　　مانندِ برق کوند کے یہ جاں گزا بڑھی
ہر سو اُٹھا یہ شور کہ سیلِ فنا بڑھی　　وہ کیا بڑھی کہ کھولے ہوئے منھ قضا بڑھی
آفت کی تیغ تھی تو قیامت کا ہاتھ تھا
گویا چھری لیے ملک الموت ساتھ تھا

بازو کسی کا تن سے جدا تھا کسی کا سر　　دو تھا بہ شکل لا کوئی گردن سے تا کمر
کوئی تڑپ رہا تھا ادھر کوئی اُدھر　　بیٹے سے چھٹ گیا تھا پدر باپ سے پسر
بھاگڑ میں اہل ہوش بھی سب بے حواس تھے
زندہ جو تھے وہ کشتہ تیغِ ہراس تھے

اک وار روکنا انہیں دشوار ہوگیا　　دو ہاتھ جس جواں پہ چلے چار ہوگیا
جو آزمودہ کار تھا بے کار ہو گیا　　کٹ کر سروں کا کھیت میں انبار ہوگیا
ہر صف لہو کے آنسوؤں سے رو کے رہ گئی
سارے ستم کی کشت ورو ہو کے رہ گئی

حق نے دیا تھا تیغِ علیؑ ولی کو جس　　آفت تھی اس کی باڑھ قیامت تھا اس کا کس
پیدل تھے راس وچپ تو پیادے تھے پیش وپس　　لیکن وہ جب چلی نہ چلا کچھ کسی کا بس
سر اُن کے اُڑ گئے جنہیں دعویٰ جدل کا تھا
روکے سپر کسے وہ طمانچہ اجل کا تھا

جس صف پہ جس پرے پہ وہ خونخوار چل گئی ساتھ اس کے دشمنوں کے سروں پر اجل گئی
گویا چمک کے برق گری اور نکل گئی کشتے تو کیا زمیں بھی حرارت سے جل گئی

رکتا تھا ایک وار نہ دس سے نہ پانچ سے
شعلے پناہ مانگتے تھے اُس کی آنچ سے

بھڑکی تھی آگ ظلم کی جنگل میں ہر طرف اک الاماں کا شور تھا مقتل میں ہر طرف
لامع تھی تیغ شام کے بادل میں ہر طرف گرتی تھی برق کوند کے ہر دل میں ہر طرف

گر گر کے ریگِ گرم پہ ناری پھڑکتے تھے
تن سے لہو نہ اُڑتا تھا شعلے بھڑکتے تھے

تکبیر کی صدا تو ادھر سے بلند تھی فریاد و آہ لشکرِ شر سے بلند تھی
موجِ آب ذوالفقار کی سر سے بلند تھی ندی لہو کی رن میں کمر سے بلند تھی

سب خوں گرفتہ کشتۂ تیغِ عذاب تھے
موجیں تھیں دست و پا کی سروں کے حباب تھے

غل تھا علیؑ کی تیغ کا منھ ہے کہ قہر ہے دم خم میں گھاٹ، باڑھ میں یکتائے دہر ہے
لوہے میں اس کے آب کے پانی میں زہر ہے تلوار کی چمک نہیں افعی کی لہر ہے

دل کانپتا ہے کون اجل سے دوچار ہو
اس کی ہوا لگے تو کلیجے کے پار ہو

رُستم بھی اس کے منھ پہ ٹھہرتا نہیں کبھی ڈوبے جو گھاٹ پر وہ ابھرتا نہیں کبھی
وہ زخم ہے اسی کا جو بھرتا نہیں کبھی زہر اس کا جب چڑھا تو اُترتا نہیں کبھی

جنّات اُس کے سایے سے پرہیز کرتے تھے
یہ وہ بلائے بد ہے کہ ساحر بھی ڈرتے تھے

چمکی وہ جب تو ہاتھوں سے ہتھیار گر پڑے　　گھوڑوں سے ڈر کے خاک پہ اسوار گر پڑے
سر کٹ کے پانچ سات کے اک بار گر پڑے　　آگے سے دو جو بھاگ گئے چار گر پڑے
کس اس کا دیکھ لیتی تھی وہ جس میں کھوٹ تھی
تلوار کی بھی چار پہ ہر بار چوٹ تھی

دو ہاتھ حق نے خلق کیے بہر ذوالفقار　　دست حسینؑ و دست ید اللہ نام دار
ایماں قوی جو اُس سے تو دیں اس سے استوار　　رونق وہ شرع کی تو یہ اسلام کا وقار
عقد سے ظفر کے اور کے ناخن سے کیا کھلیں
ہاتھ ایسے ہوں تو جوہرِ تیغِ خدا کھلیں

آئی صدائے حضرتِ محبوبِ ذوالجلال　　ہاں اب تو وقتِ عصر بھی ہے اے علیؑ کے لال
یہ سن کے شہ کو شوقِ شہادت ہوا کمال　　تلوار رکھ کے میان میں بولا وہ خوش خصال
اب عنقریب خلق سے رحلت ہماری ہے
لے ذوالفقار تجھ سے بھی رخصت ہماری ہے

جلد نمبر ۲، مرثیہ نمبر ۲۰، صفحہ ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸

کچھ بولے نہ حضرت کے سخن سن کے ستم گار　　اک بار بجے طبل ہوئی تیروں کی بوچھار
کی سبطِ پیمبرؐ نے علم تیغِ شرر بار　　بجلی کی طرح جا ہی پڑا فوج میں رہوار
دم بند ہوئے تیغ سے بے داد گروں کے
ہر چار طرف چھا گئے بادل سپروں کے

کس سے ہو بیاں تیزی تیغِ شہِ عالم　　ہنگامِ رقم حرف کٹے جاتے ہیں باہم
کہیے اُسے برقِ غضبِ خالقِ اکرم　　خوں ریز و جفا کار و سر انداز و شرر دم
جس غول پہ بجلی سی وہ جا پڑتی تھی تھم کے
سر گرتے تھے مانند تگرگ اہل ستم کے

میداں میں زبس خون کے دریا کا ہوا جوش مچھلی کی طرح لوٹتے پھرتے تھے زرہ پوش
نامی جو بہادر تھے نہ تھا اُن میں ذرا ہوش تھا شور کہ بس شمعِ حیات اب ہوئی خاموش

کیا جاتے بھلا سبطِ پیمبر کے برابر
اک برق نکل جاتی ہے دو کر کے برابر

کیا تیغ تھی کیا ضرب تھی العظمۃ لِلّٰہ یاں کوہ جو ہووے تو کٹے مثلِ پر کاہ
دم لینے نہ دیتے تھے کسی کو شہ ذی جاہ دوزخ کی طرف رن سے چلے جاتے تھے گمراہ

سو جاں سے فدا ضربتِ دستِ شہِ دیں پر
کتنے ہی تڑپتے نظر آتے تھے زمیں پر

جلد نمبر۲، مرثیہ نمبر۲۱، صفحہ ۳۲۸

صفدر نے سواروں کے رسالوں کو نہ چھوڑا ثابت صفِ جنگاہ میں بھالوں کو نہ چھوڑا
بے قتل کئے برچھیوں والوں کو نہ چھوڑا بے دو کئے تلوار نے ڈھالوں کو نہ چھوڑا

کس کا یہ کلیجہ تھا کہ جو ٹوک کے لڑتا
کیا منہ تھا جو اک وار کوئی روک کے لڑتا

رن میں قدمِ لشکرِ کفّار نہ ٹھہرے دم میں صفِ ہیجا میں ستم گار نہ ٹھہرے
بھاگے صفتِ تیر کماں دار نہ ٹھہرے پیدل کا تو کیا ذکر ہے اسوار نہ ٹھہرے

زندوں کو بھی مردوں میں قلم بند کیا تھا
اک تیغ نے دو لاکھ کا دم بند کیا تھا

ہٹ ہٹ کے جماتے تھے ستم گار صفوں کو پامال کئے دیتا تھا رہوار صفوں کو
دم لینے نہ دیتی تھی وہ تلوار صفوں کو دو حملوں میں چورنگ کیا چار صفوں کو

ہر سو تنِ بے سر کے سرِ بے تن نظر آئے
میداں میں نہ اسوار نہ توسن نظر آئے

جب ضربتِ سرور کی لعیں لا نہ سکے تاب   چلائے کہ اے باغِ نبیؐ کے گلِ شاداب
ناداں تھے جنہوں نے نہ کیا آپ کا آداب   لے جاتے ہیں ہم نہر سے مشکیزہ پر آب
جیتا یہ نہ چھوڑے گی کسی پیروجواں کو
لِلّٰہ بس اب روکیئے تیغ دو زباں کو

حضرت سے بر آئے گی یہیں ساری خدائی   فریاد علیؑ کی ہے محمدؐ کی دُوہائی
ناگاہ صدا شیر الٰہی کی یہ خدائی   شبیرؑ بس اعدا نے سزا ظلم کی پائی
اُمت کو نہ برباد مری جان کرو تم
اب روحِ محمدؐ کی طرف دھیان کرو تم

جلد نمبر ۲، مرثیہ نمبر ۲۲، صفحہ ۳۴۱

یہ سنتے ہی شمشیر کو سرورؑ نے نکالا   فرمانِ قضا نائبِ حیدرؑ نے نکالا
یوں میان سے اس تیغ کو صفدر نے نکالا   غل تھا کہ وہ منھ غار سے اژدر نے نکالا
ہلتی ہوئی دونوں جو زبانیں نظر آئیں
ہونٹوں پہ ستم گاروں کی جانیں نظر آئیں

بجلی کی چمک لشکرِ دشمن کو دکھائی   شعلے کی لپک ناریوں کے تن کو دکھائی
تیزی دمِ شمشیر نے جوشن کو دکھائی   کٹ کٹ گیا ایسی برش آہن کو دکھائی
کس طرح بھلا اہلِ ستم دنگ نہ ہو جائیں
چار آئینے ششدر تھے کہ چورنگ نہ ہو جائیں

سر اُڑ گئے گردن سے تو خود اُڑ گئے سر سے   شانوں سے تو ڈھالیں زرہیں گر گئیں سر سے
پھل برچھیوں سے کٹ کے گرے پھول سپر سے   دستانے تو ہاتھوں سے، کمر بند کمر سے
اعدا کی صفیں خوف سے منھ موڑ کے بھاگیں
روحیں قفسِ جسم سے جی چھوڑ کے بھاگیں

اک ضرب میں دو کر دیا یکتا جسے پایا ‏ منھ پھیر لیا اُس سے سسکتا جسے پایا
چھوڑا اُسے بسمل سا پھڑکتا جسے پایا ‏ دکھلا دی رہِ راست بھٹکتا جسے پایا

مطلب تھا چمکنے سے یہ تیغ دو زباں کا
وہ راہ ہے دوزخ کی یہ جادہ ہے جناں کا

رُخ مثلِ کماں پھر گئے ناوک فگنوں کے ‏ تلوار سے دم بند ہوئے تیغ زنوں کے
ضربت تھی کہ دل ٹوٹ گئے صف شکنوں کے ‏ پُرزے ہوئے ڈھالوں کے تو ٹکڑے بدنوں کے

کیا منھ تھا جو آتا کوئی اُس شیر کے منھ پر
لاتی تھی قضا کھینچ کے شمشیر کے منھ پر

ٹکڑے کہیں لشکر کے کماں دار پڑے تھے ‏ تیروں کے کہیں خاک پہ سوفار پڑے تھے
تھے ہاتھ کسی جا، کہیں ہتھیار پڑے تھے ‏ جا گہ تھی جہاں ایک کی واں چار پڑے تھے

پامال تھے سرتابشِ خورشید میں تن تھے
برہوت میں روحیں تھیں جہنم میں بدن تھے

چار آئینے والے برش تیغ سے تھے دنگ ‏ جوہر تھے عجب اور عجب آب عجب رنگ
پڑتی تھی جو سر پر تو ٹھہرتی تھی تہہ تنگ ‏ اسوار تو اسوار، فرس ہو گئے چورنگ

غل تھا کہ دہن کھولے ہوئے صورتِ لا ہے
لو کھا گئی گھوڑے کو بھی منھ ہے کہ بلا ہے

چلّے پہ جو رکھتا تھا کوئی فتنہ گر انگشت ‏ شمشیر بتانے کو اُٹھاتی تھی سر انگشت
زہ گیر پہ چلّہ تھا نہ چلّے پہ نر انگشت ‏ اک ہاتھ میں گرتی قلم ہو کے ہر انگشت

جس وقت ہوا لگ گئی اُس برقِ دو دم کی
سب اُڑ گئیں شاخیں، شجرِ ظلم و ستم کی

نیزہ لیے آیا جو کوئی صف سے نکل کر حضرت نے پکارا کہ قدم رکھیو سنبھل کر
آواز دی یہ تیغِ یداللہ نے چل کر یا عقدہ کشا عقدۂ مقصود کو حل کر
وہ نیزۂ خوں ریز جو لڑنے پہ تلے تھے
نوک اُس کی نہ پہنچی تھی کہ سب بند کھلے تھے

جب خود پہ بیٹھی تو جھلم کاٹ کے اٹھی دستانے کو مانندِ قلم کاٹ کے اٹھی
جوشن پہ جو آئی تو شکم کاٹ کے اٹھی سر پر جو پڑی تا بہ قدم کاٹ کے اٹھی
بالا تھی وہ شمشیر ستم گار فرو تھا
دیکھا تو فرس بھی اسی اک ضرب میں دو تھا

یکتائی خالق میں کوئی شرک جو لایا شمشیر نے انگشت شہادت کو اُٹھایا
اک ضرب میں دو کر دیا مشرک جسے پایا باطل تو اُدھر ہو گیا اور حق ادھر آیا
کفار سے میدان وغا صاف کیا تھا
کیا تیغ ید اللہ نے انصاف کیا تھا

بجلی تھی یہ جنگل کے لیے بن گئی جاروب کچلے گئے سر اُن کے جو تھے فوج کے سرکوب
نقارے تلک آتے ہوئے کانپتی تھی چوب ہیبت سے لرزتا تھا وہ صحرائے پرآشوب
شمشیر کے شعلے کی حرارت جو بڑھی تھی
خورشید کو گردوں پہ تبِ لرزہ چڑھی تھی

بجلی سی ہوا پر کبھی چمکی، کبھی ٹھہری تھی عکس سے دریا کی ہر ایک لہر سنہری
پایاب تھی خوں کی کہیں ندی کہیں گہری راحت میں نہ بحری تھے نہ بری تھے نہ شہری
جو خاکی و آبی تھا وہ تھا نوحہ گری میں
خشکی میں تباہی تھی تلاطم تھا تری میں

جب بیس ہزار اہلِ ستم جان سے مارے آواز یہ آئی! کہ بس اے شیر ہمارے
جوہر ہیں بزرگوں کے تری ذات میں سارے تو وہ ہے کہ لاکھوں سے لڑائی میں نہ ہارے
اب خلق ہے اور مرحلۂ تیغِ جفا ہے
ہاں صابر و شاکر، دمِ تسلیم و رضا ہے

پہلو سے صدا حضرتِ زہراؑ کی یہ آئی دو روز کے فاقے میں یہ جرأت یہ لڑائی
پانی کی کوئی بوند بھی پائی کہ نہ پائی ماں صدقے گئی، دکھ گئی ہووے گی کلائی
پیشانی پہ بوسہ تو ذرا لینے دو بیٹا!
ہاتھوں کی بلائیں تو مجھے لینے دو بیٹا

آئی جو یہ آواز، شہ کون و مکاں کو تھرّا کے رکھا میان میں تیغِ دوزباں کو
اعدا سے کہا روک کے گھوڑے کی عناں کو جاتے ہو کہاں قتل کرو تشنہ وہاں کو
کر دو خبر اُس کو بھی کدھر شمر لعیں ہے
اَب آؤ کہ لڑنے کا مجھے حکم نہیں ہے

جلد نمبر ۲، مرثیہ نمبر ۲۴، صفحہ ۳۶۶ تا ۳۶۸

کاٹھی سے اس طرح ہوئی تیغِ دوسر جدا جیسے سوادِ شب سے بیاضِ سحر جُدا
نصرت کا آئینہ تھا جُدا اور گھر جُدا محمل جدا تھا لیلیِ فتح و ظفر جُدا
تیغِ کشیدہ دست شہِ بحر و بر میں ہے
طومار ہاتھ میں ہے لفافہ کمر میں ہے

ناگاہ رن میں تیغِ شہِ لا فتا چلی گویا صفوں پہ کھولے ہوئے منھ بلا چلی
بن میں سمومِ قہرِ عتاب خدا چلی جھونکوں سے جس کے اُڑتے ہیں سر وہ ہوا چلی
آوازِ الاماں کی سپہرِ بریں پہ تھی
بڑھ کر جو یوں پھرے صفِ اوّل زمیں پہ تھی

پہنچے جو مثلِ شیر جھپٹ کر اِدھر اُدھر　　　سر گر پڑے ترائی میں کٹ کر اِدھر اُدھر
آیا گیا فرس جو سمٹ کر اِدھر اُدھر　　　ڈھالوں کا ابر رہ گیا پھٹ کے اِدھر اُدھر

جاروب تھی کہ سیف میانِ مصاف تھی
دریا کی راہ حملۂ اوّل میں صاف تھی

ملتی تھی جائے امن نہ زیرِ فلک کہیں　　　غل تھا کہ مل نہ جائیں سماوسمک کہیں
جنّات بے حواس کہیں تھے ملک کہیں　　　سایہ کہیں تھا تیغ کہیں تھی چمک کہیں

پانی سے جل بجھا تھا کوئی، کوئی نار سے
گرتی تھیں تین بجلیاں اک ذوالفقار سے

غل شش جہت میں تھا کہ نہ اس سے دوچار ہو　　　بھاگو کہیں یہ برق نہ پھر شعلہ بار ہو
کون اُن کے منھ پہ جا کے اجل کا شکار ہو　　　جو ایک ہے وہ دو ہو جو دو ہے وہ چار ہو

بھاگیں کہ ان صفوں کو ہم آراستہ کریں
مہلت جو تیغ دے تو دم آراستہ کریں

جب سن سے فوج شام پہ وہ شعلہ رو چلی　　　بس سر کے بھل سقر میں سپاہ عدو چلی
ٹھہری بڑھی چمکتی ہوئی چار سو چلی　　　آئی کس آب و تاب سے کیا سرخرو چلی

تیزی یوں ہی زباں میں سخنور کو چاہیے
پاس آبرو کا صاحبِ جوہر کو چاہیے

اب دم نہ لیجیو اجل اُس سے کہہ گئی　　　ندی لہو کی دشت پُر آفت میں بہہ گئی
کاٹی زرہ کڑی بھی پڑی جو وہ سہہ گئی　　　بھاگا کوئی شقی تو لہو پی کے رہ گئی

غصے میں مثلِ برق قرار اُس نے کم لیا
لاکھوں میں ڈھونڈھ کر اُسے مارا تو دم لیا

پھل آسکا سپر پہ نہ جوشن پہ رہ گیا　　جس پر پڑی تڑپ کے وہ توسن پہ رہ گیا
دو ٹکڑے ہو کے سر نہ فقط تن پہ رہ گیا　　خوں بھی اجل گرفتہ کی گردن پہ رہ گیا

دم میں نہ وہ غرور نہ وہ خود سری رہی
مجرم وہی رہا یہ خطا سے بری رہی

یکتا برش میں جوہر ذاتی میں قدر میں　　چمکی اُحد میں خیبر و خندق میں بدر میں
تیزی وہی تھی منھ کی اس آشوبِ غدر میں　　بڑھ کر سپر سے سر میں گئی سر سے صدر میں

کھینچے ہوئے سپر سے نیا رنگ ڈھنگ تھا
راکب تھا نہ فرس تھا نہ زیں تھا نہ تنگ تھا

مانند برق تیغ کا سایہ جدھر گرا　　بیٹے پہ باپ، باپ پہ مر کر پسر گرا
یہ ہاتھ اُس طرف تو وہ بازو اُدھر گرا　　پرکالے اُڑ گئے وہ سپر کے یہ سر گرا

قبضے میں اب ہے تیغ نہ دستانے ہاتھ میں
کیوں دے دیا ہے ہاتھ کو بیگانے ہاتھ میں

سرکش ہوا پہ جو تھے وہ سب گرد ہو گئے　　سرخی رگوں سے اُڑ گئی منھ زرد ہو گئے
دعوے مردمی تھا پہ نامرد ہو گئے　　ہنگامہ جن سے گرم تھا وہ سرد ہو گئے

مرنے پہ بھی نصیب کی سوزش نہ جائے گی
اب ناریوں کو آتشِ دوزخ جلائے گی

عاری تھے تیغ شاہِ حجازی سے نیزہ باز　　پیہم اُلٹ کے گرتے تھے تازی سے نیزہ باز
روکے تھے ہاتھ دست درازی سے نیزہ باز　　باز آئے اپنی شعبدہ بازی سے نیزہ باز

یوں جھٹ سے کھول دیتی تھی نیزے کے بند کو
آتش پہ ڈال دے کوئی جیسے سپند کو

غل تھا کہ وہ چمکتی ہوئی آئی یہ گری برچھی سی اُڑ گئی وہ سناں یہ گرہ گری
ترکش کٹا کمانِ کیانی سے زِہ گری سر اُڑ گیا وہ خود اُڑا یہ زِرہ گری
آتی ہے لشکروں پہ تباہی اسی طرح
گرتی ہے برقِ قہر الٰہی اسی طرح

وہ شام وروم کے قدر انداز بے نظیر سہواً نہ چوکتا تھا نشانوں سے جن کا تیر
ہر صف میں سہم سہم کے ہوتے تھے گوشہ گیر چلاتے تھے کہ موت کے حلقے میں ہیں اسیر
لیجے قسم کہ گر کبھی لشکر کشی کریں
سر کاٹ ڈالئے گا جو اب سرکشی کریں

چارآئینے سے یوں نکل آتی تھی ذوالفقار عینک کے پار ہوتا ہے جیسے نگہ کا تار
چارآئینے تو کیا تھے کہ ہوتے بھلا وہ چار ہر دم تھا امتزاجِ عناصر کو اِنتشار
اُلٹے جہاں رَن ایسا اگر اک گھڑی پڑے
کیا ہو زرہ سے ضرب ایسی کڑی پڑے

خود و زرہ وہ دام سے آزاد یہ اسیر تیر و کماں سخت وہ بے پر یہ گوشہ گیر
شمشیر جاں ستان و کمند و سنان و تیر بے آب سر بریدہ وژولیدۂ وحقیر
بے برگ و بار دشمنِ آلِ رسولؐ ہیں
اب برچھیوں میں پھل ہیں نہ ڈھالوں میں پھول ہیں

اُس تیغ کے وقار سے کوہِ گراں سبک ڈھالوں کی شامیوں کی گھٹا ابر سے تنک
یہ آگ اور ڈر سے اُدھر دست و پا خنک چلنے میں بس یہی دم و دعویٰ کہ اب نہ رُک
مقتل کے ہر نشیب کو لاشوں سے پاٹ دے
پر جبرئیلؑ کے بھی سپر ہوں تو کاٹ دے

جب اُٹھ کے تیغِ صدرِ قدسی شرف گری گویا کہ برقِ سطوتِ شاہِ نجف گری
آیا اُدھر خدا کا غضب جس طرف گری کٹ کر گرا پرے یہ پرا صف پہ صف گری
سیفی چلی کہ سیف صفِ کار زار پر
گھوڑے گرے پیادوں پہ پیدل سوار پر

باطل کو حق سے خیر سے شر کو جدا کیا ظلمت کو دن سے شب کو سحر سے جدا کیا
یوں کفر و دیں کو تیغِ دو سر سے جدا کیا گویا کلف کو روئے قمر سے جدا کیا
ٹکڑے اُڑا دیئے دم میں سپاہ شریر کے
قربان ذوالفقارِ جنابِ امیرؑ کے

بخشا ہے کبریا نے اصالت کو کیا وقار تھی سرنگوں اس اوج پہ وہ تیغِ آبدار
باآبرو کا جوہرِ ذاتی ہے انکسار واں مدح ذوالفقار کی تھی عرش پر پکار
اس عزو اعتلا پہ زباں بھی رُکی رہی
یہ کیا فروتنی ہے کہ گردن جھکی رہی

خالص اگر ہے مشک تو بو آشکار ہے چمکے گا آپ وہ جو دُرِ شاہوار ہے
زرگر کی مدح قدح کا کیا اعتبار ہے کہہ دے گی خود مہک کے طلا خوش عیار ہے
بدمغز کو کمال کی دولت خدا نہ دے
خالی ہو جو کہ ظرف وہ کیونکر صدا نہ دے

اک ذوالفقار خلق میں دو ہاتھ سے چلی دست حسینؑ و پنجۂ مشکل کشا علیؑ
یہ مصطفیٰؐ کی جان وہ اللہ کا ولی دونوں کا مرتبہ بھی دو عالم پہ ہے جلی
فخرِ مجاہدین پسرِ فاطمہؑ ہوا
حیدرؑ سے ابتدا ہوئی یاں خاتمہ ہوا

ظلمت سے نور، نور سے ظلمت جدا ہوئی   وحدت سے ایک ضرب میں کثرت جدا ہوئی
دینِ مبیں سے کفر کی بدعت جدا ہوئی   ایماں کے راستے سے ضلالت جدا ہوئی
اس دبدبے سے زیر کیا روم و شام کو
حکمِ جہاد پھر نہ ہوا نو امام کو

خودِ سرِ عدو تھے حباب اُس کے سامنے   موجِ زرہ تھی نقش برآب اُس کے سامنے
کیا منہ تھا دے جو تیغ جواب اُس کے سامنے   بڑھنے کی تھی سپر کو نہ تاب اس کے سامنے
اللہ کا غضب ہے یہ جانے ہوئے تھے سب
لوہے کو ذوالفقار کے مانے ہوئے تھے سب

اللہ رے تلاطمِ افواجِ روسیاہ   ٹکراتے تھے پہ ملتی نہ تھی بھاگنے کی راہ
غل تھا پناہ دے ہمیں اے آسماں پناہ   اُمت رسولؐ پاک کی ہوتی ہے اب تباہ
بخشو خطا یہ کام ہے مولا ثواب کا
صدقہ محمدِؐ عربی کی جناب کا

جلد نمبر۲، مرثیہ نمبر۲۹، صفحہ ۴۰۹ تا ۴۱۱

تیغیں بنی اُمیہ کی ہیں خاک آبدار   جل جائیں گی گرے گی اگر برقِ ذوالفقار
پھل اُس کا آگ ہے تو زبانیں ہیں شعلہ بار   دھارا ہے قلزمِ غضب حق کا اُس کی دھار
دم بھر پناہ گھاٹ سے اُس کے نہ پاؤ گے
طوفانِ خوں اُٹھے گا کہ سب ڈوب جاؤ گے

وہ غول مصریوں کے وہ دل فوجِ روم کے   آندھی سیاہ اُٹھی کہ گھٹا آئی جھوم کے
تنہا حسینؑ بیچ میں تھے اُس ہجوم کے   تلوار لے کے نیام سے قبضے کو چوم کے
اُٹھا سخی کا ہاتھ ید اللہ کی شان سے
نکلا ہمائے اوجِ شرف آشیان سے

باہر ہوئی نیام سے شمشیرِ شعلہ بار یا ابر سے نکل کے ہوئی برق بے قرار
یا کیچلی کو جھاڑ کے نکلا سیاہ مار یا آستین سے یدِ بیضا تھا آشکار
نکلی عروسِ فتح محافہ جدا ہوا
یا نامۂ ظفر سے لفافہ جدا ہوا

کاٹھی تھی ذوالفقار کی یا تھا اجل کا گھر حجلہ تھا یا نقاب رُخ لیلیِ ظفر
گھونگھٹ اُٹھا کے برق سی چمکی اِدھر اُدھر گویا دولہن حجاب سے نکلی جھکا کے سر
دکھلائی سب کو منھ کی صفائی لڑائی میں
جانیں ہزار وجہ سے لیں رونمائی میں

قبضہ وہ جس کی ضرب سے اللہ کی پناہ ناہیں وہ دم بدم جو دکھائیں عدم کی راہ
باڑھ ایسی جس کے گھاٹ پہ کشتیِ تن تباہ وہ تیز منھ کو کوہ کو کھالے مثال کاہ
جوہر یہ ہیں کہ تیغ شہِ لافتا کی ہے
تمغہ یہ اُس کا ہے کہ عنایت خدا کی ہے

ہر معرکے میں یاورِ مشکل کشا رہی سیّد سے کربلا میں نہ دم بھر جدا رہی
جو اس کی ابتدا تھی وہی انتہا رہی عاشق رہی پدر پہ پسر پر فدا رہی
یکتا تھی ذوالفقار یہ قطعی دلیل ہے
جو تیغ دونوں باکیں کسے وہ اصیل ہے

نکلی وہ جانگداز عجب برق وشرق سے صاف آئی الحفیظ کی آواز برق سے
چشمک یہ دم بدم تھی ہر ایک اہل زرق سے آتی ہوں میں سروں پہ ذرا فرق فرق سے
دریائے قہرِ حضرتِ پروردگار ہوں
طوفاں اُٹھے گا یاں سے میں وہ ذوالفقار ہوں

سیفِ خدا ہوں نام ہے دستِ اجل مرا نشتر ہوں مرگ کا رگ جاں ہے محل مرا
گلزارِ فتح میں ہے ازل سے عمل مرا جس کو نہ اعتبار ہو چکھے وہ پھل مرا

دونوں مزے ہیں مجھ میں کہ رحمت ہوں قہر ہوں
امرت ہوں دوست کے لیے دشمن کو زہر ہوں

بت میں نے ایک ضرب میں توڑے ہیں دیر کے شہرے ہیں شہر شہر مرے امرِ خیر کے
مولا کے ہاتھ میں ہوں کہ قبضے میں غیر کے دشمن کے سر سے اٹھتی ہوں دو ہاتھ پیر کے

جاتی ہوں جس پہ مثلِ اجل چھوڑتی نہیں
جوشن ہو یا کہ خود ہو منہ موڑتی نہیں

دنیا میں مجھ سی تیغ، علیؑ سا جواں نہیں کیوں ہوں خموش کیا مرے منہ میں زباں نہیں
بھاگو گے دشتِ کیں سے کدھر میں کہاں نہیں دشمن کوئی حسینؑ کا مجھ سے نہاں نہیں

فریاد والغیاث کو کب مانتی ہوں میں
سیّد کے قاتلو، تمھیں پہچانتی ہوں میں

اُلٹے تھے آستیں جو شہنشاہِ سرفراز جنباں تھی کربلا کی زمیں صورتِ جہاز
اعدا کی فوج پر تھی زباں تیغ کی دراز کہتے تھے کانپ کانپ کے آپس میں فتنہ ساز

کیونکر جواب دے کوئی دم بند سب کے ہیں
غل تھا کہ ذوالفقار کے فقرے غضب کے ہیں

کوندی جو برق، طاقت گفتار گھٹ گئی جو صف پئے مصاف بڑھی تھی وہ ہٹ گئی
ثابت ہوا ہر ایک پہ کہ دُنیا اُلٹ گئی آ پہنچی تھی، پہ ڈر کے قیامت پلٹ گئی

پھر حشر تھا جو رحم نہ آئے حضور کو
منہ سے ملا چکے تھے سرافیل صور کو

تلوار کیا چلی غضب آیا کریم کا　　تھی جنگ یا کہ روز تھا اُمید و بیم کا
سب زور تھا زبانۂ نارِ جحیم کا　　جل جل کے منھ سیاہ ہوا ہر لئیم کا
شمشیرِ بادشاہِ سلیماں بساط تھی
کیا تھمتے ناریوں کے قدم وہ صراط تھی

چلتی تھی ذوالفقار جو سن سن اِدھر اُدھر　　دہشت سے چھپتے پھرتے تھے دشمن اِدھر اُدھر
کٹ کٹ کے گر رہے تھے سر و تن اِدھر اُدھر　　ٹکڑے پڑے تھے خاک پہ جوشن اِدھر اُدھر
ڈر ڈر کے جو سوار گرے وہ مرے گرے
صف پر گری جو صف تو پروں پر پرے گرے

روئیں تنوں کے جسم کے ٹکڑے اُڑا دیئے　　ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر پرزے اُڑا دیئے
گردن بچی کسی کی تو شانے اُڑا دیئے　　پہنچا جو سر پہ ہاتھ تو پہنچے اُڑا دیئے
اوچھا بھی وار گر کسی دشمن کو لگ گیا
تن جا رہا تڑپ کے الگ سر الگ گیا

دل کانپتے تھے دیکھ کے اُس کج ادا کا منھ　　ناہیں فنا کی راہ تو قبضہ قضا کا منھ
اژدر کے منھ سے کم نہ تھا اس جاں گزا کا منھ　　آفت کی چال، قہر کی گرمی بلا کا منھ
پہنچی یہ واں اجل کا بھی جس جا گزر نہ ہو
لوہے کو کاٹے یوں کہ زباں کو خبر نہ ہو

جب ہاتھ اُٹھا تو چرخ پہ تیغِ دو سر چڑھی　　اُتری ادھر کہ خون کی ندی اُدھر چڑھی
یہ گردنوں پہ سر کے لیے سب کے سر چڑھی　　بس صاف کر دیا اُسے جو صف نظر چڑھی
دریائے خوں فرات کے ساحل پہ بہہ گئے
وہ پار اُتر گئی یہ اِسی گھاٹ رہ گئے

بیٹھی وہ تیغ جب تو ستمگر نہ اُٹھ سکا — لاکھوں سے بارِ تیغ دو پیکر نہ اُٹھ سکا
ڈوبا کیا جہاز، پہ لنگر نہ اُٹھ سکا — دہشت سے کافروں کا کبھی سر نہ اُٹھ سکا
یوں فرق پر چڑھی رہی اہلِ خلاف کے
مرکز کے جس طرح سے قدم سر پہ کاف کے

سر سے جدا تھا خود تو سر تھے جبیں سے دور — قبضوں سے تیغیں دور تھیں ہاتھ آستیں سے دور
جاں جسم سے تو جسم تھے جانِ حزیں سے دور — کارہ مکیں، مکاں سے مکاں تھے مکیں سے دور
اس تیغِ جاں ستاں سے فقط سر قلم نہ تھے
اللہ رے تفرقہ کہ عناصر بہم نہ تھے

ہر سو پڑے تھے خاک پہ اعضا جدا جدا — سر گردنوں سے جسم سے تھے دست و پا جدا
ایذا جدا تھی روح پہ قہرِ خدا جدا — پانی جدا تھا خاک جدا تھی ہوا جدا
پیدا ہوئے تھے نار میں جانے کے واسطے
اک آگ رہ گئی تھی جلانے کے واسطے

حملہ جو پیدلوں پہ کیا شہ سوار نے — ڈر ڈر کے سب قدم پہ لگے سر اُتارنے
چھوڑا نہ صید ضیغمِ آہو شکار نے — زندوں کو چن کے ذبح کیا ذوالفقار نے
کہتی تھی گرچہ پیٹ کا بھرنا محال ہے
ہاں پی لوں خوب سا کہ لہو یہ حلال ہے

جب وہ بلند ہوتی تھی مانندِ ماہِ نو — جاتی تھی دور دور بیاباں میں اس کی ضو
اُس کی نہ ایک ضرب نہ اعدا کے وار سو — کشتِ حیاتِ اہل ستم ہو گئی درو
سرکش سب ایک دم میں نگوں سار ہو گئے
کٹ کر سروں کے کھیت میں انبار ہو گئے

بے جاں لیے نہ تیغ شہِ لافتا پھری وہ جس طرف پھری اُسی جانب قضا پھری
دل پر جدا عدو کے گلے پر جدا پھری دم لے کے جس طرف پھری مثلِ بلا پھری
اس ناز سے چمکتی ہوئی راس وچپ گئی
کیا رعد کی بساط ہے بجلی تڑپ گئی

دستِ کشادہ دیکھ کے سب تنگ دل چھپے کیونکر بڑھے قدم جو دمِ جنگ دل چھپے
ڈھالوں کی اوٹ میں وہ سیہ رنگ دل چھپے چمکی جو تیغ مثلِ شرر سنگ دل چھپے
یوں سمجھو فوجِ کیں میں حسینؑ دلیر کو
دیکھا جو ہو گر کبھی صفِ آہو میں شیر کو

دشمن کا پاؤں رن میں ٹھہرتا نہیں کبھی دم اُس کا وہ غضب ہے کہ بھرتا نہیں کبھی
چڑھتا ہے زہر یوں کہ اُترتا نہیں کبھی یہ جس کو کاٹتی ہے وہ مرتا نہیں کبھی
صدمہ غضب کا ہوتا ہے دوزخ میں جان پر
تلخی اجل کی رہتی ہے برسوں زبان پر

کیا لشکرِ یزید پہ رنج و محن پڑا طالع جو نحس تھے تو اُنہیں پر گہن پڑا
لاشے پہ لاشہ، سر پہ سر، اور تن پہ تن پڑا کہتی تھی موت بھی کہ قیامت کا رَن پڑا
اوپر تلے جو کشتوں کے انبار پاتی تھی
گنتی کو بار بار اجل بھول جاتی تھی

کشتے تڑپ رہے تھے برابر زمین پر زندے تھے خوفِ قتل سے مضطر زمین پر
آئی جوسن سے تیغِ دو پیکر زمین پر گردن نے دھڑ سے پھینک دیا سر زمین پر
سلطانِ دیں کے پاؤں پہ سرکٹ کے گر پڑا
تن مارے ڈر کے چند قدم ہٹ کے گر پڑا

کٹ کٹ گئے جو خود تو مَر مَر گئے حسود　　لاکھوں ہوں یا کروڑوں ہوں کیا اُن کی ہست و بود
ظالم جو بے نمود ہوں وہ کیا کریں نمود　　سرتن سے مفت کھوئے یہ نقصاں ہوا کہ سود
جھگڑا بھی یاں جدا ہوا وہ آن بھی گئی
عزت بھی، آبرو بھی گئی، جان بھی گئی

حربے بھی قتل گاہ سے منہ موڑنے لگے　　ہٹ ہٹ کے پیچھے ہاتھ تبر جوڑنے لگے
ڈر ڈر کے مورچوں کو جری چھوڑنے لگے　　تیغیں پٹک کے خاک پہ دم توڑنے لگے
چلاتی تھیں کمانیں کہ اب رُخ کدھر کریں
ڈھالیں تھیں مضطرب کہ کسے ہم سپر کریں

دو ٹانک کی کماں کو کبادا بنا دیا　　تیروں کو کاٹ کاٹ کے تودہ بنا دیا
رن کی زمیں کو خون سے دریا بنا دیا　　ہر جزوِ تن کو لا یتجزیٰ بنا دیا
دیتے تھے تیر کٹ کے صدا الامان کی
پتّوں کی طرح اُڑتی تھیں شاخیں کمان کی

ڈھالوں پہ آئی نیزوں کو جب دیکھ بھال کے　　پھل بھی لگا نہ تھا کہ گرے پھول ڈھال کے
تھرّائے تیر ڈر سے شہ خوش خصال کے　　تیغیں اماں طلب ہوئیں دنداں نکال کے
وہ منہ کے بل پڑے تھے جو بھالے اُٹھائے تھے
دست اماں کو برچھیوں والے اُٹھائے تھے

تھی شعلہ ور جو آتش شمشیر آبگوں　　جل جل گئے تھے اہل وفا کے دروں بروں
زہرے تھے آب آب جگر ہو گئے تھے خوں　　تھیں بیرقیں یزید کے لشکر کی سرنگوں
نوبت یہ پہنچی تھی کہ علم کا نشاں نہ تھا
حیدرؑ کی ذوالفقار کا ڈنکا کہاں نہ تھا

ہر چند ساری فوج پہ ڈھالوں کی آڑ تھی بھاری تھی ضرب یہ کہ لڑائی پہاڑ تھی
غلبہ تھا دیں کا کفر کی بستی اُجاڑ تھی میدانِ معرکے میں عجب مار دھاڑ تھی
ڈر ڈر کے منھ سے زہر سبھوں نے اُگل دیئے
گھوڑے کے سُم نے موذیوں کے سر کچل دیئے

سن سن چلی جو تیغ تو جی سنسنا گئے دریا کے چوکیدار لہو میں نہا گئے
دعویٰ تھا مردمی کا یہ آنکھیں چرا گئے بچ بچ کے آبِ تیغ کے چھینٹوں میں آگئے
مٹی نے بھی عزیز نہ اُن کا لہو کیا
دم بھر میں ذوالفقار نے بے آبرو کیا

افعی تھا منھ کھلا رہا جب تک زباں چلی نوکیں جسے لگیں وہ پکارا سناں چلی
غل تھا کدھر گئی کدھر آئی کہاں چلی اُس نے کہا یاں وہ پکارا وہاں چلی
ہاں ہاں کا شور تھا کسی لب پر نہیں نہ تھی
جلوہ تھا ہر مقام پر اور پھر کہیں نہ تھی

برچھی سے پھل کمانِ کیانی سے زہ گری نیزوں کی ڈانڈ کٹ کے گرہ پر گرہ گری
سر جسم سے جدا ہوا تن سے زرہ گری بندِ کمر کھلا تو ہوا غل کہ یہ گری
ابرو کے اک اشارے میں مطلب ادا کیا
مشکل کشا کی تیغ نے عقدوں کو حل کیا

دریائے قہرِ حق انہیں کہنا سند ہوا مولا گھٹے بڑھے تو عجب جزر و مد ہوا
جس نے خدنگ قوس میں جوڑا وہ رد ہوا مردے بنے جو تیر، تو ترکش لحد ہوا
خونِ عدو سے کھیت کبھی یوں سنچا نہ تھا
سیفی اُلٹ پڑی ابھی چلہ کھنچا نہ تھا

ڈھالیں تھیں نڈھال عجب چال ڈھال تھی　　　برپا تھا حشر رن میں قیامت کی چال تھی

کاٹا تھا باغِ کفر تو کیسی نہال تھی　　　پیاسے جو تھے حسینؑ تو غصے سے لال تھی

پکڑا گلا تو سانس نہ دشمن سے لی گئی

دریا پہ جس کو پایا لہو اُس کا پی گئی

آفت تھی، قہر تھی غضبِ ذوالجلال تھی　　　بجلی تھی صاعقہ تھی، فنا تھی، زوال تھی

خنجر تھی، نیمچہ تھی، کٹاری تھیں، ڈھال تھی　　　اعدا کے ذبح کرنے کو سحرِ حلال تھی

جیتا تو سامنے سے کوئی کم نکل گیا

منھ اُس کا جس نے دیکھ لیا دم نکل گیا

یکتا تھی، بے نظیر تھی اور بے مثال تھی　　　کیا آزمودہ کار تھی، کیا ذی کمال تھی

بجلی زمیں پہ تھی تو فلک پر ہلال تھی　　　اعدا پہ تیغ، قبلۂ عالم پہ ڈھال تھی

آگے رہی سپر سے بھی کچھ رزم گاہ میں

حمزہ کی ڈھال بھی تھی اُسی کی پناہ میں

تیغِ خدا تھی ضرب سے اس کی کہاں پناہ　　　پستی ہو یا کہ اوج نہ یاں اور نہ واں پناہ

کیونکر نہ خلق اُس کو کہے آسماں پناہ　　　جس تیغ کی پناہ میں خود ہو جہاں پناہ

نصرت بھی اک لقب دمِ تیغِ دوسر کا تھا

برسوں سے اُس کی پُشت پہ تکیہ ظفر کا تھا

روحیں گئیں سقر میں بدن رن میں رہ گئے　　　جو شیر بن کے آئے تھے وہ بن میں رہ گئے

جانیں کہاں کی زخم فقط رن میں رہ گئے　　　ہاں طوقِ لعن لعن کے گردن میں رہ گئے

دوزخ میں سر اُٹھانے کی کب اُن کو بار ہے

اب گردنوں میں تیغِ تبرّا سوار ہے

غل تھا کہ اُس کی ضرب سنبھالی نہ جائے گی ۔۔۔ بے جاں لیے یہ تیغ ہلالی نہ جائے گی
جب آئے گی سروں پہ تو خالی نہ جائے گی ۔۔۔ یہ وہ بلائے بد ہے کہ ٹالی نہ جائے گی

جوہر نہیں ہے تیغِ شہِ خوش خصال پر
سیفی لکھی ہوئی ہے دعائے ہلال پر

بجلی سی جس پرے پہ وہ چل پھر کے رہ گئی ۔۔۔ خادم کی طرح ساتھ اجل پھر کے رہ گئی
ہر صف میں بہرِ جنگ وجدل پھر کے رہ گئی ۔۔۔ بھر کر تھما جو اسپ تو کل پھر کے رہ گئی

بے دم ہوا کوئی کوئی سرکش کچل گیا
آنکھوں کے سامنے سے چھلاوا نکل گیا

معشوقِ سبزہ رنگ تھی وہ تیغِ حق امی ۔۔۔ لب پر لہو سے پان کی لالی سی تھی جمی
دیکھی علیؑ کے وقت سے فوجوں کی برہمی ۔۔۔ آتش مزاج، معرکہ آرا، کسی، دمی

برسوں رہی بغل میں شہِ مشرقین کی
جھیلے ہوئے لڑائیاں بدر و حنین کی

تلواریں پیچ وتاب سے بل کھا کے رہ گئیں ۔۔۔ پھل یوں اُڑے کہ برچھیاں تھرا کے رہ گئیں
سہمے جو دل کمانیں بھی چلا کے رہ گئیں ۔۔۔ چشم زرہ کی پتلیاں پتھرا کے رہ گئیں

ڈھالوں کے رنگ خوف سے کافور ہو گئے
چار آئینوں کے شیشۂ دل چور ہو گئے

سر اُڑ گئے تنوں سے جدھر سرسری چلی ۔۔۔ خشکی سے خوں میں ڈوب کے سوئے تری چلی
خالی ہوئے پرے تو غضب میں بھری چلی ۔۔۔ غل تھا کہ لو دکھا کے لگاوٹ پری چلی

خنجر اُٹھیں کے اُن کا لہو چاٹنے لگے
دیوانے آپ اپنے گلے کاٹنے لگے

چلنے میں گر کبھی کمر اُس کی لچک گئی ڈھالوں کے ابرِ تیرہ میں بجلی چمک گئی
اُڑنے لگیں جو خون کی چھنٹیں سرک گئی گہہ آئی نہر پر کبھی سوئے فلک گئی
برسے نہ اس ترنگ سے بادل اساڑھ کے
قربان ذوالفقار تری گھاٹ باڑھ کے

چھوٹیں کمانیں قبضوں سے اور چٹکیوں سے تیر کیسی لڑائی سہمے ہوئے تھے جوان و پیر
عاری تھے تیغ زن قدر انداز گوشہ گیر اپنے لہو میں لوٹتے پھرتے تھے پھر شریر
لشکر سیہ رخوں کا جو پامال ہو گیا
مارے خوشی کے تیغ کا منھ لال ہو گیا

بڑھتی تھی زور و شور سے ہر دم بسانِ رود گر گر کے بہہ رہے تھے مثال حباب خود
نیزے کٹے ہوئے تھے تو ٹوٹے ہوئے عمود خالی تھا رن بھری تھی سروں سے اجل کی گود
تھمتی نہ تھی جو تیغ شہِ مشرقین کی
جنگل میں شور تھا کہ دُہائی حسینؑ کی

اے بحرِ طبع بس یہ روانی کہاں تلک ہاں اے زباں یہ چرب زبانی کہاں تلک
اے ذوالفقار شعلہ فشانی کہاں تلک قصہ تمام کر یہ کہانی کہاں تلک
خنجر ہے اور گلوئے شہِ مشرقین ہے
خاموش ہو یہ وقتِ نمازِ حسینؑ ہے

بھولیں گے مومنوں کو نہ یہ یادگار بند فرصت ملے تو کہہ کے سنا دوں ہزار بند
برسوں نہ ہو زبانِ فصاحت شعار بند سن لو کہ گریہ خیز ہیں یہ پانچ چار بند
دی ہے جو مصطفیٰ کی قسم فوجِ شام نے
تلوار روک لی ہے تمہارے امام نے

پہنچا ہے عنقریب لبِ بام آفتاب شوقِ نمازِ عصر میں ہیں مضطرب جناب
دریا پہ ہیں مگر نہیں ملتا وضو کو آب سیّد کو تیر مارتے ہیں خانماں خراب

منظور ہے نہ جنگ نہ ہاتھوں میں زور ہے
بجلی جو تھم گئی ہے تو کیا مینہ کا زور ہے

لگتا ہے جب خدنگ تو چھٹتی ہے خوں کی دھار کاٹھی میں فرطِ غم سے تڑپتی ہے ذوالفقار
کہتے تھے رو کے شاہ کہ اب کیوں ہے بے قرار بس بس کہ قتل ہو چکے دشمن کئی ہزار

کب تک وغا حسینؑ کا دل درد مند ہے
اے ذوالفقار! صبر خدا کو پسند ہے

جلد نمبر ۲، مرثیہ نمبر ۳۰، صفحہ ۴۳۰ تا ۴۳۷

کہہ کر یہ سخن کھینچ لی شمشیرِ سر افشاں پَرتو سے ہوا سب ورقِ خاک زر افشاں
ہر صف پہ گری کوند کے برقِ شرر افشاں چھینٹوں سے ہوئی خون کی ہر ایک سپر افشاں

قربان ہوئے خونخوار دمِ تیغِ دو دَم پر
ہر جسم نے سر رکھ دیا حضرت کے قدم پر

جس صف پہ چمک کر گری گھمسان کر آئی جمعیتِ اعدا کو پریشان کر آئی
لشکر کے زرہ پوشوں کو بے جان کر آئی چار آئینہ والوں کو بھی حیران کر آئی

نکلی وہ اَجل بَن کے جو شمشیر کی صورت
ایک ایک کا منھ تکتا تھا تصویر کی صورت

ناگن سی گئی فوج کو مسمار کر آئی جو جو تھے لبِ نہر انہیں فی النّار کر آئی
ساحر کو فنا مست کو ہشیار کر آئی جس موذی نے لی بَل کی اُسے مار کر آئی

سرسبز تھی لاکھوں میں یہ اقبال تھا اُس کا
تھا جسم کبود اور دہن لال تھا اس کا

نوکوں سے ہر اک چشم کو بے نور کر آئی　　شعلوں سے ہر ایک کو تنور کر آئی
گرمائے جو کافر انہیں کافور کر آئی　　نزدیک گئی جسم کے سر دور کر آئی
چلتی تھی سمومِ غضب اس فوجِ شقی پر
کب آئی، گئی کب یہ نہ کھلتا تھا کسی پر

جو بڑھتا تھا شمشیر بکف فوج کے دل سے　　شانے کو قلم کر کے نکلتی تھی بغل سے
سر بر کوئی ہوتا تھا نہ اس برقِ اجل سے　　غل تھا کہ عجب پھول کھلے تیغ کے پھل سے
زخموں سے یہ تھا رنگ لعینوں کے بدن کا
ہوتا تھا گماں ہر شجر قد پہ چمن کا

گرتی تھی پیاپے جو لعینوں پہ وہ شمشیر　　نیزے نہ اٹھاتے تھے سر اپنا کسی تدبیر
وحشت سے کمانیں تھیں خمیدہ صفتِ پیر　　پردار تھے ہر چند پہ اُڑ سکتے نہ تھے تیر
روپوش جو ڈھالیں عقبِ دوش ہوئی تھیں
تلواریں بھی جوہر سے زرہ پوش ہوئی تھیں

ڈھالوں پہ سواروں کی وہ صمصام نہ ٹھہری　　بجلی سی میانِ سپہِ شام نہ ٹھہری
زیر زرہِ جسم بد انجام نہ ٹھہری　　اللہ ری رَوانی کہ تہہ دام نہ ٹھہری
دریا کو بھی اس طرح کا چالاک نہ دیکھا
ایسا کسی مچھلی کو بھی تیراک نہ دیکھا

کاٹی کبھی ڈھال اور کبھی شمشیر کو کاٹا　　گہہ خودِ سرِ ظالم بے پیر کو کاٹا
پھر کر کبھی نیزے کو کبھی تیر کو کاٹا　　چلّہ کبھی کاٹا کبھی زہ گیر کو کاٹا
لڑنے سے خطا کاروں کے جی چھوٹ گئے تھے
فولادی کمانوں کے بھی دل ٹوٹ گئے تھے

چلوں میں جو ناوک کوئی صف جوڑ کے نکلی　　فقرے یہ قیامت کے ادھر چھوڑ کے نکلی
سارے قدر اندازوں کے منھ موڑ کے نکلی　　سر کاٹ کے خوں چاٹ کے دل توڑ کے نکلی
پیہم جو خطائیں ہوئیں ناوک فگنوں سے
روحیں بھی ہوا ہو گئیں چلا کے تنوں سے

شہباز سی نظروں میں جسے تول کے آئی　　اِک دم میں وہیں ظالموں کو رول کے آئی
غل ہونے لگا بیچ میں جس غول کے آئی　　لو مرگِ مفاجات دہن کھول کے آئی
خوں ریزیٔ کفار کا عہدہ ہے اسی کو
بے ذبح کئے اب یہ نہ چھوڑے گی کسی کو

قبضہ یہ نہیں تاجِ سرِ فتح و ظفر ہے　　مشکل ہے پناہ اس سے کہ یہ موت کا گھر ہے
ٹاپوں کا نشاں جادۂ صحرائے نظر ہے　　ہے بحر بھی فکر میں عجب طرح کا بَر ہے
پیتے ہیں لہو دل کا وہ پٹھے ہیں بلا کے
جوہر میں نہیں حرف ہیں سیفی کی دعا کے

لشکر میں جدھر جاتی تھی لیلی سی چمک کر　　پس جاتے تھے مر جاتے تھے نامرد ٹھٹک کر
گرتی تھی لپک کر تو پھر اٹھتی تھی لچک کر　　کیا آفتِ دوراں تھی کہ تھا چرخ کو چکر
تھا شور کہ سر کے رہو باڑھ اس کی بُری ہے
کٹتے ہیں جگر چال ہے یا تیز چھری ہے

یہ ضرب تہمتن سے اٹھائی نہیں جاتی　　رستم سے بھی چوٹ اس کی بچائی نہیں جاتی
جیسی یہ بلا جان پہ آئی نہیں جاتی　　خوں پی گئی اور منھ کی صفائی نہیں جاتی
کاٹا ہے رسالوں کو فلک زیر و زبر ہیں
حیواں کو بھی کھا جاتی ہے پھر یہ تو بشر ہیں

ڈالا تھا عجب تہلکہ بجلی کی چمک نے ڈھانپا تھا بدن ڈر کے چھلنے میں سمک نے
روکے تھے ادھر تین فلک مہر فلک نے کرسی کو سنبھالا تھا ادھر فوجِ ملک نے
غل تھا کہ نہ یہ صاعقہ روکے سے رُکے گا
اب صور سرافیل کوئی دم میں پھُکے گا

چلتی تھی عجب رنگ سے شمشیر قضا رنگ ہر ہاتھ میں دکھلاتی تھی اعدا کو نیا رنگ
چم خم کا جدا رنگ تھا کس بَل کا جدا رنگ لب سرخ دہن صاف بدن گول ہرا رنگ
تھا شور کہ چل پھر میں نئی جلوہ گری ہے
دیوانو اِسے تیغ نہ سمجھو یہ پری ہے

ہر طائرِ جاں کے لیے صیاد ہے یہ تیغ لاکھوں کو کیا ذبح وہ جلاّد ہے یہ تیغ
سفّاکی میں بجلی کی بھی استاد ہے یہ تیغ گردوں کو جلادے وہ پریزاد ہے یہ تیغ
مطلق نہیں فرق اس میں کچھ اور برقِ اجل میں
برسوں سے یہ رہتی ہے سلیماں کی بغل میں

جس غول میں وہ تیغ دو دھاری نظر آئی اِک جدول خوں خاک پہ جاری نظر آئی
آتش میں صفِ لشکر ناری نظر آئی حملوں میں قیامت کئی باری نظر آئی
وہ برق اڑاتی تھی جو ہر دم شرر اپنے
جبریل پسِ پشت چھپاتے تھے پَر اپنے

ہوتے تھے جدا ضربتِ شمشیر دو سر سے سر دوش سے تن روح سے چار آئینہ بر سے
دستانے کلائی سے کمر بند کمر سے ہاتھوں سے نشاں تیغ سے پھل پھول سپر سے
آگ آب میں تھی دَم تنِ خاکی سے ہوا تھے
تھی کاٹ غضب کی کہ عناصر بھی جدا تھے

تلوار نے میدان سے جب اس فوج کو ٹالا گھوڑے کی عناں روک کے ٹھہرے شہِ والا
خوں پونچھنے کو تیغ پہ دامن جو ہیں ڈالا عزّت ہوئی شمشیر دو پیکر کی دو بالا

توقیر ملی فیضِ امامِ ازلی سے
خلعت ہوا سرکارِ حسینؑ ابنِ علیؑ سے

گویا ہوئی تیغ دو زبانِ اسد اللہ روکا مجھے کیوں آپ نے کیا قصد ہے شاہ
فرمایا کہ اے ہمدمِ ابنِ شہِ ذی جاہ زخمی ہو جگر جس کا وہ کیا خاک لڑے آہ

اِس دم ہے قلق سبطِ رسولؐ عربی کو
عرصہ ہوا دیکھا نہیں ہم شکلِ نبیؐ کو

دِل روتا ہے برچھی سی کلیجے میں گڑی ہے اِک ایک گھڑی ہم پہ قیامت کی گھڑی ہے
بے دفن ہے فرزند ندامت یہ بڑی ہے ہم جیتے ہیں اور دھوپ میں لاش اُن کی پڑی ہے

جنت میں کہا ہو گا یہ سلطانِ زمن سے
ماں باپ نے محروم رکھا گور و کفن سے

غم ہے کہ اسی وقت ہمیں موت نہ آئی وہ مر گئے اور ہم نے بڑی دیر لگائی
منصف ہے کوئی کس کو دکھاؤں یہ ٹرائی جیتا نہیں عباسؑ دلاور مرا بھائی

ٹوٹی ہے کمر آہ نکلتی ہے جگر سے
سیدھا ہوا جاتا نہیں زہراؑ کے پسر سے

اوراس کے سوا پیاس کی شدت نے ہے مارا دو دن کے ہے فاقے سے یداللہ کا پیارا
اِس دکھ میں کیا تاب وتواں نے بھی کنارا طاقت بھی نہ ہو جب تو کہاں جنگ کا یارا

حسرت ہے کہ کٹ جائے گلا تیغِ جفا سے
اتنا بھی لڑا میں تو فقط حکمِ خدا سے

اے تیغ قریب آیا ہے اب عصر کا ہنگام　　چھوڑے گا نماز اپنی نہ یہ بیکس و ناکام
سجدے میں جو ہوں ذبح تو آئے مجھے آرام　　دل میں ہو یہی ذکر زباں پر ہو یہی نام
تکبیر کی سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ صدا ہو
رگ رگ سے مرے کلمۂ توحید ادا ہو

تیغِ دوزباں سے یہ ابھی کہتے تھے شبیرؑ　　جو لاکھ لعیں ٹوٹ پڑے دست باشمشیر
شہ نے کہا حاضر ہوں میں اے لشکرِ بے پیر　　ہاں شوق سے مارو مجھے تیغ و تبر و تیر
یہ تین شب و روز کا پیاسا نہ لڑے گا
اب تم سے محمدؐ کا نواسا نہ لڑے گا

جلد نمبر ۳، مرثیہ نمبر ۲، صفحہ ۲۹ تا ۳۲

اس پند و نصائح نے نہ کچھ کی انہیں تاثیر　　ہر صف سے جگر گوشۂ زہراؑ پہ چلے تیر
گویا ہوئی اس دم اسد اللہ کی شمشیر　　اب میان سے کھینچو مجھے یا حضرت شبیرؑ
ناری ہیں یہ حضرت سے انہیں بغض و حسد ہے
اب تابہ کجا صبر رحیمی کی بھی حد ہے

پیاروں کا سہا آپ نے غم مجھ کو نہ کھینچا　　بھائی کے ہوئے ہاتھ قلم مجھ کو نہ کھینچا
اکبرؑ نے بھی لی راہِ عدم مجھ کو نہ کھینچا　　قاسمؑ پہ چلی تیغِ ستم مجھ کو نہ کھینچا
میں پاس ہوں اور آپ پہ مینہ تیروں کا برسے
کس دن کے لیے پھر مجھے باندھا ہے کمر سے

میں شرم سے آب آب ہوں یا سیدِ ذیجاہ!　　رکھ لیجئے اب آبروئے تیغِ ید اللہ
آنے کا نہیں راہ پہ یہ لشکرِ گمراہ　　میں کوہِ گراں کو بھی سمجھتی ہوں پرِ کاہ
زندہ نہیں اُترا ہے کوئی گھاٹ سے میرے
آگاہ ہیں جبریلؑ کے پَر کاٹ سے میرے

اِک ضرب میں میں نے سرِ مرحب کو اُتارا　　اِک دم میں کیا عمرو سے نامی کو دو پارہ
جنّات کا لشکر تہہ و بالا کیا سارا　　آ گے مرے لاکھوں نے کبھی دم نہیں مارا
بجلی کی طرح جب صفِ دشمن پہ گری ہوں
دم میں حق و باطل کو جدا کر کے پھری ہوں

حضرت نے کہا مجھ پہ کُھلے ہیں ترے جوہر　　امت پہ محمدؐ کی میں کھینچوں تجھے کیوں کر
خوش صبر سے ہوتا ہے بہت خالقِ اکبر　　اے تیغ! مناسب ہے توقف ابھی دم بھر
اس دکھ میں ہوں صابر یہ عنایت ہے خدا کی
ایک اور مرے پاس امانت ہے خدا کی

اس راہ میں جو کچھ تھا وہ سب میں نے لٹایا　　عباسؑ سے بازو کو بھی ہاتھوں سے گنوایا
پیری میں غم اکبرؑ کی جوانی کا اٹھایا　　جو باقی ہے وقت اس کی طلب کا نہیں آیا
کس طرح ابھی جنگ پہ تیار ہو شبیرؑ
پہنچا لے اسے بھی تو سبک بار ہو شبیرؑ

جلد نمبر ۳، مرثیہ نمبر ۱۳، صفحہ ۲۱۱، ۲۱۲

لکھا ہے کہ جب لاشِ پسر رکھتے تھے سرور　　سیدانیاں سب خیمے سے نکلی تھیں کھلے سر
تھا شور کہ ہے ہے علیؑ اصغر علیؑ اصغر　　بے تاب تھی تیغِ کمرِ حیدرؑ صفدر
رقّت سے یہ احوال تھا تیغِ دو زباں کا
جس طرح کہ مر جاتا ہے بچّہ کسی ماں کا

سینے میں تڑپتا تھا جو حضرت کا دلِ زار　　لاشِ علی اصغرؑ سے لپٹ جاتے تھے ہر بار
گویا یہ ہوئی حیدرؑ کرّار کی تلوار　　اب تو کوئی حجّت نہیں یا سیّد ابرار
دیکھو تو مری کاٹ کہ میں سیلِ فنا ہوں
حضرت نے کہا منتظرِ حکمِ خدا ہوں

یہ کہہ کے بڑھے بہر وغا سرورِ عالی　　تیغِ کمر حیدر کرّار نکالی
دیکھی جو چمک روحوں سے قالب ہوئے خالی　　ڈھالوں کی گھٹا چار طرف چھا گئی کالی
فرمایا کہ ہاں ضربتِ شمشیر کو دیکھو
لو فاطمہؑ کے دودھ کی تاثیر کو دیکھو

میں وہ ہوں کہ جس کا ہے پدر شیرِ الٰہی　　خیبر سی لڑائی میں مدد جس نے نہ چاہی
مشہور ہے کفّار کے لشکر کی تباہی　　اقلیمِ شہادت کی ملی ہے ہمیں شاہی
قبضہ ہے وہی اور وہی تیغِ دو سر ہے
جب ہاتھ اٹھایا تو سر دست ظفر ہے

برقِ غضبِ خالق اکبر ہے یہ شمشیر　　اے لشکریو! قاتل عنتر ہے یہ شمشیر
اعدا کے نگل جانے کو اژدر ہے یہ شمشیر　　مقراض اجل بہرِ تن و سر ہے یہ شمشیر
پانی سے اور آتش سے خمیر اس کا بنا ہے
بجلی ہے کبھی اور کبھی سیلِ فنا ہے

گھاٹ اس کا ہے بحرِ غضبِ حضرتِ معبود　　اک دم میں رہِ امن واماں ہوتی ہے مسدود
ہے نصرت واقبال وظفر ناب میں موجود　　پشّہ اسی شمشیر کا ہے قاتلِ نمرود
خونِ سرِ اعدا ہے ہمیشہ خورش اس کی
پوچھے کوئی جبریلؑ امیں سے بُرش اس کی

مرحب ساجواں گر ہو تو اک ضرب میں مر جائے　　عنتر ہو تو سر تا بہ قدم خون میں بھر جائے
دو کر کے تمہیں گاوِ زمیں سے بھی گزر جائے　　میں کہہ دوں کہ اے تیغ ٹھہر جا تو ٹھہر جائے
روکوں نہ تو دم لے نہ پرِ روحِ امیں پر
پھل جا کے لگے شاخِ سرِ گاوِ زمیں پر

بجلی سا چمکتا تھا اُدھر فوج میں رہوار شعلے سے چمکتی تھی ادھر تیغ شرربار
سرگرمِ وغا تھا خلفِ حیدرؑ کرّار اک آگ لگا دی تھی جلے جاتے تھے کفار
سوزاں شجر قد تھے چناروں کی طرح سے
اڑتا تھا لہو تن کا شراروں کی طرح سے

اِس برق سے نیزوں کے نیستاں میں لگی آگ چلاتے تھے ناری کہ بیاباں میں لگی آگ
مارا جسے اس کے تنِ بے جاں میں لگی آگ دامن سے جو بھڑکی تو گریباں میں لگی آگ
دوزخ میں انہیں الفتِ دینار نے کھینچا
یہ آگ ہوئی سرد تو اس نار نے کھینچا

جو نیزۂ خطی تھا سواروں کا قلم تھا یہ خطِ شکست اُن کے مقدر میں رقم تھا
کفار کی تلواروں کا سر شرم سے خم تھا یاں دمبدم افزوں دم شمشیرِ دو دم تھا
بجلی سی گرے جس پہ لہو چاٹ کے اُٹھے
ہر غول سے دس بیس کے سر کاٹ کے اُٹھے

جس وقت چمک کر کسی سفّاک پر آئی سر سے کمر ظالم ناپاک پر آئی
واں سے جو پھری توسنِ چالاک پر آئی توسن کو بھی دو کرتی ہوئی خاک پر آئی
قبضہ تو رہا دستِ جنابِ شہِ دیں میں
اور تاسرِ دُنبالہ در آئی وہ زمیں میں

ہر غول میں ضرب شہ ذی جاہ کا غل تھا ہر سو برشِ تیغِ یداللہ کا غل تھا
مقتل میں کہیں آہ کہیں واہ کا غل تھا افلاک پہ العظمۃ لِللّٰہ کا غل تھا
پانی تھے جگر خوف سے بے داد گروں کے
ڈوبے ہوئے تھے خون میں بادل سپروں کے

آتے جو پرا باندھ کے اسوار چپ وراس
چلتی تھی عجب شان سے تلوار چپ وراس

دو بجلیاں گر پڑتی تھیں ہر بار چپ وراس
لاشوں کے نظر آتے تھے انبار چپ وراس

مقتل میں سواروں کے رسالے بھی قلم تھے
بھالے بھی قلم برچھیوں والے بھی قلم تھے

اس شعلۂ آتش سے ہوا تھی شرر افشاں
پامال تھے سبزے کی روش دشمن ایماں

گلزارِ خزاں دیدہ ہوا قتل کا میداں
بکھرے ہوئے تھے چار طرف غنچۂ ایماں

ٹکڑے شجر تیر قلم شاخ کماں تھی
کیا پھل تھا کہ ڈھالوں کے بھی پھولوں پہ خزاں تھی

گھوڑا کسی سرکش نے پرے سے جو نکالا
چلتی ہوئی تلوار کو حضرت نے سنبھالا

مارا ستم آرا نے قریب آ کے جو بھالا
بجلی سی گری کوند کے تیغِ شہِ والا

اِک وار میں ظالم کے ہر اک بند کو کاٹا
جوشن کو چھلتے کو کمر بند کو کاٹا

آیا کوئی شہ زور اگر زور میں آ کر
ضرب اپنی نہ کی شاہ نے وار اس کا بچا کر

چاہا کہ پٹک دوں اسے گھوڑے سے اُٹھا کر
اک ہاتھ میں لی تیغ اور اک ہاتھ بڑھا کر

یوں بندِ کمر شاہِ سرا فراز نے پکڑا
تھا شور کہ کنجشک کو شہباز نے پکڑا

مارا جو زمیں پر تو زمیں سے نہ اٹھی گرد
مقتل سے گیا قعرِ جہنم کو وہ نامرد

تھے تیغ کی دہشت سے سیہ کاروں کے منھ زرد
گرم اس کی ہوا لگ گئی جس کو وہ ہوا سرد

اعجاز یہ ہنگامِ روانی نظر آیا
پانی میں تو آگ آگ میں پانی نظر آیا

ٹکڑے تھے کماں داروں کے ترکش لبِ دریا بے جاں تھا کوئی اور کوئی غش لبِ دریا
سیماب تھا شبدیز پریوش لبِ دریا برسائی تھی شمشیر نے آتش لبِ دریا
خشکی و تری میں نہ کہیں امن کی جا تھی
ہر صف میں محمدؐ کی دوہائی کی صدا تھی

تھا شور کہ اے سیّدِ ابرار اماں دو اب روک لو شمشیرِ شرر بار اماں دو
آواز نبیؐ آئی کہ دلدار اماں دو بس پہنچے سزا کو یہ ستم گار اماں دو
مظلومیٔ و غربت میں بڑا نام ہے بیٹا
جنگ اب نہ کرو عصر کا ہنگام ہے بیٹا

سنتے ہی یہ آواز تھمے سید ابرار یاد آ گیا اُمت پہ فدا ہونے کا اقرار
چمکار کے گھوڑے کو رکھی میان میں تلوار بھر کر نفسِ سرد کھڑا ہو گیا رہوار
ڈر کر جو چھپے تھے وہ ستم گر نکل آئے
خیمے سے حرم قبر سے حیدرؓ نکل آئے

جلد نمبر ۳، مرثیہ نمبر ۱۴، صفحہ ۲۱۴ تا ۲۱۸

بے درد نے چھڑکا جو نمک زخم جگر پر طاری ہوا غصہ شہِ مرداں کے پسر پر
سرخی سی نظر آنے لگی دیدۂ تر پر کی تیز نظر قبضۂ شمشیر و سپر پر
شہ کی نظرِ غیظ نہ تھی قہر خدا تھا
شمشیر یداللہ جدا میان جدا تھا

خود تیغ علیؑ شاہ کے اعجاز سے نکلی فریاد دلِ فوجِ دغا باز سے نکلی
کس شان وتحمل سے کس انداز سے نکلی پریوں کے بھی ہوش اُڑ گئے اس ناز سے نکلی
فانوس سے خود شمع تجلی نکل آئی
محمل سے تڑپتی ہوئی لیلی نکل آئی

تھیں تیغ کی دونوں جو زبانیں شرر افشاں　　موسیٰ کا عصا کہتا تھا کوئی کوئی ثعباں
غل چار طرف تھا کہ زہے قدرتِ یزداں　　ہیں ایک جگہ دو مہِ نو دست و گریباں
شہباز اجل بازوؤں کو تولے ہوئے ہے
پَر اوجِ سعادت کے ہُما کھولے ہوئے ہے

جلد نمبر ۳، مرثیہ نمبر ۱۵، صفحہ ۲۳۱

اس شان سے لشکر پہ امامِ امم آئے　　جیسے صف آہو پہ ہزبرِ اجم آئے
اتنا تو پکارے کہ خبردار ہم آئے　　اِک دم میں ستم گرتہِ تیغ دو دم آئے
پل بندھ گئے لاشوں کے نہ اِک پل ہوئی آخر
ثابت نہ ہوا کب صفِ اول ہوئی آخر

جب تیغ علیؑ قبلۂ عالم نے علم کی　　اک برق سی میدانِ بلا خیز میں چمکی
اللہ ری بُرش سیفِ شہنشاہِ اُمم کی　　اعدا کو نظر آنے لگی راہ عدم کی
گل رنگ لہو سے جو ہر اک جسم شقی تھا
تھی دوپہر اور دامنِ صحرا شفقی تھا

شمشیر یداللہ نے نئی چال دکھائی　　سرداروں کی صف فوج کو پامال دکھائی
ہر بار چمک برق کی تمثال دکھائی　　سب خون سے مقتل کی زمین لال دکھائی
جل جل کے بدن ناریوں کے سرد ہوئے تھے
ڈر ڈر کے سیہ کاروں کے منھ زرد ہوئے تھے

کٹ کٹ کے صفیں خاک پہ بے جاں نظر آئیں　　جو برچھیاں یاں جمع تھیں وہ واں نظر آئیں
بے چلہ کمانیں سر میداں نظر آئیں　　ساری سپریں خون سے افشاں نظر آئیں
چلاتے تھے وہ ہوش نہ تھا خوف سے جن کو
فریاد کہ شب خون گرا فوج پہ دن کو

خالی نہ کوئی وار گیا تیغِ دو سر کا　　ہاتھ اڑ گئے گر پاؤں بچا کر کوئی سرکا
سینہ جو بچا اس سے کسی بانیٔ شر کا　　تھی عقدہ کشا کھول دیا بند کمر کا
تیغ اُس نے سپر اُس نے زرہ اُس نے نہ چھوڑی
دس انگلیوں میں ایک گرہ اُس نے نہ چھوڑی

رہ رہ کے چمکتی تھی جو شمشیر قضا دم　　غل ہوتا تھا پریوں میں کہ یا حافظ عالم
فوجیں تھیں بنی جان کی سب درہم و برہم　　مضطر تھا فلک کانپتا تھا عرشِ معظم
جب برق چمکتی تھی سرک جاتے تھے جبریلؑ
یا شیرِ خدا کہہ کے جھجک جاتے تھے جبریلؑ

جلد نمبر۳، مرثیہ نمبر۱۵، صفحہ۲۳۴

ڈر سے ہوا فرات کی موجوں کو اضطراب　　اور آب میں سروں کو چھپانے لگے حباب
پانی سے مچھلیوں کو اُبھرنے کی تھی نہ تاب　　دہشت سے سب نہنگ چھپے جا کے زیرِ آب
اک شور تھا بچائے خدا اس کے کاٹ سے
طوفاں اُٹھا ہے تیغِ حسینی کے گھاٹ سے

کعبہ اِدھر تھا جلوہ نما اور اُدھر کنشت　　دوزخ کی آگ اُدھر تھی اِدھر گلشنِ بہشت
گیتی اِدھر کرم کی اُدھر تھی ستم کی کشت　　یاں کارِ نیک ہوتے تھے واں فعل ہائے زشت
شیطان تھا اُس طرف تو ادھر کردگار تھا
میدان میں مقابلۂ نور و نار تھا

بجلی گری کہ فوج پہ تیغِ دو سر گری　　کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ کبھی فرق پہ گری　　سر کاٹ کے ادھر جو اٹھی اِدھر گری
زرہیں تنوں میں مثلِ کفن چاک ہو گئیں
اک آن میں صفیں کی صفیں خاک ہو گئیں

پڑتی تھی جس کے فرق پہ وہ تیغ سر شگاف ہوتا تھا سر سے مثلِ قلم تا جگر شگاف
تا سینہ کوئی اور کوئی تا کمر شگاف چار آئینہ کسی کا کسی کی سپر شگاف
سر تھا اگر تو ہاتھ کا تن پر اثر نہ تھا
ثابت کسی کے ہاتھ اگر تھے تو سر نہ تھا

قبضے میں تھی حسینؑ کے دستِ خدا کی تیغ غل تھا کبھی رکی ہے کسی سے قضا کی تیغ
نیزوں کے بند کاٹتی تھی مرتضیٰؑ کی تیغ عقدوں کو کھول دیتی تھی مشکل کشا کی تیغ
ثابت کسی سوار کے تن پر زرہ نہ تھی
کھولا نہ ہو جسے کوئی ایسی گرہ نہ تھی

دم بھر اماں نہ دیتی تھی وہ برقِ جاں گسل اور ناریوں پہ آگ برستی تھی متصل
روباہ بن گئے تھے جوانانِ شیر دل مقتل کی خاک خون سے سب ہوگئی تھی گل
کشتوں کی حد تو زخمیوں کی انتہا نہ تھی
اعدا کے تن سے دَم کے نکلنے کی جا نہ تھی

سرکش تھے باد کبر سے جو خانماں خراب خود ان کے گر کے ٹوٹ گئے صورت حباب
کڑیوں سے یوں زرہ کے گزر جاتی تھی شتاب جس طرح دام سے نکل آتی ہے موجِ آب
ضربت میں شہ کی ضربِ علیؑ کا قرینہ تھا
سر تھا نہ چار آئینہ تھا اور نہ سینہ تھا

پھولے تھے ہاتھ پاؤں سبھوں کے دمِ ستیز نے تابِ کارزار تھی نے طاقتِ گریز
صرصر کی طرح چلتی تھی ہر سو وہ تیغِ تیز سرگرر ہے تھے جسم سے تھی فصل برگ ریز
اِن باغیوں پہ تیغ کے جوہر عیاں ہوئے
جب پھل لگا تو پھول سپر کے خزاں ہوئے

ہاتھوں میں زور قلب میں صبر و سکوں نہ تھا　　رُخ زرد تھے تنوں میں لعینوں کے خوں نہ تھا
وہ کون سا نشاں تھا جو سرنگوں نہ تھا　　جز موت گم رہوں کا کوئی رہنما نہ تھا

تھے سخت کش مکش میں ستم گار اس طرف
تیغ اس طرف کو کھینچتی تھی نار اس طرف

تھی شکل لا جو تیغ شہِ آدم و ملک　　کرتی تھی نفی کفر صدا وہ تہہ فلک
عالم سے کفر کاف کو اس نے کیا تھا فک　　دو انگلیاں بنی تھیں تہِ چشم شرک و شک

ڈر سے اسی کے کفر کی بنیاد پست تھی
اسلام کو ظفر تو بتوں کو شکست تھی

تھی دستِ شاہِ دیں دو چند آبروئے تیغ　　تھا ہاتھ بھر سروں سے فزوں آبجوئے تیغ
آتش سے معرکے میں مشابہ تھی خوئے تیغ　　دوزخ کو کھنچ گیا کوئی آیا جو سوئے تیغ

سر کٹ کے دور جسم سے اک دم میں جا رہا
تن مثلِ میم قعرِ جہنم میں جا رہا

کرتا تھا شمر لاکھ لڑائی کا بندوبست　　لکھی ہوئی تھی پر خطِ تقدیر میں شکست
نیزے تو تھے بلند مگر ہمتیں تھیں پست　　آگے نہ پاؤں ڈر سے اٹھاتے تھے تیز دست

سر تیغ سے مثالِ قلم کٹتے جاتے تھے
پیچھے ہی ظالموں کے قدم ہٹتے جاتے تھے

اک برق سی چمکتی تھی بالائی سطح خاک　　گاہے سوئے سمک تو کبھی جانبِ سماک
جوشن تو پارہ پارہ تھے اور جسم چاک چاک　　دم لیتی تھی نہ تیغ نہ رکتا تھا دستِ پاک

اپنے پروں کی فکر تھی روح الامین کو
رعشہ تھا چرخِ پیر کو سکتہ زمین کو

جب صف پہ وار کرتے تھے سلطانِ بحر و بر　　اڑتی تھی کٹ کے صورتِ کاغذ ہر اک سپر
چھپتی تھیں بھاگی جاتی تھیں گرتے تھے خاک پر　　قبضوں سے تیغیں جسم سے روحیں تنوں سے سر
پے تھے قدم گریز کے کوچے بھی بند تھے
شعلہ وہ تیغ تھی سر اعدا سپند تھے

چھپتے تھے یوں وہ دیکھ کے اس تیغ کی چمک　　بھاگے شعاعِ مہر سے جس طرح شپرک
اوجِ سما سے زلزلہ برپا تھا تاسمک　　چمکی وہ جب تو کانپ گئے چرخ پر ملک
ہر شے تھی خوفِ جاں سے خشوع و خضوع میں
سجدے میں تھی زمیں تو فلک تھا رکوع میں

جانوں کو چھوڑتی تھی نہ وہ تیغِ برق دم　　تھی اس کی ناب جلوہ سر منزل عدم
ہر جوہر اس کا دیدۂ بینا سے تھا نہ کم　　اعدا کو ڈھونڈھتی تھی وہ قد اس لیے تھا خم
تھی موجِ بہرِ قہر خدا دار و گیر میں
سیلِ فنا کا آب تھا اس کے خمیر میں

بجلی سی کوند کر جدھر آئی جلا گئی　　دم میں چراغِ راہ ضلالت بجھا گئی
لشکر میں فرد فرد کو جوہر دکھا گئی　　خوں سے بھرا نہ پیٹ تو لوہے کو کھا گئی
جوشن کو کاٹ جاتی تھی یوں آ کے اوج سے
پیراک جس طرح نکل آتا ہے موج سے

چلاتی تھیں کمانیں کہ کس جا ہوں گوشہ گیر　　ہم تو خطا شعاروں کے قبضے میں ہیں اسیر
چلنے میں نیزے کانپتے تھے مثلِ پائے پیر　　سہمے ہوئے نکلتے نہ تھے ترکشوں سے تیر
دم بند خنجروں کے بھی تھے اس مصاف میں
تیغیں چھپیں تھیں خوف کے مارے غلاف میں

دریا لہو کا بہتا تھا مقتل کی خاک پر　　کاسے سروں کے مثلِ حباب آتے تھے نظر
تھے مثل موجِ دستِ بریدہ اِدھر اُدھر　　نافیں بھنور تھیں اور کفِ دریا تھے مغزِ سر
نہریں لہو کی دشت میں پیش نگاہ تھیں
کشتوں کی کشتیاں شطِ خوں میں تباہ تھیں

بڑھ بڑھ کے یوں پھر آتے تھے وہ عاشقِ صمد　　ہوتا ہے جس طرح سے سمندر میں جزر و مد
جاتے تھے نیزہ داروں پہ جب صورتِ اسد　　آتی تھی فاطمہؑ کی صدا یا علیؑ مدد
ہو جاتی تھی دو چند برش ذوالفقار میں
ہوتے تھے سب کے ہاتھ قلم ایک وار میں

جس فرق پر چمک کے وہ برقِ اجل گئی　　بوسہ زمین پاک کو دے کر نکل گئی
جب صف کو آنچ لگ گئی اس کی وہ جل گئی　　کاٹا کسی کو گر تو کسی کو نگل گئی
ضربت پہ عقل دیکھنے والوں کی دنگ تھی
اَفعی کسی جگہ تو کسی جا نہنگ تھی

اک شور تھا کہ تیغ ہے یا یہ خدا کا قہر　　بہتی ہے جسکی آگ سے کوسوں لہو کی نہر
ناگن ہے یہ کہ کاٹے کی جس کے نہیں ہے لہر　　اُتری گلے سے چڑھ گیا سارے بدن میں زہر
زخموں سے جسم ڈر سے کلیجے فگار ہیں
جوہر نہیں ہیں تیغ میں دندانِ مار ہیں

سر پر پڑی فرس کے تو سوئے کفل چلی　　وہ منہ کے بھل زمیں پہ چلا یہ نکل چلی
بجلی سی جس لعیں پہ چلی برمحل چلی　　پہنچی ادھر سے تیغ اِدھر سے اجل چلی
دو آفتوں نے دشمنِ دیں کو دبا لیا
سر تیغ نے لیا تو اجل نے گلا لیا

جب حملہ ور امامِ مسیحا نفس ہوئے　　نیچے ہوئے سوار تو اوپر فرس ہوئے
کشتوں کے ڈھیر راس و چپ و پیش و پس ہوئے　　پانچ آ گئے جو تیغ کے نیچے وہ دس ہوئے
کشتوں کی شکل خوں سے جو روپوش ہو گئی
گنتی اجل کو ان کی فراموش ہو گئی

جلد نمبر ۳، مرثیہ نمبر ۱۶، صفحہ ۲۵۰ تا ۲۵۱

زینبؑ پکاری ڈیوڑھی سے اس دم بچشم تر　　یہ کس سے باتیں کرتے ہو یا شاہ بحر و بر
آئی سمٹ کے فوج تمہیں کچھ نہیں خبر　　دم گھٹ گیا نکلتی ہوں خیمے سے ننگے سر
پھر ذوالفقارِ حیدرِؑ صفدر سے کام لو
کس نے کہا کہ ہاتھ لڑائی سے تھام لو

دیکھو وہ تیر چلّوں سے اعدا ملاتے ہیں　　نیزوں کو تولتے ہوئے ظالم پھر آتے ہیں
چھپ چھپ کے حیلہ ساز کمندیں بچھاتے ہیں　　ہے ہے ستم شعار پرے پھر جماتے ہیں
رحم ان پہ، آپ کا نہ جنہوں نے ادب کیا
تیغ علیؑ کو رُوک لیا کیا غضب کیا

پھر کھینچو ذوالفقار کو یا شاہِ دیں پناہ　　ہم کو بچاؤ قید سے ہم ہوئیں گے تباہ
شفقت کریگا آن کے رانڈوں پہ کون آہ　　صدقے گئی سکینہؑ کے سن پر کرو نگاہ
روئی مچل کے گر تو سنبھالی نہ جائے گی
بے آپ کے کسی سے یہ پالی نہ جائے گی

جلد نمبر ۳، مرثیہ نمبر ۱۶، صفحہ ۲۵۴

جب تیغِ یداللہ کھنچی دشتِ وغا میں　　اِک برق غضب کوند گئی ارض و سما میں
چمکے جو شرر چار طرف اُڑ کے ہوا میں　　اعدا میں ہوا غل کہ گھرے قہر خدا میں
سایہ جو پڑا تیغِ دو پیکر کا زمیں پر
جبریلؑ امیں کانپ گئے عرشِ بریں پر

خورشید کو رعشہ ہوا کانپا فلکِ پیر رنگ رُخ جلاد فلک ہو گیا تغیر
آنکھوں کے تلے پھرنے لگی موت کی تصویر تھرا کے عطارد نے صدا دی کہ چلا تیر
غل تھا کہ الٹتا ہے زمانہ کوئی دَم میں
چھپتا تھا قلم لوح میں اور لوح قلم میں

جبریلؑ کو چلانے لگے عرش کے حامل کرسی کو سنبھالو کہ قیامت ہوئی نازل
کہتے تھے سرافیلؑ کہ قابو میں نہیں دل ہے قہر الٰہی غضبِ سرورِ عادل
کونین سے ضرب شہِ عالم نہ رکے گی
یہ تیغ وہ بجلی ہے کہ اِک دم نہ رکے گی

برہم ہے جو طبع پسرِ سید لو لاک سیاروں پہ ثابت تھا کہ اب گرتے ہیں افلاک
گھبرا کے نظر کرتے تھے عیسیٰؑ طرف خاک ڈرتھا سپر مہر نہ ہو جائے کہیں خاک
سر چرخ پہ آ کھینچا ہے شمشیر دو سر کا
شق ہوئے نہ سینہ کہیں پھر آج قمر کا

جلد نمبر۳، مرثیہ نمبر۱۹، صفحہ ۲۷۰

لاسیف اسی حجت قاطع کی ثنا ہے آسیب ہے کیا سیب سے پھل اس کا بنا ہے
یہ لشکر باغی کے لیے دار عنا ہے سائے میں جو اس تیغ کے آیا وہ فنا ہے
جوہر میں جو ہے فتح تو قبضے میں ظفر ہے
دشمن کے لیے تیغ ہے مومن کی سپر ہے

فخر عرب وروم وعجم کی ہے یہ تلوار کاٹے ہیں نشاں جس نے علم کی ہے یہ تلوار
کاٹ اس میں غضب کا ہے ستم کی ہے یہ تلوار مثلِ مہِ نو بدر میں چمکی ہے یہ تلوار
ہلتی تھی زمیں ہاتھ جو قبضے پہ دھرا تھا
خندق کو اسی تیغ نے لاشوں سے بھرا تھا

پائی نہ اَماں لشکر صفین و جمل نے　　عنتر کو جلایا ہے اسی تیغِ اجل نے
نے لات نے مرحب کو بچایا نے جبل نے　　کاٹا شجر کفر کو اس تیغ کے پھل نے

گر پاس نہ ہوتا پَر جبریلؑ امیں کا
ملتا نہ پتہ زیرِ زمیں گاوِ زمیں کا

جس وقت سر چاہ علیؑ کے قدم آئے　　جِنّات ہزاروں تہہِ تیغ دو دم آئے
فریاد کناں ساکن بِیر الالم آئے　　یا شیر خدا دینِ محمدؐ میں ہم آئے

دیجیئے گا سزا پھر اگر اس راہ سے نکلیں
یوسفؑ کی قسم لو جو کبھی چاہ سے نکلیں

اِک ہاتھ میں دوہوں گی سنانوں کو بچاؤ　　ڈھونڈو نہ کمیں گاہ کمانوں کو بچاؤ
مٹ جائے گی یہ شان نشانوں کو بچاؤ　　جب جانیں کہ اس تیغ سے جانوں کو بچاؤ

رکتی ہے نہ جوشن پہ نہ چمکتی ہے کمر پر
یہ مرگِ مفاجات سے جلد آتی ہے سر پر

بے جان کیئے خانۂ تن سے نہیں پھرتی　　بے صاف کیئے فوج کو رن سے نہیں پھرتی
کچھ ہو یہ شجاعت کے چلن سے نہیں پھرتی　　بے سیر گل زخم بدن سے نہیں پھرتی

منہ خود و زِرہ سے کبھی موڑا نہیں اس نے
دشمن کو کبھی جنگ میں چھوڑا نہیں اس نے

بیٹھی ہے تو سر تن سے جدا کر کے اٹھی ہے　　دشمن کو اشارے میں فنا کر کے اٹھی ہے
کافر کے سراپا کو دوتا کر کے اُٹھی ہے　　ہر معرکہ میں حشر بپا کر کے اُٹھی ہے

چمکی ہے یہ جس دَم تو صفیں چاٹ گئی ہے
اِک ہاتھ میں سو سو کے گلے کاٹ گئی ہے

پڑھ کر یہ رَجز شام کے بادل میں در آئے — چمکا کے فرس کو صفِ اوّل میں دَر آئے
بے دینوں کے دل ہل گئے جس دل میں دَر آئے — اِک شیر سے تلواروں کے جنگل میں دَر آئے

تھرا گیا میداں کو ہز برِ اُحد آیا
لشکر میں پڑا شور کہ بھاگو اَسد آیا

اعدا کے سروں پر جو وہ تیغِ دو سر آئی — اِک تیز چھری تھی کہ کلیجوں میں دَر آئی
بجلی سی چمک کر ادھر آئی اُدھر آئی — دو ہو گئی جب تیغ کے نیچے سپر آئی

دَستانے میں یوں کاٹ گئی دستِ ستم کو
جس طرح سے کاٹے کوئی جلدی میں قلم کو

بے دست ہر اک صف تھی تو بے سر تھا ہر ایک غول — خود اُلٹے ہوئے خاک پہ تھے صورتِ کشکول
شمشیرِ دو دستی نے نکالی تھی نئی تول — سر بکتے تھے ارزاں پہ نہ لیتا تھا کوئی مول

اِس تیغ سے فولاد کا دل نرم ہوا تھا
تن سَرد تھے بازارِ اجل گرم ہوا تھا

چار آئینہ والوں کو نہ تھا تیغ سے چارا — چورنگ تھے سینے تو کلیجے تھے دو پارا
کہتے تھے زرہ پوش نہیں جنگ کا یارا — بچ جائیں تو جانیں کہ ملی جان دوبارا

جوشن کو سنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہ دامِ اجل ہے

بدکیش لڑائی کا چلن بھول گئے تھے — ناوک فگنی تیر فگن بھول گئے تھے
سب چلہ کشی عہد شکن بھول گئے تھے — بے ہوشی میں ترکش کا دہن بھول گئے تھے

معلوم نہ تھا جسم میں جاں ہے کہ نہیں ہے
چلاتے تھے قبضے میں کماں ہے کہ نہیں ہے

تولے ہوئے بھالوں کو جفا کار تھے ہر چند　　تھی عقدہ کشا تیغ نہ بندھتا تھا کوئی بند
کیا روکتے تیروں کو جوانانِ تنومند　　تھا شیرِ نیستانِ اسد اللہ کا فرزند
بیرق تھے نہ بھالے تھے نہ پرچم نہ علم تھا
اک ہاتھ میں یاں ہاتھ بھی نیزہ بھی قلم تھا

دم کی تھی دعا شاہ نے کیا تیغِ دو دم پر　　نے خود پہ رُکتی تھی نہ تھمتی تھی جھلم پر
گردن سے جو سینے پہ تو سینے سے شکم پر　　توسن سے رکابوں پہ رکابوں سے قدم پر
جوشن میں فتوحی میں نہ بکتر میں نہ زیں پر
سم کاٹ کے گھوڑے کو جو دیکھا تو زمیں پر

غل تھا کہ زمانے میں نہیں صف شکن ایسا　　تلوار جو ایسی ہو تو ہو تیغ زن ایسا
دنیا میں لڑا ہے کوئی تشنہ دہن ایسا　　کچھ حرفِ شکایت میں نہ آئے چلن ایسا
سکّہ نہ ہو کیوں ضربِ شجاعِ ازلی کا
کونین میں ہے نام حسینؑ ابن علیؑ کا

نیزوں کو ہلاتے تھے جو رہواروں پہ تن کے　　ٹکڑے بھی زمیں پر نہ ملے ان کے بدن کے
جنگل میں چھپے آئے وہاں شیر جو بن کے　　بھاگے وہ ہرن ہو کے بہادر تھے جو رن کے
صفدر نے جواں مردوں کے دل توڑ دیئے تھے
نیزوں کے دمِ تیغ نے منھ موڑ دیئے تھے

انبار تن و سر کے سراسر تھے زمیں پر　　تن تھے کسی جا اور کہیں سر تھے زمیں پر
کاٹے ہوئے ہتھیار برابر تھے زمیں پر　　جوشن کہیں ٹکڑے کہیں مغفر تھے زمیں پر
بے جاں کہیں دو اہل ستم ساتھ پڑے تھے
ریتی پہ کہیں پاؤں کہیں ہاتھ پڑے تھے

کس سر پہ چڑھی تیغ کہ توسن پہ نہ اُتری وہ کون سا توسن تھا کہ یہ تن سے نہ اُتری
بے جان لیے جسم تہم تن سے نہ اُتری اُتری جو وہ نہ، موت بھی گردن سے نہ اُتری
دشمن کو نہ زندہ کسی جا موت نے چھوڑا
تیغ اُتری کمر سے تو گلا موت نے چھوڑا

چلتی تھی چپ و راس جو شمشیر دو دھاری ریتی پہ تڑپتی تھی دو رستہ صفِ ناری
خنجر تھے گلوں پر تو کلیجوں پہ کٹاری کٹ کٹ گئیں تیغیں ستم آرا ہوئے عاری
نوکیں جو پڑیں دل پہ کسی بانیٔ شر کے
دو برچھی کے پھل چار ہوئے ایک جگر کے

افعی کی طرح منھ سے نکالے تھی زباں تیغ ہر دم صفِ کفّار پہ تھی شعلہ فشاں تیغ
گرتی تھی چمک کر کبھی یاں اور کبھی واں تیغ چھپتے تھے جفا جو، جو نہ دیتی تھی اماں تیغ
قبضے میں جو سب فوج تھی اس تیغ دو سر کے
بچ سکتے تھے دشمن نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے

غل تھا کہ نہ ڈھالوں سے یہ تلوار رُکے گی روکے سے نہ یہ برقِ شرر بار رُکے گی
سو بار گرے گی پہ نہ اکبار رُکے گی برقِ غضبِ ایزدِ قہار رکے گی
انگشتِ قضا کہتے ہیں اس تیغ کے پھل کو
سر پر کبھی آتے نہیں دیکھا اجل کو

پشہ وہ کہ لشکر کو یہ پریشاں کیا جس نے آپ ایسی کہ خشکی میں یہ طوفاں کیا جس نے
دَم ایسا کہ سب فوج کو بیجاں کیا جس نے بر ایسا کہ جنگل کو گلستاں کیا جس نے
سر سیکڑوں کاٹے تھے پہ رنگ اس کا ہرا تھا
ہر ناب میں ناگن کی طرح زہر بھرا تھا

قبضہ وہ جسے رکھتے تھے قبضے میں یداللہ ‏ نابوں سے عیاں تھا کہ عدم کی ہے یہی راہ
جوہر وہ کہ ہر فرد بشر جس سے ہوا آگاہ ‏ قد آفتِ دوراں، برش العظمۃ لِللّٰہ
باڑھ ایسی مقابل کبھی دریا نہیں جس سے
گھاٹ ایسا کہ جیتا کوئی اُترا نہیں جس سے

مومن کے لیے نور ہے کافر کے لیے نار ‏ یہ رنگ نیا تھا کہیں آتش کہیں گلزار
اعجاز تو دیکھو کہیں راحت کہیں آزار ‏ قدرت کا تماشا ہے کہیں گل تو کہیں خار
دَم بند تھے دہشت سے شجاعانِ جہاں کے
مسدود تھے سب رستے وہاں امن واماں کے

ناری کو سقر تک کبھی پہنچا کے پھر آئی ‏ دیکھا کسی موذی کو تو بل کھا کے پھر آئی
ناگن کی طرح سن سے کبھی جا کے پھر آئی ‏ جانا تھا کہ بس فوج پہ لہرا کے پھر آئی
غل تھا کبھی یوں تیغ کو چلتے نہیں دیکھا
افعی کو بھی یہ زہر اُگلتے نہیں دیکھا

خوں ناریوں کا چاٹ کے گھبرائی ہوئی تھی ‏ بجھتی جو نہ تھی پیاس تو جھنجھلائی ہوئی تھی
دریا کی طرف جانے پہ لہرائی ہوئی تھی ‏ سب فوج پہ اک برق غضب چھائی ہوئی تھی
منھ کیا تھا کہ اک قہر تھا خم تھا کہ غضب تھا
لشکر کو لہو پی گئی دَم تھا کہ غضب تھا

دو کر کے سر و صدر و شکم ناف سے نکلی ‏ تعریف دلِ صاحبِ انصاف سے نکلی
بجلی سی جو چار آئینۂ صاف سے نکلی ‏ یا فاتحِ خیبر کی صدا قاف سے نکلی
چل جاتا تھا جب وار امامِ مدنی کا
غل ہوتا تھا افلاک پہ اللہُ غنی کا

جب تن کے چلی حالِ عدو غیر کر آئی　　جس صف پہ گری خاتمہ بالخیر کر آئی

کشتوں کے تڑپنے کی کبھی سیر کر آئی　　دریا کی طرف خوں میں کبھی پیر کر آئی

سب گھاٹ سے دنبالے تک خوں میں تر تھی

تلوار نہ تھی ماہی دریائے ظفر تھی

وہ سیل جدھر آتی تلاطم نظر آیا　　آنکھوں سے نہاں مجمع مردم نظر آیا

ہل چل میں سواروں کا پرا کم نظر آیا　　جو تھا بہ سر زیں وہ تہِ سم نظر آیا

منھ کھول کے اژدر نے نوالہ کیا اُس کو

بجلی کی تڑپ نے تہ و بالا کیا اُس کو

جلد نمبر ۳، مرثیہ نمبر ۱۹، صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۷

ہے تیغِ برقِ خرمنِ ہستی اہل شر　　دم لے تہہ زمیں جو پڑے تیغ کوہ پر

بالائے دوش مہر نبوت سی ہے سپر　　ہے قرصِ چشم عشوہ گر لیلیِ ظفر

اِک جادھواں ہے فاطمہ زہراؑ کی آہ کا

ٹکڑا ہے آفتاب پہ ابرِ سیاہ کا

یوں ہاتھ میں لیے ہے کماں فاطمہؑ کا لال　　گویا کہ آفتاب کے پنجے میں ہے ہلال

ترکش کے تیر چلتے ہیں پیک قضا کی چال　　بچنا ہے مرغِ روحِ عدو کے لیے محال

دل دوز اہلِ کفر دمِ صفدری تھی یہ

حکمِ خدا کی طرح خطا سے بری تھی یہ

کھینچی کمر سے شہ نے جو شمشیر شعلہ بار　　بجلی چمک کے ہوگئی گویا فلک کے پار

طائر اُڑے ہوا سے نکلنے لگے شرار　　تھرائی یہ زمیں کہ اُٹھا دشت میں غبار

مرفق تلک اُلٹ لیا جو آستین کو

گرنے کے ڈر سے چرخ نے تھاما زمین کو

پہلے ہوئے دو چار سوارانِ نیزہ باز — تھا جن میں ایک ایک کو اپنے ہنر پہ ناز
یوں آئے تیغ تول کے شاہنشہِ حجاز — جس طرح سے شکار پہ گرتا ہے شاہباز
اللہ کا غضب تھا چمک ذوالفقار کی
فرصت ملی نہ ایک کو نیزے کے وار کی

تھے پست ایک دم میں جوانانِ سر بلند — ہر ضرب میں تھی تیغ علیؑ کی برش دو چند
سر تک گئی وہ جس کے ہوا دو مع سمند — جوں نیشکر قلم ہوئے نیزوں کے بند بند
سر تھا گر تو نیزۂ بیداد گر نہ تھا
نیزہ کسی کے ہاتھ میں گر تھا تو سر نہ تھا

مغرور نیزہ بازی پہ تھا ایک عدوئے شاہ — آیا وہ اس غضب سے کہ اللہ کی پناہ
نیزے کی تھی سناں کہ ٹھہرتی نہ تھی نگاہ — گویا زباں نکالے تھا ایک افعی سیاہ
مانند عمرو معرکہ آرائے رزم تھا
گھوڑے سے شاہِ دیں کو گرا دوں یہ عزم تھا

نیزے کے ہاتھ صورتِ مرحب نکال کر — آگے بڑھا سمند کو کاندھے پہ ڈال کر
آواز دی اجل نے کہ فکرِ مآل کر — للکارے شاہ تیغِ علیؑ کو سنبھال کر
او خوں گرفتہ شیر سے ہم لڑنے والے ہیں
نیزے یہاں کی فوج کے سب دیکھے بھالے ہیں

پھرتی سے اُس لعیں نے کیا اک غضب کا وار — سمجھے یہ سب کہ ہو گیا چھاتی کے وار پار
شہ نے انی کو تھام کے چٹکی میں استوار — دکھلایا زورِ دستِ شہنشاہِ ذوالفقار
ساعد سے ہاتھ ہاتھ سے نیزہ نکل گیا
گھٹنے زمیں پہ ٹیک کے گھوڑا سنبھل گیا

جلد نمبر ۳، مرثیہ نمبر ۲۰، صفحہ ۲۸۶، ۲۸۷

یاد آ گئے علیؑ نظر آئی جو ذوالفقار قبضے کو چوم کر شہِ دیں روئے زار زار
تولی جو لے کے ہاتھ میں شمشیرِ آب دار شوکت نے دی صدا کہ تیری شان کے نثار
فتح و ظفر قریب ہو، نصرت قریب ہو
زیب اس کی تجھ کو، ضرب عدو کو نصیب ہو

جلد نمبر۴، مرثیہ نمبر۱۴، صفحہ ۲۲۷

جب رن میں تیغ تول کے سلطانِ دیں بڑھے گیتی کے تھام لینے کو روح الامیں بڑھے
مانندِ شیرِ نر کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے گویا علیؑ اُلٹے ہوئے آستیں بڑھے
جلوہ دیا جری نے عروسِ مصاف کو
مشکل کشا کی تیغ نے چھوڑا غلاف کو

کاٹھی سے اس طرح ہوئی وہ شعلہ خو جدا جیسے کنارِ شوق سے ہو خوب رُو جدا
مہتاب سے شعاع جدا گل سے بو جدا سینے سے دم جدا رگِ جاں سے لہو جدا
گرجا جو رعد، ابر سے بجلی نکل پڑی
محمل میں دم جو گھٹ گیا لیلیٰ نکل پڑی

آئے حسینؑ یوں کہ عقاب آئے جس طرح کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح
تابندہ برق سوئے سحاب آئے جس طرح دوڑا فرس نشیب میں آب آئے جس طرح
یوں تیغِ تیز کوند گئی اس گروہ پر
بجلی تڑپ کے گرتی ہے جس طرح کوہ پر

گرمی میں تیغِ برق جو چمکی شرر اُڑے جھونکا چلا ہوا کا جو سن سے تر سر اُڑے
پرکالۂ سپر جو اِدھر اور اُدھر اُڑے روح الامیں نے صاف یہ جانا کہ پر اُڑے
ظاہر نشانِ اسمِ ہزیمت اثر ہوئے
جن پر علیؑ لکھا تھا وہی پر سپر ہوئے

جس پر چلی وہ تیغ دو پارا کیا اُسے کھنچتے ہی چار ٹکڑے دوبارا کیا اُسے
واں تھی جدھر اجل نے اشارہ کیا اسے سختی بھی کچھ پڑی تو گوارا کیا اُسے

نے زین تھا فرس پہ نہ اسوار زین پر
کڑیاں زرہ کی بکھری ہوئی تھیں زمین پر

آئی چمک کے غول پہ جب سر گرا گئی دم میں جمی صفوں کو برابر گرا گئی
ایک ایک قصرِ تن کو زمیں پر گرا گئی سیل آئی زور شور سے جب گھر گرا گئی

آ پہنچا اُس کے گھاٹ پہ جو مر کے رہ گیا
دریا لہو کا تیغ کے پانی سے بہہ گیا

یہ آبرو یہ شعلہ فشانی خدا کی شاں پانی میں آگ آگ میں پانی خدا کی شاں
خاموش اور تیز زبانی خدا کی شاں اِستادہ آب میں روانی خدا کی شاں

لہرائی جب اُتر گیا پانی بڑھا ہوا
تیروں تھا ذوالفقار کا پانی چڑھا ہوا

قلب و جناح میمنہ و میسرہ تباہ گردن کشانِ اُمتّ خیر الورا تباہ
جنباں زمیں صفیں تہ و بالا پرا تباہ بے جان جسم و روح مسافر ہوا تباہ

بازار بند ہو گئے جھنڈے اُکھڑ گئے
فوجیں ہوئیں تباہ محلے اُجڑ گئے

اللہ ری تیزی و بُرش اس شعلہ رنگ کی چمکی سوار پر تو خبر لائی تنگ کی
پیاسی فقط لہو کی طلب گار جنگ کی حاجت نہ سان کی تھی اُسے اور نہ سنگ کی

خوں سے فلک کو لاشوں سے مقتل کو بھرتی تھی
سو بار دم میں چرخ پہ چڑھتی اُترتی تھی

تیغِ خزاں تھی گلشن ہستی سے کیا اُسے　　گھر جس کا خود اجڑ گیا بستی سے کیا اُسے
وہ حق نما تھی کفر پرستی سے کیا اُسے　　جو آپ سر بلند ہو پستی سے کیا اُسے
کہتے ہیں راستی جسے وہ خم کے ساتھ ہے
تیزی زباں کے ساتھ بُرش دم کے ساتھ ہے

سینے پہ چل گئی تو کلیجہ لہو ہوا　　گویا جگر میں موت کا ناخن فرو ہوا
چمکی تو الامان کا غل چار سو ہوا　　جو اُس کے منھ پہ آ گیا بے آبرو ہوا
رُکتا تھا ایک وار نہ دس سے نہ پانچ سے
چہرے سیاہ ہو گئے تھے اس کی آنچ سے

بجھ بجھ گئیں صفوں پہ صفیں وہ جہاں چلی　　چمکی تو اس طرف ادھر آئی اِدھر چلی
دونوں طرف کی فوج پکاری کہاں چلی　　اس نے کہا یہاں وہ پکارا وہاں چلی
منھ کس طرف ہے تیغ زنوں کو خبر نہ تھی
سر گر رہے تھے اور تنوں کو خبر نہ تھی

دشمن جو گھاٹ چھتے وہ دھوتے تھے جاں سے ہاتھ　　گردن سے سر الگ تھا جدا تھے نشاں سے ہاتھ
توڑا کبھی جگر کبھی چھیدا سناں سے ہاتھ　　جب کٹ کے گر پڑیں تو پھر آئیں کہاں سے ہاتھ
اب ہاتھ دستیاب نہ تھے منھ چھپانے کو
ہاں پاؤں رہ گئے تھے فقط بھاگ جانے کو

اللہ رے خوفِ تیغِ شہ کائنات کا　　زہرہ تھا آب خوف کے مارے فرات کا
دریا میں حال تھا یہ ہر ایک بدصفات کا　　چارہ فرار کا تھا نہ یارا ثبات کا
غل تھا کہ برق گرتی ہے ہر درع پوش پر
بھاگو خدا کے قہر کا دریا ہے جوش پر

ہر چند مچھلیاں تھیں زرہ پوش سر بسر
منھ کھولے چھپتی پھرتی تھیں لیکن ادھر اُدھر
بھاگی تھی موج چھوڑ کے گرداب کی سپر
تھے تہہ نشیں نہنگ مگر آب تھے جگر

دریا نہ تھمتا خوف سے اس برق تاب کے
لیکن پڑے تھے پاؤں میں چھالے حباب کے

آیا خدا کا قہر، جدھر سن سے آ گئی
کانوں میں الاماں کی صدا رن سے آ گئی
دو کر کے خود زین سے جوشن پہ آ گئی
کھنچتی ہوئی زمین پہ توسن سے آ گئی

بجلی گری جو خاک پہ تیغِ جناب کی
آئی صدا زمین سے یا بوتراب کی

پس پس کے کشمکش سے کماں دار مر گئے
چلّے تو سب چڑھے رہے بازو اُتر گئے
گوشے کٹے کمانوں کے تیروں کے پر گئے
مقتل میں ہو سکا نہ گزارا گزر گئے

دہشت سے ہوش اُڑ گئے تھے مکر و وہم کے
سوفار کھول دیتے تھے منھ سہم سہم کے

تیر افگنی کا جن کی ہر ایک شہر میں تھا شور
گوشہ کہیں نہ ملتا تھا ان کو سوائے گور
تاریک شب میں جن کا نشانہ تھا پائے مور
لشکر میں خوفِ جاں نے انہیں کر دیا تھا کور

ہوش اُڑ گئے تھے فوجِ ضلالت نشان کے
پیکاں میں زہ کو رکھتے تھے سوفار جان کے

غازی نے رکھ لیا تھا جو شمشیر کے تلے
تھی طرقہ کشمکش فلک پیر کے تلے
چلّے سمٹ کے جاتے تھے زہ گیر کے تلے
چھپتی تھی سر جھکائے کماں تیر کے تلے

اس تیغِ بے دریغ کا جلوہ کہاں نہ تھا
سہمے تھے سب پہ گوشۂ امن و اماں نہ تھا

چاروں طرف کمانِ کیانی کی وہ ترنگ رہ رہ کے ابرِ شام سے تھی بارش خدنگ
وہ شور و صیحۂ فرس ابلق و سرنگ وہ لوں وہ آفتاب کی تابندگی وہ جنگ
پھنکتا تھا دشتِ کیں، کوئی دل تھا نہ چین سے
اس دن کی تاب وتب کوئی پوچھے حسینؑ سے

گھوڑوں کی وہ تڑپ وہ چمک تیغِ تیز کی سو سو صفیں کچل گئیں جب جست دخیز کی
لاکھوں میں تھی نہ ایک کو طاقت ستیز کی تھی چار سمت دھوم گریزا گریز کی
آری جو ہو گئیں تھیں وہ سب ذوالفقار سے
تیغوں نے منھ پھرا لیے تھے کار زار سے

اکبرؑ کا نام سن کے جگر پر لگی سناں آنسو بھر آئے روک لی رہوار کی عناں
مڑ کر پکارے لاشِ پسر کو شہِ زماں تم نے نہ دیکھی جنگ مری اے پدر کی جاں
قسمیں تمہاری روح کی یہ لوگ دیتے ہیں
لو اب تو ذوالفقار کو ہم روک لیتے ہیں

کھنچ جائے شکلِ حرب وہ تدبیر چاہیے دشمن بھی سب مقر ہوں وہ تقریر چاہیے
تیزی زباں میں صورتِ شمشیر چاہیے فولاد کا قلم دمِ تحریر چاہیے
نقشہ کھنچے گا صاف صفِ کار زار کا
پانی دوات چاہتی ہے ذوالفقار کا

جلد نمبر۴، مرثیہ نمبر۱۴، صفحہ ۲۳۷ تا ۲۴۱

فرما کے یہ چمکائی جو تیغ شہِ مرداں کفار پکارے کہ گری برقِ درخشاں
رہوار کو رانوں میں دبا کر جو کہا ہاں ہاں منھ سے نکلنی تھی کہ یاں سے وہ گیا واں
پیوست جو تھے تیر وہ باہر نکل آئے
معلوم ہوا پہلوؤں سے پر نکل آئے

بجلی سی ہر اک صف میں چمکتی ہوئی آئی　　شعلے کی طرح گاہ لپکتی ہوئی آئی
آئی وہ جدھر خوں میں ٹپکتی ہوئی آئی　　واں چمکی تو یاں آگ بھڑکتی ہوئی آئی
اسواروں کو اس برق کے واروں نے جلایا
شعلوں سے جو بھاگے تو شراروں نے جلایا

غل فوج میں تھا آج تو ہے آگ برستی　　فریاد ہے اب خاک ہوا خرمنِ ہستی
کوفے کو لگی آگ جلی شام کی بستی　　بس اب کوئی دم میں نہ بلندی ہے نہ پستی
یہ برقِ غضب کم نہیں کچھ قہرِ خدا سے
چنگاریاں آتش کی نکلتی ہیں ہوا سے

بجلی کی طرح لشکرِ سفاک پہ چمکی　　بے جاں ہوا جس کے سرِ ناپاک پہ چمکی
جب ہاتھ اُٹھا چارم افلاک پہ چمکی　　چمکی کبھی گردوں پہ کبھی خاک پہ چمکی
ساتوں طبقِ ارض دہل جاتے تھے اُس سے،
سُکّان سماوات بھی تھراتے تھے اس سے

وار اس کا کوئی روک نہ سکتا تھا سپر پر　　چمکی جو چھری چل گئی دشمن کے جگر پر
گہہ فرق پہ گہہ سینے پہ اور گاہ کمر پر　　پس قطع یہ جامہ تھا اُسی تیغِ دوسر پر
جس پر گئی بے دو کئے پھرتے نہیں دیکھا
بجلی کو بھی اس طرح سے گرتے نہیں دیکھا

ہر ضرب میں چورنگ تھے سو سو ستم ایجاد　　کٹتے تھے مع کاسۂ سر مغفرِ فولاد
چار آئینے میں بھی نہ رہے امن سے جلّاد　　تھی سیلِ فنا خانۂ تن کر دیئے برباد
ضرب اُس کی کسی سے نہ رُکی فوج کے دَل میں
اُتری جو زرہ کٹ کے پھنسے دامِ اجل میں

نیزوں سے قلم ہو کے جو گرتی تھیں سنانیں رہ جاتے تھے سب داب کے دانتوں میں زبانیں
ثابت نہ رہے تیر نہ ترکش نہ کمانیں جانے لگیں دوزخ کو جفا کاروں کی جانیں
ناوک جو ستم گاروں نے ترکش میں دھرے تھے
تیروں سے وہ خالی تھے مگر خوں سے بھرے تھے

شانے پہ جو چمکی تو بغل سے نکل آئی اک ہاتھ مع سر کے نہ دیتا تھا دکھائی
سیدھی جو پڑی سر پہ تو اللہ رے صفائی پس ہوگئی دشمن کے تن و سر میں جدائی
کھینچا اُسے دو کر کے جو شمشیرِ دو سر کو
گھوڑے کے ادھر نصف گرا نصف اُدھر کو

جلد نمبر ۴، مرثیہ نمبر ۱۵، صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴

ہے قبضے میں حضرت کے بس اک تیغ دو پیکر سو مردوں کا تمغہ ہے شجاعوں کا ہے جوہر
کاٹے ہیں اسی تیغ نے جبریلؑ کے شہپر شمشیرِ یداللہ پہ دم دیتے ہیں سرورؑ
منظور نہیں اس سے حفاظت تن و سر کی
تیغ اس لیے باندھی ہے نشانی ہے پدر کی

جس دم یہ کھنچی دم میں جہاں زیر و زبر ہے ہاتھ اس پہ رکھا جب تو سرِ دست ظفر ہے
خود سیف خدا فاتحِ خیبر کا پسر ہے شمشیر کا محتاج نہ پابندِ سپر ہے
ہاتھ اُٹھے جو بے تیغ شہِ کون و مکاں کا
لیں کام دو انگشت سے تیغِ دو زباں کا

جلد نمبر ۴، مرثیہ نمبر ۱۸، صفحہ ۲۹۷

یاں لشکرِ اعدا میں در آئے شہِ عالی لاشوں سے بھرا دشت صفیں ہوگئیں خالی
تلوار پڑی جس پہ نظر شیر نے ڈالی برچھی کا نشانہ تھا کماں جس نے سنبھالی
نیزے کے ہلانے میں جو رُستم سے نہ کم تھے
اک ہاتھ میں، بس ہاتھ بھی نیزے بھی قلم تھے

ہر ضرب میں چورنگ تھے سو سو ستم ایجاد کٹتے تھے مع کاسۂ سر مغفرِ فولاد
چار آئینوں میں بھی نہ رہے امن سے اجساد تھی سیلِ فنا خانۂ تن کر دیے برباد
ضرب اس کی کسی سے نہ رکی فوج کے دل میں
اُتری جو زرہ کٹ کے پھنسا دامِ اجل میں

اس معرکے میں تیغِ بہادر کو ملا اَوج ہر فرد کو اس صاحبِ جوہر نے کیا زوج
تھا قُلزمِ خوں جوش پہ ڈوبی ہوئی تھی فوج آتے تھے نظر دست بریدہ صفتِ موج
خوں میں تو بدن غرق تھے بے دادگروں کے
پہنے تھے حبابوں کی طرح خود سروں کے

وار اُس کا کوئی روک نہ سکتا تھا سپر پر چمکی تو چھری پھر گئی دشمن کے جگر پر
گہہ فرق پہ گہہ سینے پہ اور گاہ کمر پر بس قطع یہ جامہ تھا اسی تیغِ دو سر پر
جس پر گئی بے دو کیے پھرتے نہیں دیکھا
بجلی کو بھی اس طرح سے گرتے نہیں دیکھا

کس طرح قلم لکھ سکے اُس تیغ کے اوصاف مشہور ہے وہ برقِ غضب قاف سے تا قاف
ملعونوں میں تھا اپنی شجاعت کا جنہیں لاف پہلے انہیں سفاکوں پہ ہاتھ اُس نے کیا صاف
غل تھا نہیں لڑتا کوئی تشنہ دہن ایسا
تیغ ایسی نہ دیکھی نہ کبھی تیغ زن ایسا

کیا رحم تھا مولا کا میں اس رحم کے قرباں اُس غیظ میں بھی روکتے تھے تیغ کو ہر آں
حضرت سے جو کہتی تھی وہ تیغِ شہِ مرداں کیوں روکتے جاتے ہو مجھے اے شہِ ذی شاں
میدانِ ستم لاشوں سے بھر دینے دو مجھ کو
خونِ علی اصغرؑ کا عوض لینے دو مجھ کو

مارا ہے ابھی ہاتھوں پہ بچے کو تمہارے　　اصغرؑ سے بھی کیا زیادہ ہیں تم کو یہ پیارے
دم لیجے نہ حضرت انہیں بے جان سے مارے　　اک دم میں یہ مقہور فنا ہوتے ہیں سارے
دل کھول کے جوہر مرے دکھلایئے مولا!
اب کام رحمی کا نہ فرمایئے مولا

مشہور ہے جنگِ اُحد و خیبر و خندق　　لاکھوں تھے اُدھر اور تنِ تنہا اسدِ حق
کھینچا جو مجھے رنگ شجاعوں کے ہوئے فق　　جاں بر نہ ہوا کاٹ سے میرے کوئی مطلق
روکے مجھے طاقت ہے اس فوجِ لعیں کی
میں کاٹنے والی ہوں پرِ روحِ امیں کی

اک دم نہ کبھی مجھ کو جدا کرتے تھے حیدر　　بستر پہ بھی رکھتے تھے مجھے اپنے برابر
ہوتی تھی اِدھر میں تو اُدھر بنتِ پیمبرؑ　　مخدومۂ عالم سے یہ فرماتے تھے اکثر
یہ تیغ عنایات خدائے دو جہاں ہے
تم راحتِ دل ہو میری یہ راحتِ جاں ہے

مولا مرے جب ہونے لگے عازمِ جنت　　تب مجھ کو کیا آپ کو حضرت نے عنایت
فرمایا تھا مجھ سے کہ ہو جب وقتِ مصیبت　　کیجو مرے شبیرؑ کی اُس روز حفاظت
اعدا کے ذبح کرنے کو تیار ہوں مولا
پر رحم سے حضرت کے میں ناچار ہوں مولا

نیزے بنے قاسمؑ نے بھی کھائے مرے ہوتے　　عباسؑ نے بھی ہاتھ کٹائے مرے ہوتے
ہم شکل نبیؐ خوں میں نہائے مرے ہوتے　　تیر آپ کو اعدا نے لگائے مرے ہوتے
جو رنگ نہ گر آج کیا اہلِ جفا کو
کس طرح میں دکھلاؤں گی منہ شیرِ خدا کو

اب بھی نہ مجھے روکو تو غارت انہیں کر دوں
جھپکے نہ پلک سیکڑوں سر کاٹ کے دھر دوں
اک دم میں یہ میدانِ ستم لاشوں سے بھر دوں
سامان قیامت کے عیاں ہوں تہ گردوں

چورنگ نہ گر آج کیا اہل جفا کو
کس طرح میں دکھلاؤں گی منھ شیرِ خدا کو

گر عذر یہ اس دم ہے کہ مجروح ہیں بازو
اعجازِ امامت پہ تو ہے آپ کا قابو
گر چھوڑ دو قبضے کو مرے اے شہ خوش خو
کر دیتی ہوں انبار تن و سر کے میں ہر سو

تیغِ اسد اللہ کی قدرت بھی دکھا دو
بے دینوں کو اعجازِ امامت بھی دکھا دو

لڑنے میں جو آ جاتا تھا ہنگامِ عبادت
بے خوف فریضے کو ادا کرتے تھے حضرت
میں گردِ علیؑ پھرتی تھی پروانے کی صورت
آ سکتا نہ تھا پاس کوئی اہلِ شقاوت

روکوں گی بھی اور کاٹوں گی ملعونوں کے سر بھی
میں آج ہوں تلوار بھی حضرت کی سپر بھی

حضرت نے کہا سن کے یہ اُس تیغ کی تقریر
بازو تو شکستہ ہے پہ عاجز نہیں شبیرؑ
بے تیغ اگر چاہوں تو غارت ہوں یہ بے پیر
پر کس سے لڑوں اے اسد اللہ کی شمشیر

اصغرؑ کا نہ بازو کی جراحت کا الم ہو
مارا ہے جنہیں میں نے اُنہیں کا مجھے غم ہو

مجھ سے یہ نہ ہوئے گا کہ اُمت کو مٹا دوں
اللہ سزا دے گا میں کیا اُن کو سزا دوں
اب بھی یہ اگر سمجھیں تو دوزخ سے بچاؤں
نانا کا مجھے پاس ہے ایذا انہیں کیا دوں

اُمت کا سفینہ تو ڈبویا نہیں جاتا
فرزندوں کو کھویا انہیں کھویا نہیں جاتا

ہر معرکے میں دیکھے ہیں جو ہر ترے اکثر　　رُتبہ ترا پہچانتا ہے نائبِ حیدر
نے ہے کوئی دنیا میں نہ ہوگا ترا ہم سر　　پر تو بھی تو دیکھ آج مرے صبر کے جوہر
وعدے کو لڑکپن کے وفا کرتا ہے شبیرؑ
سجدہ تہِ شمشیر ادا کرتا ہے شبیرؑ

کہہ کر یہ سخن شاہ نے کی میان میں تلوار　　اور رو رو کے بوسے لئے قبضے کے کئی بار
فرمایا بصد درد کہ اے ہمدم و غم خوار　　لے ہوتا ہے رخصت پسرِ حیدرِ کرارؑ
جنت کو چلے تشنہ دہن ہم تو جہاں سے
اب مہدیؑ ہادی تجھے کھینچیں گے میاں سے

جلد نمبر ۴، مرثیہ نمبر ۱۸، صفحہ ۳۰۰ تا ۳۰۲

ہم حکم تجھے دیتے ہیں یاں تیغ علم کر　　اور آیۂ نصرت کو دم تیغ پہ دم کر
لاکھوں سے لڑائی ہے ذرا رحم کو کم کر　　نیزے کو علم کر سرِ اعدا کو قلم کر
جب تک کہ جہاں خلق سے آباد رہے گا
یہ معرکہ بھی حشر تلک یاد رہے گا

یہ سنتے ہی شہ نے سرِ تسلیم جھکایا　　کی عرض کہ جو حکم ترا بارِ خدایا
تلوار جو کھینچی تو ہلا عرش کا پایا　　قدسی یہ پکارے غضب آیا غضب آیا
کاٹا ہے اسی نے پرِ جبریلؑ امیں کو
اللہ بچائے گا کمرِ گاوِ زمیں کو

چمکی جو علم ہو کے وہ شمشیرِ شرر بار　　اک برق سی آئینہ گردوں کے ہوئی پار
دریا میں تلاطم ہوا لرزاں ہوئے کہسار　　مچھلی گئی پانی میں تو دریا میں گرے مار
دہشت سے ہرن شیر کے مسکن میں چھپا تھا
شہباز کبوتر کے نشیمن میں چھپا تھا

شیروں کو نیستاں سے نکلتے ہی بن آئی　　روباہوں نے چھپنے کی جگہ شیر کی پائی
جاں اپنی درندوں نے فقط تھی نہ بچائی　　دیتے تھے پرندے بھی سلیماں کی دہائی

پرواز کے مشتاق تھے پر پھول گئے تھے
ہوش اُڑ گئے تھے خوف سے گھر بھول گئے تھے

تھی فوجِ مخالف میں عجب طرح کی ہل چل　　ایک ایک سے کہتا تھا یہ لشکر سے نکل چل
آفت ہے یہ پیاری ہے اگر جان تو ٹل چل　　ناداں ٹھہرنے کا نہیں ہے یہ محل چل

بجلی ہے یہ بجلی میں جلا دینے کی خو ہے
اک ضربتِ شمشیر میں پھر میں ہوں نہ تو ہے

حملہ جو کیا شاہ نے لشکر ہوا تر بھر　　رُخ پھر گئے جب تاب ٹھہرنے کی کہاں پھر
بالائے زمیں تیغ سے کٹ کٹ کے گرے سر　　اک چشمِ زدن میں صفِ اوّل ہوئی آخر

یوں چل گئی اجسامِ مخالف کے وسط پر
پھر جاتا ہے جس طرح قلم حرفِ غلط پر

اُس صف سے جو نکلی نظر آئی صفِ ثانی　　اُس میں بھی در آیا اسد اللہ کا جانی
آب دمِ شمشیر کی دیکھی جو روانی　　دہشت سے لعینوں کے جگر ہو گئے پانی

کٹ کٹ کے ابھی سر نہ گرے تھے بدنوں سے
روحوں نے کنارا کیا پہلے ہی تنوں سے

افراط سے کشتوں کی لگا موت کا دربار　　غل تھا کہ عبث آئے تھے ہم چھوڑ کے گھر بار
بجلی سے بھی بالا ہے یہ شمشیرِ شرربار　　افلاک سے اک بار وہ گرتی ہے یہ ہر بار

قبضے میں اسی کے ہے جو کچھ کارِ اجل ہے
دستِ ملک الموت ہے یا تیغ کا پھل ہے

وہ تیغ تھی کس گھاٹ کے پانی سے بجھائی　　اک موج تھی دریائے فنا کی جدھر آئی
دیکھے نہ یہ جو ہر نہ یہ تیزی نہ صفائی　　کٹ جائے اگر منھ پہ چڑھے ساری خدائی
پہنچے نہ کبھی سیلِ فنا گھاٹ کو اُس کے
جبریلؑ کے پر جانتے ہیں کاٹ کو اُس کے

برہم جو صفیں ہوگئیں اک جا ہوئے اظلم　　اُس تیغ نے واں بھی اُنہیں لینے نہ دیا دم
برش تھی عجب اور عجب طرح کا دم خم　　ہر شخص پہ بجلی کی طرح گرتی تھی پیہم
کیا جانے وہ پھل کون سے لوہے سے بنا تھا
چلنے میں ہوا لگ گئی جس کے وہ فنا تھا

بے جان تھا جو بڑھتے تھے قدم سے رن کسی کے　　لگتے ہی اُڑا دیتی تھی سرتن سے کسی کے
دو کر کے نکل جاتی تھی توسن سے کسی کے　　رُکتی تھی نہ بکتر سے نہ جوشن سے کسی کے
چار آئینہ والے بھی تہہِ تیغ دو دم تھے
ہر ہاتھ میں دستانے بھی یک دست قلم تھے

خوں میں صفِ دشمن کو دباتی ہوئی آئی　　اعدا کو جھپک اپنی دکھاتی ہوئی آئی
شعلے کی طرح سب کو جلاتی ہوئی آئی　　ہستی کے چراغوں کو بجھاتی ہوئی آئی
ہر سو دمِ اژدر کی طرح شعلہ فشاں تھی
مقراضِ اجل تھی کہ وہ تیغِ دو زباں تھی

اک دم میں سواروں کے رسالوں کو بھی کاٹا　　مانندِ قلم برچھیوں والوں کو بھی کاٹا
لشکر کے نشانوں کو بھی بھالوں کو بھی کاٹا　　تلواریں بھی آری ہوئیں ڈھالوں کو بھی کاٹا
یارا نہ ٹھہرنے کا سمندوں میں رہا تھا
ثابت کوئی حلقہ نہ کمندوں میں رہا تھا

جلد نمبر۴، مرثیہ نمبر ۱۹، صفحہ ۳۱۲ تا ۳۱۴

یہ کہتے تھے کہ چلنے لگے تیر یک بیک — شیر خدا کے شیر نے دیکھا سوئے فلک
آئی ندائے غیب کہ مشتاق ہیں ملک — دکھلا دے ذوالفقارِ ید اللہ کی چمک

سبقت ادھر سے ہو چکی اب کیا درنگ ہے
ہاں اے علیؑ کے لال یہ ہنگامِ جنگ ہے

سنتے ہی یہ امام نے کھینچی کمر سے تیغ — رکتی کبھی نہ تھی جو فرشتوں کے پر سے تیغ
کانپا فلک بلند ہوئی جب کہ سر سے تیغ — برسے اُدھر سے تیر تو چمکی ادھر سے تیغ

غل پڑ گیا شرر جو اُٹھے ذوالفقار سے
بھاگو منھ اژدہے نے نکالا ہے غار سے

جلد نمبر۲، مرثیہ نمبر۲۰، صفحہ ۳۲۷

ہر ضرب میں تنوں سے لعینوں کے سر اُڑے — چمکی ادھر کہ پھول سپر کے اُدھر اُڑے
ترکش ہر اک قلم ہوا نیزوں کے پر اُڑے — لشکر پہ گر کے آگ لگا دی شرر اُڑے

زخموں سے خون گرم کے شعلے نکل گئے
تن ناریوں کے تیغ کے پانی سے جل گئے

تقطیعِ مصرعہ قد اعدا میں تھی وہ فرد — اور نظم چار پارہ میں کامل پئے نبرد
ناقص کیا انہیں جنہیں مولا کا تھا نہ درد — تھے ضربتِ ثقیل سے اس کی خفیف مرد

بحرِ فنا زمیں پہ تو برق آسمان پر
سیفی کا سب عروض تھا اس کی زبان پر

وہ تیغِ آب بحرِ فنا میں بجھائی تھی — خم قہر تھا غضب کی برش اُس نے پائی تھی
جس کے گلے لگی سر و تن میں جدائی تھی — جس صف پہ گر کے برق سی چمکی صفائی تھی

ہر معرکے میں دین کے آگے بڑھی رہی
مرکز کی طرح کفر کے سر پر چڑھی رہی

لوہے کو اس کی کچھ نہ کھلا کون سی تھی قسم　　جوہر سے شکل آئینہ شفاف صاف جسم
کیا جانے اُس پہ شاہ نے کیا دم کیا تھا اسم　　اک دم میں کھول دیتی تھی ہر جسم کا طلسم
مانندِ دیو گر قدِ دشمن بلند تھا
بجلی سی بس چلی کہ جدا بند بند تھا

ہر اک شقی کے سر پہ صفائی سے چل گئی　　آئی اُدھر سے سن سے اِدھر سے نکل گئی
ناری پکارتے تھے کہ ہم سب سے کل گئی　　کشتِ امان و امن شقیوں کی جل گئی
کس کس مزے سے خونِ عدو چاٹتی تھی وہ
ہر عضو مثلِ حرفِ غلط کاٹتی تھی وہ

غازی نے سرکشوں کو تہِ تیغ دھر لیا　　قبضہ اجل کی طرح ہر ایک تن پہ کر لیا
لاشوں سے دشتِ ظلم نے دامن کو بھر لیا　　لیتی ہوئی سپر کو جو اُتری تو سر لیا
ٹھہری نہ خود پر نہ زرہ پر نہ زین پر
سر سے کمر پہ تھی تو کمر سے زمین پر

مثلِ خیار کٹ گئے روئیں تنوں کے سر　　شہ کے قدم پہ لوٹتے تھے دشمنوں کے سر
تودے بنے تھے خاک پہ تیر افگنوں کے سر　　تکیے کی جا پڑے تھے تلے گردنوں کے سر
کشتے پڑے تھے خاک پہ یوں ذوالفقار کے
سوتے ہیں جیسے بوجھ مسافر اُتار کے

اللہ رے تیغ دستِ علیؑ کی صفائیاں　　ماری جو ہتکٹی تو اُڑا دیں کلائیاں
پھرتی سے گرجوانوں نے چوٹیں بچائیاں　　کٹ کٹ گئیں پھکتیوں کے ہاتھوں کی گھائیاں
مقدور کس کو جنگ میں ردّ و بدل کا تھا
ضربت تھی تیغ کی کہ طمانچہ اجل کا تھا

جب مثلِ برق کوند کے بالائے سر گری　　خود آیا زیں پہ تن سے زرہ خاک پر گری
پہنچوں سے ہاتھ کٹ کے سپر پر سپر گری　　واں سے اِدھر اُدھر سے چمک کر اِدھر گری
ضربت کی دھوم قاف سے تا قاف ہو گئی
جو صف بپے مصاف بڑھی صاف ہو گئی

جلد نمبر۴، مرثیہ نمبر۲۰، صفحہ ۳۱۲ تا ۳۲۹، ۳۳۰

یہ کہہ کے ذوالفقار کو کھینچا نیام سے　　ظاہر ہوا یہ معجزہ دستِ امام سے
جوں برق نکلی کوندتی وہ فوجِ شام سے　　دم میں ہٹا دیا اُنہیں اُن کے مقام سے
غصے میں صورتِ اسد حق جدھر گئے
بن تیغ کتنے شاہ کی دہشت سے ڈر گئے

فرمایا ہے کنندۂ خیبر مرا پدر　　لنگر اُکھاڑ دوں کوہ کا ٹوٹی ہے گو کمر
کچھ سوجھتا نہیں کہ موا ہے جواں پسر　　لرزہ ہو شیر کو جو کروں غیظ سے نظر
وارث ہوں ذوالفقار جنابِ امیر کا
رگ رگ میں میرے زور ہے زہراؑ کے شیر کا

لاشے پہ لاشہ ڈال دیا ایک آن میں　　اک تہلکہ سا پڑ گیا کون و مکان میں
کس طرح آ سکے وہ شجاعت بیان میں　　ایسا لڑا نہیں کوئی پیاسا جہان میں
پیدل تو کیا سوار ہزاروں بھگا دیئے
کشتوں کے پشتے رن میں ہر اک جا لگا دیئے

غصے میں آ گیا زبس خلفِ شیرِ کردگار　　بے سر کہیں تھے خاک پہ اک سمت نیزہ دار
گھوڑوں سمیت ٹکڑے پڑے تھے کہیں سوار　　ہرگز کماں کشوں کے نہ لاشوں کا تھا شمار
شبیرؑ باگ اُٹھاتے تھے جب نعرہ مار کے
لگتے نہ تھے زمیں پہ قدم راہوار کے

جوں برقِ تیغ شاہ سروں سے گزر گئی　　سب دیکھتے رہے کدھر آئی کدھر گئی

جس جس کو چھو گئی بس اُس خوں میں بھر گئی　　اک دو ہوئے جو دو تھے انہیں چار کر گئی

اک دم میں شہ نے خون کے دریا بہا دیئے

حیدرؑ کی ذوالفقار کے جوہر دکھا دیئے

جس شخص کے پڑا الفِ تیغ فرق پر　　تھا لام الف کی طرح وہ دو ٹکڑے تو دو کمر

باوصف چار آئینۂ و جوش و سپر　　اعدا کے جوں نقاطِ غلط کٹ گئے تھے سر

ہر صف بصورتِ صفِ باطل قلم ہوئی

ایسی بھی جنگ صفحۂ عالم میں کم ہوئی

گوشوں میں جا چھپے تھے کماں دار دس ہزار　　چادر ہلا رہے تھے شجاعانِ نام دار

دستِ اماں اُٹھاتی تھیں تلواریں بار بار　　نیزے بلند کرتے تھے انگشت زینہار

خود صاحبِ کمند اسیرِ کمند تھے

دم خنجروں کے تیغ کی دہشت سے بند تھے

کشتوں کے ڈھیر دشتِ ستم میں لگا دیئے　　دریا کے پاس خون کے دریا بہا دیئے

ہر حملے میں سواروں کے ٹکڑے اُڑا دیئے　　پیدل بھی ایک دم میں ہزاروں بھگا دیئے

اللہ ری ضرب راحتِ جانِ بتولؑ کی

چلاتے تھے عدو کہ دُہائی رسولؐ کی

جلد نمبر۴، مرثیہ نمبر۲۱، صفحہ ۳۳۷، ۳۳۸

یہ کہہ کے بڑھے بہر وغا سرورِ عالی　　غصے میں نظر شیر سی اُس شیر نے ڈالی

پھر نادِ علیؑ پڑھ کے جو تلوار نکالی　　بجلی سی چمکنے لگی شمشیرِ ہلالی

حیدر کی طرح آئے صفِ لشکرِ کیں پر

بجلی سی گری تیغ ہر ایک دشمنِ دیں پر

دم تن سے جوانوں کا نکلتے ہوئے دیکھا — وہ سرد ہوا جس نے کہ چلتے ہوئے دیکھا
تن شمع کے مانند پگھلتے ہوئے دیکھا — نیزوں کی سنانوں کو اُچھلتے ہوئے دیکھا

اُس تیغِ شرر بار سے بیتاب تھے ناری
تلوار جو تھی آگ تو سیماب تھے ناری

روکا جو سپر کو تو سپر کاٹ کے نکلی — سر پر جو پڑی کاسۂ سر کاٹ کے نکلی
سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی — اُتری جو جگر سے تو کمر کاٹ کے نکلی

ٹھہری نہ کمر پر نہ رُکی خانۂ زیں پر
رہوار کو دو کر کے گری روئے زمیں پر

ناگاہ صدا چرخ سے پیدا ہوئی پیہم — اب روک لے تلوار کو اے سیّدِ عالم
کون ایسا ہے جو سامنا تیرا کرے اس دم — آگے سے ترے بھاگ گیا لشکرِ اظلم

بس خوب لڑے تیغِ شرر بار کو روکو
سب فوج جلی جاتی ہے تلوار کو روکو

جلد نمبر۴، مرثیہ نمبر۲۲، صفحہ ۳۴۷

مسدس "ذوالفقار" کا تعارف

از پروفیسر سید احتشام حسین (مرحوم)

جناب شمیم کرہانی کے متنوع سرمایۂ شاعری میں وہ ذخیرہ بھی کم نہیں ہے جسے ایک خاص طرح کی مذہبی معتقدانہ شاعری سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یوں تو ہر شاعری کسی نہ کسی قسم کے یقین اور عقیدے کا اظہار ہوتی ہے لیکن عرف عام میں مخصوص قسم کے روحانی تجربوں، مذہبی تصورات سے جذباتی یا فلسفیانہ دلچسپی، رہ نمایانِ دین و مذہب کے کارناموں کے احساس کو اس طرح کی شاعری میں خاص جگہ حاصل ہوتی ہے۔ اردو مرثیے کی ترقی یافتہ شکل بھی اسی دائرے میں آتی ہے کیونکہ وہ "وصف میت" کی ابتدائی حدوں کو توڑ کر ایک اعلیٰ پائے کی اخلاقی اور فلسفیانہ نظم کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اپنے عروج کے دور میں مرثیے کی اہمیت کچھ ایسی بن گئی کہ وہی اس کا اصل فنی سانچہ سمجھی جانے لگی اور مرثیے میں تکمیل کی اس منزل تک پہنچنا ہی کمال فن قرار پایا۔ چنانچہ میر ضمیرؔ، میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کے متبعین نے رزم اور بزم، منظر نگاری اور بین میں وہی اندازِ بیان برقرار رکھنے کی کوشش کی تاکہ مرثیہ مرثیہ رہے جیسا کہ ہر فنی اور ادبی روایت کا حشر ہوتا ہے مرثیے کی بھی روایت بدلی اور جب واقعہ کربلا کی تعبیریں نئے ڈھنگ سے کی جانے لگیں تو خالصِ مرثیہ نگاری کی جگہ ایک ایسی نظم گوئی نے لے لی جس میں مرثیے کے عناصر تو موجود رہے لیکن فنی ضوابط اور قیود کی روایت سے چھٹکارا حاصل کر لیا گیا۔ ابھی حال ہی میں کراچی کے بعض علمی حلقوں میں یہ بحث

چھڑ گئی کہ انیسؔ و دبیرؔ سے ہٹ کر جو مرثیے لکھے گئے ہیں انہیں مرثیہ کہنا بھی چاہیے یا نہیں؟ میرا خیال ہے کہ انہیں مرثیہ کہا جائے یا نہ کہا جائے، ان کا لکھنے والا اپنے نقطۂ نظر، اپنے تصورفن اور اپنے طرز اظہار کے پردوں میں امام حسینؑ اور ان کے رفقا کے کارناموں ہی کو پیش کرنا چاہتا ہے۔ میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ وغیرہ نے بھی مرثیے محض رونے رولانے کے لیے نہیں لکھے تھے، گو یہ ان کا اہم ترین مقصد تھا، وہ امام حسینؑ کے کردار اور عمل کے مرقعے پیش کر کے بعض انسانی مسائل کی طرف متوجہ کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے۔ اسی لیے مرثیے کا مطالعہ کرنے والا کسی وقت بھی خیر و شر، حق و باطل، ظلم اور انصاف کی اندرونی آویزش کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

اس حقیقت کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ قدیم مرثیہ نگاروں نے شعوری طور پر ان پہلوؤں کی اہمیت پر زور نہیں دیا، واقعہ کربلا کے ڈھانچے کے اندر ہی ان رشتوں کو پیش کیا جن کو آفاقی نظر سے دیکھا جا سکتا تھا۔ آج کا شاعر کم سے کم اس بات کی کوشش ضرور کرتا ہے کہ واقعۂ کربلا کے انہیں آفاقی پہلوؤں کو اُجاگر کرے جن سے آج کا انسان متاثر ہو سکتا ہے ظاہر ہے کہ واقعے کے حقائق یا اس کی تاریخی ترتیب میں کسی طرح کا تغیر ممکن نہیں ہے لیکن اس کے پیش کرنے میں ایک شاعر اپنے دور کے شعور سے کام لے سکتا ہے دور جدید کی نظمیں جو مرثیے کے قریب آتی ہیں یا جن کا تعلق کسی حیثیت سے بھی واقعہ کربلا سے ہے اُن میں تھوڑی بہت یہ خصوصیت ضرور پائی جاتی ہے۔

جناب شمیمؔ کرہانی کی نظم ذوالفقار کو اسی پہلو سے دیکھنا چاہیے انہوں نے واقعۂ کربلا پر غور کرتے ہوئے جستجو کی ہے جو رسولؐ اسلام، حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے اقوال و افکار اور خیالات میں کردار عمل اور مقاصد میں پایا جاتا تھا۔ انہوں نے اسلام

کے اس انقلاب پر نگاہ کی جو بڑے چھوٹے، کالے گورے، امیر غریب، عرب عجم کے فرق کو مٹانے کے لیے آیا تھا جس کا مقصد انسانی اخلاق کی تکمیل تھا، جس کا نصب العین انسانوں کو انسان بنانا، جہل سے علم کی روشنی میں لانا اور شرافت نفس کو ظاہر کرنا تھا۔ اس طرح انہیں یہ محسوس ہوا کہ رسولؐ مقبول، حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے ان مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے جو ذرائع اختیار کیے وہ اعلیٰ انسانی قدروں کے مظہر تھے چنانچہ وہ چیز جو بظاہر جنگ اور خون ریزی معلوم ہوتی تھی، سماج سے اس فاسد مادے کے نکالنے کا حربہ بن گئی جس کی وجہ سے اس عہد کی دنیا بیمار اور علیل معلوم ہوتی تھی شمیم کرہانی نے بڑی تخلیق ذہانت سے ذوالفقار کو اس علامت کی شکل میں دیکھ لیا جو ارتقائے حیات اور اشاعتِ اخلاق کا ذریعہ بن گئی اس پوری نظم میں (جسے عرفِ عام میں مرثیہ نہیں کہہ سکتے، لیکن جس کے اشارے کی روح اپنے اندر پوشیدہ رکھتے ہیں) ذوالفقار ایک زندہ، باشعور محترک اور بامقصد کردار کی حیثیت رکھتی ہے اور ذوالفقار سے کام لینے والوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ صورت شمیمؔ کرہانی کی اس خوبصورت نظم کو ایک نئی معنویت اور نئی وسعت بخشتی ہے جسے محض جدتِ بیان سے تعبیر کرنا ظلم ہوگا، اس کے پیچھے اسلام اور واقعہ کربلا کے متعلق ایک مخصوص قسم کا شعور کارفرما ہے، ذوالفقار کا عمل صاحبِ ذوالفقار کا عمل ہے اور اس کے کارنامے اس کے چلانے والے کے مقاصد کے کارنامے ہیں۔

عقیدے کی نگاہ میں ذوالفقار وہ تلوار ہے جو رسولؐ اسلام کے ذریعے سے حضرت علیؑ کو خدا کی طرف سے عطا ہوئی اور ہر اس جنگ میں سرسبز اور کامران رہی جو اسلام کے مقاصد کو پھیلانے یا تقویت پہنچانے کے لیے کی گئی پوری نظم میں شاعر نے انہیں حقائق کو پیش نگاہ رکھا ہے۔ اسی وجہ سے اُسے ذوالفقار کبھی ''آئینہ جلالتِ یزدانی''

نظر آتی ہے کبھی ''شیر خدا کی جنبش مژگاں'' کبھی ''شہنشاہِ مشرقین کی رفیق'' دکھائی دیتی ہے کبھی ''احمد مختار کی دعا'' تاریخی حیثیت سے وہ تمام لڑائیاں جن میں حضرت علیؑ شریک ہوئے اسلام کی لڑائیاں تھیں، انہوں نے تلوار اسی وقت اٹھائی جب اسلام کو اس کی ضرورت تھی، شمیم کرہانی اس حقیقت کو بنیاد بنا کر ذوالفقار کے کارناموں کا جائزہ لیتے ہیں اور جب ہر جگہ اس کے کارنامے اسی مقصد کے تابع نظر آتے ہیں تو ان کے قلم سے یہ بیتیں نکل جاتی ہیں۔

ظلمت سے محوِ جنگ تھی تنویر کے لیے
تخریب کرتی پھرتی تھی تعمیر کے لیے

امرت بھرا تھا تیغ علیؑ کی زبان میں
اسلام اس مٹھاس سے پھیلا جہان میں

ضرب یقیں تھی کثرت اوہام کے لیے
آواز لاالہ تھی اصنام کے لیے
اورنگ کے لیے نہ زر و تاج کے لیے
کوشاں تھی اس زمین کی معراج کے لیے

اگر اس حقیقت کو سمجھ لیا جائے کہ پیغمبرِ اسلام اور ان کے اہلِ بیتؑ کی ہر سعی اسلام کی ترویج اور بقاء کے متعلق تھی، ہر اقدام عروج انسانیت کے لیے تھا، ہر کوشش ظلم و شکن اور انصاف نوازی کے لیے تھی تو پھر یہ تسلیم کرنا مشکل نہیں رہ جاتا کہ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے طریقے برابر بدلتے رہیں گے شمیم کرہانی نے بڑی خوبی اور غیر معمولی بصیرت سے اس تصور کو نظم کے لفظ لفظ میں سمو دیا ہے تفصیلات میں گئے بغیر انہوں نے ذوالفقار کے ان کارناموں کا بھی ذکر کر دیا ہے جو بدر، اُحد، خندق، خیبر

اور صفین میں پیش آئے اور ان معرکوں کا بھی جو خاموشی سے سر ہو گئے اس پہلو کی شاعرانہ پیش کش ان کی قدرت بیان کا آئینہ ہے دو بند دیکھئے۔

دانا تھی، دور بیں تھی، حقیقت شعار تھی　　اسرار رزم و بزم کی آئینہ دار تھی
عہد مصالحت ہو تو حرف قرار تھی　　تلوار تھی کہ مصلحتِ کردگار تھی
خاموش رہ کے فاتح آلام بن گئی
عہد حسنؑ میں صلح کا پیغام بن گئی

خندق میں حسن جلوہ نمائی دکھا گئی　　خیبر میں زورِ عقدہ کشائی دکھا گئی
صفّین میں کمالِ صفائی دکھا گئی　　تیغِ خدا تھی شانِ خدائی دکھا گئی
ہر معرکے میں ناخنِ تدبیر ہو گئی
اور کربلا میں صبر کی تصویر ہو گئی

”ذوالفقار اہل بیتؑ کی ایک فرد تھی جب اس کی ضرورت میدان کارزار میں ہوتی تھی تو وہاں جلوہ نمائی کرتی تھی جب گھر کے اندر خاموش بیٹھ رہنا مصلحت ہوتی تھی تو نیام میں بند ہو جاتی تھی، آخری بار اُسے عجیب حالات میں بلند ہونا پڑا۔ امام حسنؑ شہید ہو چکے تھے حق پر باطل کی یورش تھی، وہ نظامِ اسلام جس نے مساوات اور آزادی کا علم بلند کیا تھا اموی حوصلہ مندیوں کے سامنے سرنگوں ہو رہا تھا، حسینؑ جو اب تحفظ اور بقائے اسلام کے تنہا ذمہ دار تھے وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے معاویہ کا پورا عہد اس جد و جہد میں صرف کر دیا کہ شاید حالات بدل جائیں لیکن یزید کے تخت خلافت پر آتے ہی یہ معلوم ہو گیا کہ اسلام کے اندر بہت سا خونِ فاسد جمع ہو گیا ہے، اُسے نکالنا ضروری ہے، چاہے اِس کے لیے اپنا پاک خون بہا دینا پڑے حسینؑ نے ذوالفقار پر نگاہ کی، اسے عمل کے لیے ویسا ہی آمادہ پایا جیسا کہ رسولؐ اور

علیؑ کے دور میں دیکھ چکے تھے، چنانچہ ہر طرح کی حجت تمام کرنے کے بعد، اسلام کو جینے کا حق دلانے کے لیے، مساوات اور آزادی کا سبق یاد دلانے کے لیے ذوالفقار کو بے نیام کرنا پڑا۔

میں نے جو باتیں سیدھی سادی نثر میں کہہ دی ہیں، شمیم کرہانی نے انہیں ایک اچھوتے، انوکھے، پرجوش اور پُر فکر انداز میں نظم کیا ہے مشکل ہی سے کوئی بند ایسا ہوگا جس میں کسی اہم تاریخی واقعے کی طرف اشارہ موجود نہ ہو اور بصیرت انگیز انداز سے اس واقعے کی آفاقیت اور اہمیت کو بے نقاب نہ کیا گیا ہو، ہمارے قدیم مرثیہ نگاروں نے جس طرح تلوار کی تعریف کی تھی، اس کے سحر میں گرفتار ہوئے بغیر شمیم کرہانی نے ایک نیا راستہ تلاش کر لیا، اور ایسا پیرایۂ بیان اختیار کیا جو وقت کے مذاق سے ہم آہنگ ہے۔

جیسا کہ ابتداء میں کہا گیا یہ نظم مرثیے سے مختلف ہے لیکن اس میں جو تاثر پوشیدہ ہے وہ مرثیے کی بعض خصوصیات رکھتا ہے اور وہی فضا پیدا کرتا ہے جو مرثیے کے مطالعے سے پیدا ہوتی ہے۔ کربلا میں امام حسینؑ کی مظلومیت، شجاعت اور صبر و شکر کی طرف ایسے لطیف اشارے ملتے ہیں جن میں غیر معمولی اثر اور سوز و گداز کا ایسا سامان موجود ہے کہ حساس طبیعتوں کو بے چین کر سکتا ہے۔ اس حیثیت سے بھی یہ نظم بہت کامیاب ہے، مجھے یقین ہے کہ اس کا مطالعہ کرنے والے اس کے فکری پہلو سے بھی محظوظ ہوں گے اور قدرت بیان سے بھی انہیں انداز نظر کی جدت بھی متاثر کرے گی اور موضوع کا الم انگیز گداز بھی۔

ذوالفقار

......از......
شمیم کرہانی

باطلِ شکن، مجاہد ایماں تھی ذوالفقار — تدبیر چارہ سازئ انساں تھی ذوالفقار
شیر خدا کی جنبشِ مژگاں تھی ذوالفقار — آئینہ جلالتِ یزداں تھی ذوالفقار ۱
روشن ہے کائنات پہ قیمت میں قدر میں
اتری تھی آسمان سے چمکی تھی بدر میں

تیغِ جمیل مردِ مجاہد کا زیب وزین — زہراؑ کی پاسبان محمدؐ کے دل کا چین
خیبر شکن، رفیق شہنشاہِ مشرقین — غم خوارِ حق، معینِ علی، ناصرِ حسینؑ ۲
آل نبیؐ کی ہمدم و ہمدرد بن گئی
ایسی کہ اہلِ بیتؑ کی اک فرد بن گئی

کافر کی رہ گزار میں آندھی، شرر، بلا — مومن کی انجمن میں دھنک، پنکھڑی، صبا
ہر جنگ میں بلند، توانا، قوی، رسا — تلوار تھی کہ احمدؐ مختار کی دعا ۳
ٹپکا لہو جو ضرب پڑی کارگر ہوئی
پھوٹی کرن دیارِ عرب میں سحر ہوئی

حُسن وضیا میں قوسِ قزح سے دوچند تھی — دائم ظفر نصیب سدا فتح مند تھی
رتبے میں گو ہلالِ فلک سے بلند تھی — لیکن عجیب تیغ حقیقت پسند تھی ۴
جلوہ فشاں تھی، مہر جہاں تاب کی طرح
گردن خمیدہ رکھتی تھی محراب کی طرح

خوش طرز و خوش صفات تھی شمشیرِ حیدری　　آئینۂ ثبات تھی شمشیرِ حیدری
۵
حلاّلِ مشکلات تھی شمشیرِ حیدری　　حکمت کی ایک بات تھی شمشیرِ حیدری

ظلمت سے محو جنگ تھی تنویر کے لیے
تخریب کرتی پھرتی تھی تعمیر کے لیے

باطل کے سرکشوں کے لیے آہنی کمند　　ایماں کے غمزدوں کے لیے قلبِ دردمند
۶
اس کی نہ ایک ضرب نہ واعظ کے لاکھ پند　　ہوتی تھی رزم گاہ میں اس طرح سر بلند

سایہ فضا میں سیف اخیٔ رسولؐ کا
جیسے دعا کو ہاتھ اٹھا ہو بتولؑ کا

ہر جنگ میں نبیؐ کی مددگار ہی رہی　　ایماں کی دوست، دین کی غمخوار ہی رہی
۷
مظلوم آدمی کی طرف دار ہی رہی　　مالک کی طرح صاحبِ کردار ہی رہی

غصّے میں سر حریف کا حاصل نہیں کیا
ذاتی غرض کو جنگ میں شامل نہیں کیا

تیغِ علیؑ کی رفعتِ منزل نہ پوچھیے　　کتنی تھی کارِ خیر میں، کامل نہ پوچھیے
۸
کیسی تھی اہلِ ظلم کی قاتل نہ پوچھیے　　سارے مجاہدات کا حاصل نہ پوچھیے

خندق میں ایک ضرب تھی اس آن بان کی
طاعت نثار ہو گئی دونوں جہان کی

خسرو کی آرسی نہ سکندر کا آئینہ　　تھی ذوالفقار سیرتِ حیدرؓ کا آئینہ
۹
بہرِ نجات، رحمتِ داور کا آئینہ　　لطفِ خدا و خلقِ پیمبرؐ کا آئینہ

امرت بھرا تھا تیغِ علیؑ کی زبان میں
اسلام اس مٹھاس سے پھیلا جہان میں

لطفِ رسولؐ، رحمتِ باری تھی ذوالفقار — صحرا میں بوئے بہاری تھی ذوالفقار
۱۰
سارے عرب میں جاری و ساری تھی ذوالفقار — ذہن ستم پہ ضربتِ کاری تھی ذوالفقار

محوِ دوا تھی مائلِ پیکار تو نہ تھی
کفّار کا علاج تھی تلوار تو نہ تھی

قہر خدا تھی، مہر مجسم تھی ذوالفقار — رعدِ غضب تھی، رحمتِ عالم تھی ذوالفقار
۱۱
دشمن کا زخم، دوست کا مرہم تھی ذوالفقار — آئینہ دارِ شعلہ و شبنم تھی ذوالفقار

قتالِ اہل شر تھی، رفیقِ رسولؐ تھی
کانٹا تھی دشمنی میں محبت میں پھول تھی

اعلیٰ تھی ذوالفقار معلّیٰ تھی ذوالفقار — تابش تھی ذوالفقار تجلّی تھی ذوالفقار
۱۲
جلوہ تھی ذوالفقار، مجلّا تھی ذوالفقار — منبر تھی ذوالفقار، مصلاّ تھی ذوالفقار

زنجیر ڈالتی تھی ضلالت کے پاؤں میں
پڑھتے تھے حق پرست نماز اس کی چھاؤں میں

حق نے جسے زمیں پہ اتارا وہ ذوالفقار — برقِ غضب تھا جس کا اشارا وہ ذوالفقار
۱۳
تھی قہر ذوالجلال کا دھارا وہ ذوالفقار — اترا تھا جس کے گھر میں ستارا وہ ذوالفقار

رن کی فضا میں دائرہ نور بن گئی
چمکی تو برقِ خرمنِ صد طور بن گئی

جو مایہ دار خوش لقبی تھی وہ ذوالفقار — جو ناصرِ شہ عربیؐ تھی وہ ذوالفقار
۱۴
جو ہاشمی تھی، مطلبی تھی وہ ذوالفقار — جو دوست دارِ آل نبی تھی وہ ذوالفقار

رُعبِ غضب سے گور کنوں کو دبا لیا
بنتِ نبیؐ کی قبر کو جس نے بچا لیا

لیتی تھی منکروں کے دلوں کی تلاشیاں　مقصد یہ تھا کہ دور کرے بدقماشیاں
۱۵
دل داریاں بڑھیں تو مٹیں دل خراشیاں　کرتی تھی ریگ زار میں وہ تخم پاشیاں

دشت و جبل میں نخلِ محبت اُگا دیا
پتھر کو ایسا نرم کیا دل بنا دیا

آئینہ خرد تھی فروغِ شعور تھی　خوددار تھی، سخی تھی، جری تھی، غیور تھی
۱۶
غمخوار تھی، جفا و تشدد سے دور تھی　ہاں دشمنِ رسولؐ کی دشمن ضرور تھی

کس طرح شکل دیکھتی ظالم رقیب کی
عاشق جو تھی وہ اپنے خدا کے حبیبؐ کی

ہم دردِ مصطفیؐ تھی، نگہبانِ مصطفیؐ　ہوتی تھی رزم گاہ میں قربانِ مصطفیؐ
۱۷
ارمانِ ذوالفقار تھا ارمانِ مصطفیؐ　پہنچا رہی تھی دہر میں فرمانِ مصطفیؐ

رن میں رواں تھی تیغ دودم بوتراب کی
یا نبض چل رہی تھی رسالت مآب کی

تیغِ علیؑ سے کافرِ بد بیں ہلاک تھا　سینہ ستم گرانِ ضلالت کا چاک تھا
۱۸
بدکیش غرق خون تھا، عدو نذرِ خاک تھا　پھر بھی گُنہ کے داغ سے تن اسکا پاک تھا

تقدیسِ ذوالفقار کی کیا گفتگو کریں
دامن نچوڑ دے تو فرشتے وضو کریں

ظلمت شکن چراغِ رہِ اہل اعتبار　ایماں پسند حُسنِ تیقّنِ کی جلوہ زار
۱۹
چلتی تھی ساتھ لیے دین کی بہار　منشائے ذوالفقار تھا منشائے کردگار

حکم خدا سے جنگ میں مصروفِ کار تھی
تلوار تھی کہ کلکِ مشیّت نگار تھی

محوِ خدا، عدوئے پرستاری صنم وحشت کے اک دیار میں تہذیب کا قدم
ایماں پرست مصلحِ قوم جفا شیم ۲۰ دینِ ہُبل پہ رکھتی تھی اصلاح کا قلم

ہر ضرب سے عیاں تھی ادا فکر و غور کی
تاریخ لکھ رہی تھی تمدّن کے دَور کی

جس رُخ چلی حیات کو بیدار کر گئی باطل کے خرمنوں کو شرر زار کر گئی
قلعہ غرور و جہل کا مسمار کر گئی ۲۱ نوری تھی اہل نار کو فی النّار کر گئی

تن کو جلا کے کفر کا من ٹھیک کر دیا
ایسی چلی کہ سب کا چلن ٹھیک کر دیا

دنیا توہمّاتِ روایت لئے ہوئے تیغ علیؑ یقینِ درایت لیے ہوئے
ہادی ہو جیسے شمعِ ہدایت لیے ہوئے ۲۲ رُوخ اُلامیں نجات کی آیت لیے ہوئے

تیغ علیؑ کو مانیئے ایمان کی طرح
اتری تھی آسمان سے قرآن کی طرح

مسلک تھا ذوالفقار کا ایمان و اعتقاد رکھتی تھی اپنے مالکِ صابر پہ اعتماد
دینا پڑی مورخِ عالم کو چُپ کی داد ۲۳ تھی سیفِ مرتضیٰ کی خموشی بھی اک جہاد

اسلام پر فساد کا در کھولتی نہ تھی
بعدِ رسولؐ مصلحتاً بولتی نہ تھی

قنبر نواز، حامیِ آزادیِ غلام رسمِ شہنشہی کی عدو، مخلصِ عوام
دنیا کو دے رہی تھی نیا مجلسی نظام ۲۴ پہنچا رہی تھی دہر میں توحید کا پیام

تبلیغ حق میں مائل صد انہماک تھی
تیغِ علیؑ مفسّرِ قرآنِ پاک تھی

ایماں فروز، دافعِ ہر ظلمت و محن انجم نگاہ مہر جبیں ، برق پیراہن
۲۵
یزداں پرست، دشمنِ اربابِ اہرمن باطل شکن، غرور شکن، بت کدہ شکن

ضربِ یقیں تھی کثرت اوہام کے لیے
آوازِ لاالہ تھی اصنام کے لیے

سلطان دہر ہوں، کہ فقیرانِ فاقہ مست تھے عدل کی نگاہ میں یکساں بلند پست
۲۶
کرتی تھی انقلابِ تمدن کا بندوبست رجعت پسند ذہن کو دیتی تھی وہ شکست

جمہور کی رفیق، عدو سامراج کی
ناظم معاشرت کی مدّبر سماج کی

مطلب یہ تھا کہ قلب نہ کوئی تپاں رہے مظلومی گدا نہ غرورِ شہاں رہے
۲۷
نوعِ بشر نہ بھوک سے آشفتہ جاں رہے دنیا سے دور کلفتِ سود و زیاں رہے

دے دے کے اہلِ ظلم کی دولت عوام کو
مضبوط کر رہی تھی معاشی نظام کو

پیغامِ انقلاب تھی شمشیرِ حیدری پھیلا رہی تھی دہر میں آئینِ ہم سری
۲۸
دیتی نہ تھی گدا پہ سلاطین کو برتری مطلق اُسے پسند نہ تھی نا برابری

بڑھتا تھا اہلِ زر جو کوئی گھات کے لیے
کرتی تھی اس کو قتل مساوات کے لیے

صحنِ چمن، جبین عرق آشنا کی ضو عشرت، شباب تیشہ محنت کی صبح نو
۲۹
کھیتی چراغِ خونِ جفاکش کی سبز لو لیکن جفا نصیب کے حصے میں نانِ جو

یہ ظلم بے سزا یہ شقاوت معاف تھی
تلوار اس طریقِ عمل کے خلاف تھی

کنکر لہو کے رنگ سے بنتا ہے اک نگیں ۳۰ سونا بغیر عزم اگلتی نہیں زمیں
کھلا گئی حیات تو دھرتی ہوئی حسیں گلشن کھلے، جو خون سے تر ہو گئی جبیں
لیکن ملا نہ کوئی صلہ مرد کار کو
غصہ اسی نظام پہ تھا ذوالفقار کو

پھر کیوں کوئی دکھی کوئی سرمایہ دار ہے ۳۱ انسان آفریدۂ پروردگار ہے
اے انقلاب! آ، تجھے کیا انتظار ہے کوئی زیاں نصیب، کوئی سود خوار ہے
تیغِ علیؑ ہے درد کا درماں لیے ہوئے
صبحِ بہار عشرتِ انساں لیے ہوئے

ناوک جہالتوں کی طرف چھوڑتی رہی ۳۲ ایماں کی سمت، کفر کا رُخ موڑتی رہی
ذہن عرب کے سارے صنم توڑتی رہی جہل و غرور و کبر کا سر پھوڑتی رہی
تکبیرِ حق بتوں کو سناتی چلی گئی
پتھر پہ اِک لکیر بناتی چلی گئی

یعنی زمین حق کو بناؤ نہ کارزار ۳۳ لَاتُفْسِدُوْا کی شرح تھی ہر ضربِ ذوالفقار
اسلام دے رہا ہے تمہیں زندگی کا پیار کیوں پھر رہے ہو دہر میں تم صورتِ غبار
کیسے رہیں زمیں پہ طریقہ سکھا گئی
جینے کا آدمی کو سلیقہ سکھا گئی

ہر ضرب اس کی ٹھیک تھی، ہر زخم برمحل ۳۴ محکم تھی آرزو میں، ارادے میں تھی اَٹل
قرآن تھا ایک علم، تو شمشیر اکِ عمل حکم خدائے پاک سے تھی مائلِ جدل
خونی تھی ذوالفقار، نہ قاتل تھی ذوالفقار
علمِ کتابِ پاک پہ عامل تھی ذوالفقار

دل ہنس پڑے، جُدا حسد و کینہ ہو گئے ۔ سینوں سے دور غصّۂ دیرینہ ہو گئے
۳۵
قلبِ جہاں، خلوص کا گنجینہ ہو گئے ۔ لات و منات قصّۂ پارینہ ہو گئے

جھگڑا چکا کے کفر کا، اِنصاف کر گئی
میدان اہلِ حق کے لیے صاف کر گئی

مدِّ نظر تھی بے کس و مغموم کی مدد ۔ تھی فرضِ عین، دیدۂ محروم کی مدد
۳۶
اس کی مدد کو مانئے معصوم کی مدد ۔ تیغ علیؑ تھی، کرتی تھی مظلوم کی مدد

اہلِ ستم کے واسطے بجلی فنا کی تھی
شمشیر حیدری تھی کہ لاٹھی خدا کی تھی

فاتح تھی جشنِ فتح مناتی چلی گئی ۔ ہر معرکے میں دھوم مچاتی چلی گئی
۳۷
باطل کے پرچموں کو جھکاتی چلی گئی ۔ آذر کے بت کدوں کو گراتی چلی گئی

یوں بت پرست قوم کی چھاتی فِگار کی
ہے آج تک دلوں میں چُھبن ذوالفقار کی

آواز جاں گداز تھی اغیار کے لیے ۔ پیغامِ دل نواز تھی دیندار کے لیے
۳۸
حرفِ ظفر تھی حیدر کرار کے لیے ۔ حصنِ حصین تھی احمدِ مختار کے لیے

تیغ دو دم امینِ جلال و جمال تھی
تلوار تھی علیؑ کی، محمدؐ کی ڈھال تھی

کرتی تھی دفع دل سے نفاق و حسد کا زہر ۔ شہرہ تھا اس کی رُوح نوازی کا شہر شہر
۳۹
دوڑا رہی تھی ایک نئی زندگی کی لہر ۔ جولاں تھا ارتقا کی طرف کاروانِ دہر

اورنگ کے لیے نہ زر و تاج کے لیے
کوشاں تھی اس زمین کی معراج کے لیے

دانا تھی، دور بین تھی، حقیقت شعار تھی اسرارِ رزم و بزم کی آئینہ دار تھی
عہد مصالحت ہو تو حرفِ قرار تھی ۴۰ تلوار تھی کہ مصلحتِ کردگار تھی

خاموش رہ کے فاتحِ آلام ہو گئی
عہد حسنؑ میں صلح کا پیغام ہو گئی

خندق میں حُسنِ جلوہ نمائی دکھا گئی خیبر میں زورِ عقدہ کشائی دکھا گئی
صفّین میں کمالِ صفائی دکھا گئی ۴۱ تیغِ خدا تھی، شانِ خدائی دکھا گئی

ہر معرکے میں ناخنِ تدبیر ہو گئی
اور کربلا میں صبر کی تصویر ہو گئی

کب دشت نینوا میں برائے وغا چلی ایفائے عہد کے لیے وہ باوفا چلی
منزل تھی امتحاں کی بہ صبر و رضا چلی ۴۲ بہرِ وفائے جنگ سرِ کربلا چلی

برقِ الٰہ، موجۂ تسنیم ہو گئی
محرابِ عشق میں سرِ تسلیم ہو گئی

اہلِ عرب سے دادِ شجاعت لیئے ہوئے گُردانِ شام و رے کو شکستیں دیئے ہوئے
مولا علیؑ کا جام تولّا پیئے ہوئے ۴۳ آلِ رسولؐ پاک پہ سایہ کیئے ہوئے

تھے اہلِ بیتؑ، سیفِ مصفّا کی چھاؤں میں
یا قافلہ بہشت کا طوبیٰ کی چھاؤں میں

غم خوارِ اہل بیتؑ تھی صحرا میں ذوالفقار بے کس کی دستگیر، غریبوں کی چارہ کار
کنبے کی پاسبان، رفیقوں کی پاسدار ۴۴ خیبر شکن کی تیغ تھی اللہ کا حصار

محفوظِ غم، ہر اہل یقیں تھا اسی جگہ
اسلام خود پناہ گزیں تھا اسی جگہ

قرآنِ حق، موئیدِ کارِ خدا رہی ۔ سارے منافقانِ جہاں سے خفا رہی
اصنامِ دہر کے لیے برق، بلا رہی ۔ ہر دور کے یزید سے جنگ آزما رہی
۴۵
شعلوں کو لالہ زار بناتی چلی گئی
ہر بولہب کی آگ بجھاتی چلی گئی

دنیائے شعلہ خو کے لیے نارِ جاں گُسل ۔ آتش فشاں مدام، شرر بار مستقل
لیکن جہانِ مہر و محبت میں نرم دل ۔ آلِ خلیل کے لیے خنکیٔ معتدل
۴۶
نمرودیت کی آگ کو ایسا بجھا دیا
امن و سلامتی کا گلستان کھلا دیا

رکھتی تھی ربط آلِ محمد کے کام سے ۔ تھا عشق اسے حسین علیہ السّلام سے
اہلِ عرب سے ضد تھی نہ اربابِ شام سے ۔ تھا اس کو اختلاف یزیدی نظام سے
۴۷
نعرہ تھا لب پہ تیغ کے، ہل من مزید کا
بجلی تلاش کرتی تھی خرمن یزید کا

وہ چاہتی تھی، بند ہو رسم و رہِ ستم ۔ صبح خوشی کا راج ہو، مٹ جائے شامِ غم
زر کے اجارہ دار اکیلے نہ تم نہ ہم ۔ رکھیں بلند، وحدت اقوام کا علم
۴۸
پرچھائیاں الگ نہ ہوں خورشید کے تلے
کارواں ہو پرچمِ توحید کے تلے

ہر چند اس نے حکم نہ پایا جہاد کا ۔ لیکن وہ بند کر کے رہی درِ فساد کا
ٹھنڈا مزاج کر دیا ہر بدنہاد کا ۔ پھر جل سکا چراغ نہ ابنِ زیاد کا
۴۹
ضو تیغ کی یزید بد انجام تک گئی
وہ صبح تھی کہ جس کی چمک شام تک گئی

کدتھی کہ حق کو خواب نہ سمجھے امیرِ شام　ظلمت کو آفتاب نہ سمجھے امیرِ شام
۵۰
خونِ بشر کو آب نہ سمجھے امیرِ شام　مذہب کو شعلِ ناب نہ سمجھے امیرِ شام

آیاتِ حق کو گھول کے جامِ گلاب میں
قرآن پاک کو نہ ڈبو دے شراب میں

ضد تھی کہ دین کو نہ مٹا دے امیرِ شام　تہذیب کو نہ کھیل بنا دے امیرِ شام
۵۱
ملت کو خاک میں نہ ملا دے امیرِ شام　اسلام کا دیا نہ بجھا دے امیرِ شام

کی سعی اس نگاہ سے ایمان کے لیے
اک روشنی تو چاہیئے انسان کے لیے

کوشاں تھی بال و پر نہ کہیں چھین لے یزید　انسان کی سحر نہ کہیں چھین لے یزید
۵۲
آزادیِ بشر نہ کہیں چھین لے یزید　تمیز خیر و شر نہ کہیں چھین لے یزید

نقش یقیں کو نقش توہم بنا نہ دے
اس خطِ مستقیم کو ظالم مٹا نہ دے

جلدی اٹھائے اپنا بسیرا کہیں یزید　ڈالے نہ ذہنِ وقت پہ ڈیرا کہیں یزید
۵۳
کر دے نہ زندگی میں اندھیرا کہیں یزید　ڈاکو ہے، لوٹ لے نہ سویرا کہیں یزید

اسلام کو نہ غرق تمنائے مُل کرے
یہ آخری چراغ ہے اس کو نہ گل کرے

کہتی تھی وہ رقیبِ تمدن یزید ہے　گلزارِ حق میں دشمنِ گلبن یزید ہے
۵۴
جو نوچ لے جگر کو وہ ناخن یزید ہے　اسلام کی بِنا کے لیے گُھن یزید ہے

جلدی مٹاؤ ایسے ظلوم و جھول کو
دیمک ہے چاٹ جائے نہ دینِ رسولؐ کو

۵۵
الحاد ہے، عناد ہے، انکار ہے یزید ظلمت پسند، دشمنِ انوار ہے یزید
انسانیت کے واسطے آزار ہے یزید عبد و خدا کے بیچ میں دیوار ہے یزید
دل توڑ کر حیات کو ویراں بنا نہ دے
خطرہ یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کو ڈھا نہ دے

۵۶
جہل و جفا و جور کا گہوارہ ہے یزید مارِ سیاہ عقرب جرّارہ ہے یزید
طبع حریض و طینتِ امّارہ ہے یزید گردش ہے جس کی نحس وہ سیّارہ ہے یزید
پھیلا ہوا ہے تیرگیِ شام کی طرح
محو ستم ہے گردشِ ایّام کی طرح

۵۷
کہتی تھی ذوالفقار کہ غدّار ہے یزید اِک آمرانہ قصر کا معمار ہے یزید
اسلام کے نظام سے بیزار ہے یزید طبعِ علیل و ذہن غلط کار ہے یزید
دو موت کا پیام ستم گار کے لیے
داروئے تلخ چاہیے بیمار کے لیے

۵۸
برہم کہ ہے غریقِ خرابات میرِ شام گڑھتا ہے تازہ تازہ روایات میرِ شام
پہچانتا نہیں ہے مقامات میرِ شام کرتا ہے رو معنیِ آیات میرِ شام
ڈر ہے کہ رکھ کے نار کے پردے میں نور کو
ذہنِ یزید مسخ نہ کر دے شعور کو.

۵۹
غصّہ کہ دین حق پہ ہے کیوں حکم راں یزید علم و یقیں حسینؑ ہیں، وہم و گماں یزید
رکھتا نہیں لحاظِ لبِ تشنگاں یزید انساں پہ بند کرتا ہے آبِ رواں یزید
تھا مال و زر سے کام نہ تختِ پلید سے
جینے کا حق وہ مانگ رہی تھی یزید سے

جسمِ جہاں کا عنصرِ بے کار ہے یزید　　گمراہیوں کا قافلہ سالار ہے یزید
محو ظلام و بستۂ زُنّار ہے یزید　۶۰　معصوم ہیں حسینؑ گنہ گار ہے یزید
سیراب علقمہ سے تو سارا عرب رہے
جو مالکِ فرات ہو وہ تشنہ لب رہے

غش میں پڑے ہیں عابدؑ بیمار و ناتواں　　چھایا ہوا ہے چہرہ قاسمؑ پہ اک دھواں
زینبؑ کے دونوں پھول ہیں اور صرصرِ خزاں　۶۱　سوکھی ہوئی ہے اصغرِؑ معصوم کی زباں
پیاسے ہیں تین روز سے آشفتہ حال ہیں
معلوم ہے؟ یہ ساقیٔ کوثر کے لال ہیں

دنیا میں بے نظیر ہیں عقبیٰ میں بے عدیل　　جاری ہے ان کے فیض سے آفاق میں سبیل
حلہ انہیں کے واسطے لائے تھے جبرئیل　۶۲　یہ مالک بہشت ہیں سُلطان سلسبیل
محتاجِ آب آج ہیں پیارے بتول کے
پہنچانتے ہو؟ پھول ہیں باغ رسولؐ کے

جو پھول ہے وہ غیرتِ صد ماہتاب ہے　　عباسؑ کا شباب علیؑ کا شباب ہے
اکبر ہے یا بہشتِ بریں کا گلاب ہے　۶۳　پانی تو ایسے پھولوں کو دینا ثواب ہے
یہ سب پلے رسولؐ کے بستان پاک میں
اور تم ملا رہے ہو انہیں خون و خاک میں

تم آزماؤ دے کے انہیں دردِ جاں گسل　　گل ہائے سرمدی ہیں نہ ہوں گے یہ مضمحل
خوش ہوں گے اور زخم جو کھائیں گے متصل　۶۴　عزم و عمل کی جان ہیں، صبر و رضا کا دل
کیا غم، اگر پہاڑ گریں ان پر جبر کے
فرزندِ فاطمہؑ ہیں یہ عادی ہیں صبر کے

افسوس! حکمِ جنگ نہیں ذوالفقار کو ورنہ الٹ کے رکھ دے ابھی کارزار کو
۶۵
پانی پلائے لا کے شہؑ دل فگار کو پر کیا کرے، وہ مصلحتِ کردگار کو

تیغِ ظفر ہے فاتحِ بدر و حنین کی
چپ چاپ تک رہی ہے جو صورت حسینؑ کی

اِک روز قلعہ گیر تھی شمشیرِ حیدری اب اک عصائے پیر تھی شمشیرِ حیدری
۶۶
مظلوم تھی، اسیر تھی شمشیرِ حیدری اشکوں کی اک لکیر تھی شمشیرِ حیدری

شمشیرِ غم زدہ میں جھلک ابتلا کی تھی
یا ڈبڈبائی آنکھ شہِ لافتیٰ کی تھی

اصغرؑ کی غم گسار ہے، اکبرؑ کی غم گسار بنتِ نبیؐ کے چاند سے دل بر کی غم گسار
۶۷
سارے عزیز وہم دم و یاور کی غم گسار صحرائے بے کسی میں بہتر کی غم گسار

تلوار ہو گی، حیدرؑ کرّار کے لیے
تکیہ ہے آج عابدِؑ بیمار کے لیے

وہ دوپہر وہ چہرۂ شبیرؑ پر غبار وہ حُرملہ کا تیر، وہ حلقومِ شیر خوار
۶۸
جلتی ہوئی وہ ریت وہ بانو کا گل عُذار تھرا رہی تھی فاتحِ خیبر کی ذوالفقار

یہ بھی تھا کام تیغِ دو پیکر کے واسطے
تیار کی لحد علی اصغرؑ کے واسطے

کٹتا ہوا حسینؑ کا سر دیکھتی رہی جلتا ہوا رسولؐ کا گھر دیکھتی رہی
۶۹
بنتِ علیؑ کو برہنہ سر دیکھتی رہی دیکھا نہ جا رہا تھا مگر دیکھتی رہی

ایسا پڑا نہ وقت کبھی ذوالفقار پر
کیا اعتراض، مرضیٔ پروردگار پر

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی:

بدر و اُحد میں
"لا سیف اِلاّ ذوالفقار" کی منادی

ا۔ (بحذف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے روایت کی کہ امام حسینؑ نے فرمایا: ایک اعرابی رسولؐ خدا سے ملنے کے لیے آیا، آپ سرخ رنگ کی خوبصورت چادر اوڑھ کر اس کے پاس آئے۔ اعرابی نے کہا: یا رسولؐ اللہ! آپ تو یوں میرے پاس آئے جیسے آپ جوان ہوں۔ آنحضرت نے فرمایا: اعرابی! میں خود ہی جوان نہیں بلکہ میں ایک جوان کا فرزند اور ایک جوان کا بھائی بھی ہوں۔ اعرابی نے کہا: آپؐ تو جوان ہیں لیکن آپ کے جوان کے فرزند اور جوان کے بھائی کیسے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ (الانبیاء ۶۰)

کہنے لگے ہم نے ایک جوان کے متعلق سنا جو ان بتوں کو برا بھلا کہتا ہے اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔

ابراہیم جوان تھے، میں ان کا فرزند ہوں اور جہاں تک ایک جوان کے بھائی ہونے کا تعلق ہے تو اُحد کے دن منادی نے یہ ندا دی تھی۔

لا فتیٰ اِلا علی لا سیف اِلا ذوالفقار

علیؑ جیسا کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔

وہ جوان علیؑ میرا بھائی ہے اور میں اس کا بھائی ہوں۔ (امالی صدوق، ص ۱۶۷، حدیث ۱۰۔ معانی الاخبار، ص ۱۱۹، بحار بحوالہ امالی وھانی، ج ۴۲، ص ۶۴، حدیث ۶)

۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جنگِ بدر میں ایک فرشتے نے آسمان سے منادی کی، اس فرشتے کا نام رضوان تھا اور اس نے یہ منادی کی تھی:

لا سیف الا ذوالفقار و لا فتیٰ الا علیؑ (روضۃ الواعظین، ص ۱۲۸)

یہی روایت علمائے اہل سنت نے بھی اپنے ہاں نقل کی ہے، چنانچہ سمعانی نے کتاب فضائل الصحابہ ابن مغازی الشافعی نے مناقب میں بھی یہ روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔

ذوالفقار کا وزن

حافظ رجب البرسی لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ نے مرحب پر ذوالفقار کا وار کیا اور اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے زمین پر تڑپتا ہوا چھوڑا تو اس وقت جبریلؑ متعجب ہو کر نازل ہوئے، رسولِ خدا نے ان سے فرمایا:

تمہیں کس بات سے اتنا تعجب ہو رہا ہے؟

جبریل امینؑ نے جواب دیا: اس وقت آسمان کے تمام فرشتے مل کر لا فتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار کا نعرہ بلند کر رہے ہیں، اور مجھے ذاتی طور پر تعجب تو اس وجہ سے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا تھا تو میں نے اس بدکار قوم کے سات شہروں کو زمین سے کاٹ کر اپنے پروں پر اٹھایا تھا اور میں نے انہیں اتنا بلند کیا تھا کہ حاملین عرش نے ان کے مرغوں کی آوازیں اور ان کے بچوں کے رونے کی صدائیں سنی تھیں اور میں نے انہیں صبح ہونے تک اپنے پروں پر اٹھائے

رکھا اور اللہ کے فرمان کا انتظار کرتا رہا، مجھے ان کا بوجھ ذرا برابر بھی محسوس نہ ہوا، اور آج جب علیؑ نے اپنی ہاشمی ضرب چلائی تو خدا نے مجھے حکم دیا کہ اس کی تلوار کا کونہ پکڑ لوں تا کہ اس کی تلوار زمین کو چیر کر اس ثور تک نہ پہنچ جائے جس نے زمین کے بوجھ کو اٹھا رکھا ہے تا کہ زمین پلٹنے سے محفوظ رہ سکے۔

چنانچہ میں نے حکم خداوندی سے علیؑ کی تلوار کے کونے کو پکڑا تو اس کا وزن مجھے قومِ لوط کے شہروں سے بھی زیادہ محسوس ہوا، اور عجیب بات یہ ہے کہ اسرافیلؑ اور میکائیلؑ نے بھی علیؑ کے بازو کو ہوا میں پکڑا ہوا تھا۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۱۱۰)

جنگِ صفّین میں ذوالفقار

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رقمطراز ہیں کہ عبداللہ بن عباس نے کہا:

مائیں علیؑ کا نظیر پیدا کرنے سے بانجھ ہیں، خدا کی قسم! میں نے علیؑ جیسا سالار نہ تو سنا نہ آنکھوں سے دیکھا، خدا کی قسم! جنگِ صفین کے موقع پر میں نے دیکھا کہ آپ نے سفید عمامہ باندھ رکھا تھا اور آپ کی آنکھوں سے جلال ٹپک رہا تھا اور آپ اپنے فوجی گروہوں کو جنگ کی ترغیب دے رہے تھے اور آپ ترغیب دیتے ہوئے میرے پاس بھی تشریف لائے، اس وقت میں بھی ایک گروہ کا سالار تھا۔

اتنے میں لشکر معاویہ میں سے اس کا ممتاز ترین گروہ نمودار ہوا جسے ''کتیبہ شہباء'' کہا جاتا تھا، یہ گروہ بیس ہزار گھوڑوں پر سوار تھا اور انہوں نے اپنے آپ کو لوہے میں چھپایا ہوا تھا، ان کی آنکھوں کے علاوہ ان کے وجود کا کوئی بھی حصہ کہیں سے دیکھائی نہیں دیتا تھا اور جب وہ اکٹھے ہمارے لشکر کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں دیکھ کر اہلِ عراق کے حوصلے پست ہو گئے۔

جب امیر المومنینؑ نے محسوس کیا کہ آپ کا لشکر اس دستہ کو دیکھ کر گھبرا گیا ہے تو

آپؑ نے اپنے لشکر کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

اہلِ عراق تمہیں ان سے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ متفرق وجود ہیں اور یہ ڈرپوک دلوں کے مالک ہیں اور آنے والے وہ ٹڈی دل ہیں جو ہوا کا ایک تیز جھونکا بھی برداشت کرنے سے قاصر ہیں ان کی باگیں شیطان کے ہاتھ میں ہیں اور بدعت کے داعی نے انہیں گمراہ کر رکھا ہے۔ یہ تو باطل پرست ٹولہ ہے جب اہلِ حق کی تلواریں ان کے وجود سے ٹکرائیں گی تو یہ ایسے ہی بھاگیں گے جیسے تیز آندھی میں پتنگے اُڑنے لگتے ہیں۔ لہٰذا خوفِ خدا کو اپنا شعار بناؤ، اطمیان و وقار کی چادر اوڑھ لو اور اپنے دانتوں کو بھینچ لو اس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جایا کرتی ہیں۔ زرہ کی تکمیل کرو، تلواروں کو کھینچنے سے پہلے نیاموں میں اچھی طرح ہلا جلا لو اور دشمن کو ترچھی نگاہوں سے دیکھتے رہو، دائیں بائیں دونوں اطراف نیزوں کے وار کرو، دشمن کو نیزوں کی باڑ پر رکھ لو اور تلواروں کے ساتھ ساتھ قدموں کو آگے بڑھاؤ، یقین رکھو کہ تم اللہ کے روبرو اور رسولؐ خدا کے چچا زاد بھائی کے ساتھ ہو، بار بار حملہ کرو اور بھاگنے سے شرم کرو، اس لیے کہ یہ نسلوں کے لیے ننگ و عار اور روزِ محشر دوزخ کی آگ کا باعث ہے، خوشی سے اپنی جانیں اللہ کے سپرد کر دو اور باوقار طریقہ سے موت کی جانب پیش قدمی کرو اور شامیوں کی اس جماعت اور طنابوں سے کھنچے ہوئے خیمے کو اپنے پیشِ نظر رکھو اور اس کے وسط پر حملہ کر دو اس لیے کہ شیطان اس کے ایک گوشے میں چھپا ہوا ہے جس نے ایک طرف تو حملے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہوا ہے اور دوسری طرف بھاگنے کے لیے قدم پیچھے ہٹا رکھا ہے۔ تم مضبوطی سے اپنے ارادے پر جمے رہو یہاں تک کہ حق صبح کے اُجالے کی طرح ظاہر ہو جائے۔ تم ہی غالب ہو اور خدا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے اعمال کو ضائع اور برباد نہیں کرے گا۔

پھر آپ نے اپنے لشکر سے فرمایا کہ آنے والے دستہ سے مت ڈرو۔ میں خود ہی ان سے نمٹ لوں گا۔ اس کے بعد حضرتؑ نے تکبیر بلند کی اور ان پر شدید حملہ کر دیا اور برق رفتاری سے کبھی دائیں حملہ کرتے اور کبھی بائیں حملہ کرتے۔ یہاں تک کہ غبار اُٹھا جس میں ہر طرف گرتے ہوئے سر دکھائی دیتے تھے اور کٹتے ہوئے ہاتھ نظر آتے تھے۔ آخر کار معاویہ کا وہ مایہ ناز دستہ دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ جب وہ بھاگ گئے تو آپؑ اپنے لشکر کی طرف پلٹے۔ اس وقت آپؑ کی تلوار سے خون ٹپک رہا تھا اور آپ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ''کفر کے سربراہوں سے جنگ کرو ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے تاکہ وہ باز آ جائیں'' کی آیت تلاوت کر رہے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب اس دستہ کے بھگوڑے سپاہی معاویہ کے پاس پہنچے تو معاویہ نے پہلے تو اپنے دستہ کی بربادی پر افسوس کا اظہار کیا۔ پھر اس نے ان سپاہیوں کو بھاگنے کی ملامت کی تو ان میں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ علیؑ نے مجھ پر حملہ کر دیا تھا۔ میں بھاگتا نہ تو اور کیا کرتا اور جب میں بھاگ رہا تھا تو علیؑ میرے تعاقب میں تھا۔

معاویہ نے کہا: تم پر افسوس! علیؑ فردِ واحد ہے وہ پوری متفرق جماعت کے ایک ایک فرد کے پیچھے کیسے بھاگ سکتا تھا۔ (عیون المعجزات، ص ۴۸)

ذوالفقار جنگِ خندق میں

راوندی رقم طراز ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب جنگِ خندق میں امیر المومنین علیہ السلام نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا تو آپؑ نے اپنی تلوار ذوالفقار اپنے فرزند امام حسنؑ کے حوالے کی اور ان سے فرمایا: اس تلوار کو

اپنی والدہ کے پاس لے جاؤ اوران سے کہو کہ اس تلوار کو صاف کریں۔

امام حسنؑ ذوالفقار لے گئے اور حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے اسے پانی سے دھویا، پھر امام حسنؑ تلوار لے کر حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس لائے۔ اس وقت آپؑ رسولؐ خدا کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے دیکھا تو تلوار کے درمیان خون کا ایک نقطہ لگا ہوا تھا جو کہ صاف نہیں ہوا تھا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: کیا اسے آپؑ کی والدہ نے نہیں دھونا تھا؟

امام حسنؑ نے عرض کیا: ابا جان! میری والدہ ماجدہ نے اسے بھی صاف کیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: پھر یہ خون کا چھینٹا باقی کیوں رہ گیا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہی سوال ذوالفقار سے کرو وہ تمہیں اس کا جواب دے گی۔

آپؑ نے ذوالفقار کو حرکت دی اور فرمایا: کیا تجھے طاہرہ نے دھویا نہیں تھا؟

اللہ تعالیٰ نے تلوار کو بولنے کی قوت عطا کی اور وہ کہنے لگی: جی ہاں۔ طاہرہ نے مجھے اچھی طرح سے دھویا تھا لیکن آج آپؑ نے میرے ذریعہ سے جس لعین کو قتل کیا ہے فرشتوں کو اس سے شدید عداوت تھی اسی لیے میں نے اس لعین کے خون کا ایک قطرہ پی لیا اور یہ میرا حصہ تھا۔ آپؑ جس وقت بھی مجھے بے نیام کریں گے تو فرشتے اس قطرہ کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ آپ پر درود پڑھیں گے۔ (الخرائج، ج۱، ص۲۱۵)

ذوالفقار سے "یغوث" کا قتل

راوندی نے مقرن سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا: ہم کچھ افراد امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا:

جب میرا بھائی علیؑ آئے تو اس سے کہنا کہ وہ یہ مشک پانی کی بھر کر اور تلوار لے کر دو پہاڑوں کے درمیان آ کر مجھ سے ملے۔

جب حضرت علیؑ آئے تو جناب ام سلمہؓ نے انہیں پیغام دیا کہ آپؑ یہ پانی کی مشک بھریں اور تلوار حمائل کر کے رسولؐ خدا سے دو پہاڑوں کے درمیان جا کر ملاقات کریں۔

حضرت علیؑ نے مشک میں پانی بھرا اور آپؑ رسولؐ خدا کی طرف چل پڑے اور جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو وہاں سے دو راستے نکلتے تھے۔ آپؑ کو معلوم نہ تھا کہ کس راستہ پر جانا ہے آپؑ نے دیکھا تو پہاڑ پر ایک چرواہا دکھائی دیا۔

آپ نے اس سے فرمایا: چرواہا! کیا یہاں سے رسولؐ خدا گزرے ہیں؟

چرواہے نے کہا: اللہ نے کسی کو رسول نہیں بنایا۔ آپؑ نے ایک پتھر اٹھایا۔ چرواہے نے چیخ ماری تو پہاڑ پر ہر طرف سوار اور پیادہ نمودار ہوئے اور انہوں نے آپؑ پر پتھر برسانے شروع کیے۔ جیسے ہی آپؑ پر سنگ باری شروع ہوئی تو آپؑ نے دیکھا کہ دو سفید پرندے آئے جنہوں نے آپؑ پر اپنے پروں کا سایہ کیا۔

الغرض آپؑ نے سفر جاری رکھا اور سوار اور پیادے سنگ باری میں مصروف رہے اور آپؑ چلتے چلتے رسولؐ خدا کے پاس پہنچ گئے اور اتنے میں سنگ باری کا سلسلہ بھی موقوف ہو گیا۔

رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ! آپ پریشان کیوں ہیں؟

حضرت علیؑ نے سارا واقعہ آنحضرتؐ کے گوش گزار کیا تو آپؐ نے فرمایا: جانتے ہو وہ چرواہا کون تھا اور دو پرندے کون تھے؟

آپ نے کہا: نہیں یا رسولؐ اللہ! آپؐ ہی فرمائیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ چرواہا ابلیس لعین تھا اور سفید پرندے جبریلؑ و میکائیلؑ تھے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: تلوار لے کر ان پہاڑوں کے درمیان چلے جاؤ اور راستے میں جو تیرے سامنے آئے اسے بے دریغ قتل کر دو۔

آپؑ نے تلوار اٹھائی اور پہاڑوں کے درمیان چلے گئے۔ وہاں آپؑ کو ایک شخص دیکھائی دیا جس کی آنکھیں برق کی طرح تھیں اور اس کے دانت درانتی کی طرح تھے اور اس کے سارے وجود پر سیاہ بال تھے۔ امیر المومنینؑ نے اس پر تلوار کا وار کیا مگر آپؑ کا وار کارگر ثابت نہ ہوا۔ پھر آپؑ نے اس پر دوسرا وار کیا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اسے قتل کرنے کے بعد آپؑ رسولؐ خدا کے پاس آئے اور کہا:

یا رسولؐ اللہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔

یہ سن کر رسولؐ خدا نے تین بار تکبیر کہی اور فرمایا: یہ ''یغوث'' تھا اب یہ قیامت تک کسی بت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (الخرائج، ج۔۔۔،ص۱۷۹)

بیر العلم اور ذوالفقار

ابن شہر آشوب نے اپنی اسناد سے ''مناقب'' میں عبداللہ بن عباس سے ایک طویل روایت نقل کی جس کا ماحصل یہ ہے:

رسولؐ خدا حدیبیہ پر تشریف فرما تھے، لوگوں کے پاس پانی ختم ہو گیا اور پیاس کا غلبہ ہوا، رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا کوئی ایسا ہے جو پانی بھرنے والوں کے ساتھ جائے اور بیر ذات العلم سے ہمارے لیے پانی لے کر آئے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

ایک جماعت پانی بھرنے کے لیے روانہ ہوئی جن میں سلمہ بن اکوع بھی شامل تھا اور جب وہ اس کنوئیں سے قریب ہوئے اور درختوں کے قریب پہنچے تو انہیں ہیبت ناک آوازیں اور طبلوں کی آوازیں سنائی دیں، انہوں نے دیکھا کہ بغیر کسی ایندھن

کے آگ جل رہی تھی۔

یہ منظر دیکھ کر وہ سب کے سب واپس آ گئے، جب رسولؐ خدا نے اپنے ساتھیوں کو ناکام لوٹتے ہوئے پایا تو آپؐ نے پھر فرمایا: کوئی ہے جو پانی بھرنے والوں کے ساتھ جائے اور پانی بھر لائے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

آنحضرتؐ کا یہ اعلان سن کر بنی سلیم کا ایک شخص کھڑا ہوا، وہ رجز پڑھتا ہوا کنوئیں کی طرف روانہ ہوا، جب وہ کنوئیں کے قریب گیا اور اس نے دل ہلا دینے والی چیخیں اور دلدوز مناظر دیکھے تو وہ بھی واپس آ گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو پانی بھرنے والوں کے ساتھ جائے اور کنوئیں سے پانی لے آئے۔ میں اس کی جنت کا ضامن ہوں۔

اب کوئی بھی نہ اٹھا اور لوگوں کی حالت پیاس سے غیر ہوتی جا رہی تھی۔ آنحضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم انہیں ساتھ لے جاؤ اور وہاں سے پانی بھر کر لاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام کنوئیں کی طرف روانہ ہوئے اور آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

اعوذ بالرحمٰن ان امیلا

من عزف جن اظھروا تاویلا

وا وقدت نیرانھا تعویلا

وقرعت مع عزفھا الطبولا

اور جب جنات آگ روشن کریں اور آوازوں کے ساتھ ساتھ طبل بجائیں۔ ان تمام حالات میں گھبرا جانے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بہر ونوع آپ کے ساتھ جانے والوں کا بیان ہے کہ جیسے ہی ہم کنوئیں کے قریب گئے تو وہاں ہمیں شعلے اور دھواں دکھائی دیا اور ہیبت ناک آوازیں آنے لگیں۔

آپؑ نے فرمایا: تم جو کچھ دیکھو یا سنو اس سے تمہیں خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم لوگ میرے پیچھے چلے آؤ، ہم آپؑ کے پیچھے چلتے گئے اور جب ہم اس کنوئیں کے قریب پہنچے تو ہمیں آگ کے الاؤ دیکھائی دیئے اور ہیبت ناک آوازیں سنائی دیں اور کٹے ہوئے سر ہمارے آگے گرنے لگے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم لوگ ان سے ذرہ برابر بھی خوف نہ کھاؤ، تم میرے پیچھے پیچھے چلتے آؤ، دائیں بائیں مت دیکھو۔ جب ہم کنوئیں کی منڈیر پر پہنچے تو براء بن عازب نے کنوئیں میں ڈول پھینکا، ابھی اس نے ایک یا دو مرتبہ ڈول پھینکا ہوگا کہ کنوئیں کے اندر سے جنات نے اس کی رسی کاٹ دی اور ڈول کنوئیں میں گر گیا، کنواں تاریخ اور تنگ تھا، کنوئیں کے اندر سے ہمیں جنت کے قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں۔

حضرت علیؑ نے ہم سے فرمایا: کوئی ہے جو لشکر گاہ جائے اور وہاں سے ڈول اور رسی لے آئے؟

ہم نے کہا: ہم میں سے تو کسی کی یہ جرأت نہیں ہے۔

جب آپؑ نے دیکھا کہ کوئی بھی جانے پر آمادہ نہیں ہے تو آپؑ نے ایک چادر باندھی اور کنوئیں میں اتر گئے۔ آپؑ جیسے ہی کنوئیں میں اترے تو وہاں سے قہقہوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس کے بعد سخت مقابلے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ہم حضرت علیؑ کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ پھر کچھ دیر بعد آپؑ کی یہ صدا بلند ہوئی۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ انا عبداللہ و انا اخو رسول اللہ۔ اللہ اکبر۔

میں اللہ کا عبد اور رسولؐ خدا کا بھائی ہوں۔

پھر آپ آہستہ آہستہ کنوئیں سے باہر آئے اور ڈول اور رسی بھی ساتھ لائے۔

بعدازاں آپؑ نے اس سے پانی بھر بھر کر ہماری مشکوں میں ڈالا اور ہم مشکیں پُر کر کے واپس رسولؐ خدا کے پاس پہنچے۔تمام لشکر نے پانی پیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

(بقدر الحاجہ) (مناقب ابن شہرآشوب، ج۲،ص ۸۸۔۹۰)

(معجزاتِ آلِ محمدؐ حصہ اوّل تالیف علامہ سید ہاشم البحرانی)

ذوالفقار کا تذکرہ ''مناقبِ ابنِ شہرآشوب'' میں

آیہ وانزلنا الحدید الخ کے متعلق تفسیر سدی میں ابوصالح اور ابنِ عباس سے مروی ہے کہ جب آدمؑ جنت سے نکلے تو ان کے ساتھ ایک تلوار تھی جو جنت کی چنبیلی کے پتہ سے بنائی گئی تھی، آیت کا اگلہ حصہ ہے فیہ باس شدید آدمؑ اپنے دشمن جن اور شیاطین سے اسی کے ذریعے سے لڑتے تھے اور اس پر لکھا تھا، میرے انبیاء ہمیشہ اسی کی مدد سے جنگ کرتے رہیں گے، نبیؐ کے بعد دوسرا نبیؐ اور صدیق کے بعد دوسرا صدیق یہاں تک کہ وارث ہوں گے اس کے امیر المومنینؑ اس سے نبی امی محاربہ کریں گے آیت کا اگلہ حصہ یہ ہے منافع للناس یعنی محمدؐ و علیؑ کو نفع دینے والی ہے پھر ہے انّ اللہ قویٌ عزیز یعنی علیؑ کے ذریعے سے کفار کو عذاب دینے والا ہے۔

ہمارے تمام اصحاب سے مروی ہے کہ مراد اس آیت سے ذوالفقار ہے جو خدا نے نازل کی آسمان سے نبیؐ پر اور انہوں نے عطا کی علیؑ کو۔

امام رضا علیہ السلام سے کسی نے پوچھا ذوالفقار کہاں سے آئی تھی، فرمایا جبریلؑ آسمان سے لے کر اترے تھے۔ اب میرے پاس ہے۔

حضرت علیؑ کے بعد امام حسنؑ کے پاس رہی پھر ہر امام کے پاس یکے بعد دیگرے رہتی ہوئی امام مہدی علیہ السلام تک پہنچی۔

سئل الصادق علیہ السلام: لم سمّي ذو الفقار؟ فقال: إنّما سمّي ذو الفقار

لأنّه ما ضرب به أمير المؤمنين أحداً إلاَّ افتقر في الدنيا من الحياة و في الآخرة من الجنّة

امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا ذوالفقار نام کیوں ہوا فرمایا اس لیے کہ اس سے جس کسی کو حضرت امیر المومنینؑ نے مارا وہ دنیا میں زندگی سے اور آخرت میں جنت سے دور رہا۔ کلینی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ذوالفقار نام اس لیے ہوا کہ اس کے درمیان ایک خط طویل تھا جو مہرۂ پشت سے مشابہ تھا، اصمعی کا گمان ہے کہ اس میں اٹھارہ فقرے تھے، تاریخ ابو یعقوب میں ہے کہ اس کا طویل سات بالشت تھا اور عرض ایک بالشت اور اس کے وسط میں مہرے تھے۔

ابو عبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت رسولِؐ خدا نے جبریلؑ کو آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی زر پر یہ کہتے سنا لا سیف اِلّا ذوالفقار ولا فتیٰ اِلّا علیؑ، ارشاد شیخ مفید میں بھی یہی ہے، امالی طوسی میں عکرمہ اور ابورافع سے سمعانی نے فضائل الصحابہ میں اور ابن بطہ نے ابانہ میں لکھا کہ جبریلؑ نے یوم بدر کہا۔

قیس بن سعد ہمدانی نے حضرت علیؑ کو معرکہ جنگ میں دو کپڑے پہنے دیکھا تو کہنے لگا اے امیر المومنینؑ جنگ میں اور یہ صورت، فرمایا ہاں اے قیس آگاہ ہو کہ کوئی بندہ ایسا نہیں جس کے لیے خدا نے دو فرشتے نہ قرار دیئے ہوں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں پہاڑ سے یا کنوئیں میں گرنے سے جب قضا آتی ہے تو یہ دونوں الگ ہو جاتے ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت علیؑ کی زرہ میں پشت کا حصہ نہ تھا، کسی نے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا اگر میں نے دشمن کی طرف سے پیٹھ پھیری ہوتی تو اس کی ضرورت پیش آتی۔

ذوالفقار کا تذکرہ شیخ صدوق کی کتاب "علل الشرائع" میں

وہ سبب جن کی بنا پر حضرت علیؑ کو "امیر المومنین" ان کی تلوار کو "ذوالفقار" امام قائم کو "قائم" اور مہدی کو "مہدی" کہا جاتا ہے۔

بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد دقاق اور محمد بن محمد بن عصام رضی اللہ عنہما سے ان دونوں نے کہ بیان کیا ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن علاء نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل فزاری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جمہور عمی نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی تجران سے اور انہوں نے اس سے جس کا ذکر انہوں نے کیا ہے اور انہوں نے ابی حمزہ ثابت بن دینار شمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ فرزند رسولؐ حضرت علی علیہ السلام کا نام امیر المومنین کیوں پڑ گیا یہ نام تو نہ پہلے کسی کا تھا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ وہ میرۃ العلم (علم کا ذخیرہ) ہیں، انہی سے علم حاصل کیا جاتا ہے آپ کے سوا کسی دوسرے سے نہیں، میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ ان کی تلوار کو ذوالفقار کیوں کہتے ہیں؟ فرمایا اس لیے کہ آپ جس کو بھی مخلوق میں اس تلوار سے مارتے تھے اس کو دنیا میں اس کے اہل و اولاد سے اور آخرت میں جنت سے جدا کر دیتے تھے، میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ کیا آپ حضرات سب کے سب قائم بالحق نہیں ہیں؟ فرمایا ہاں میں نے عرض کیا پھر امام قائم کو قائم کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جب ہمارے امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے تو ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں روتے ہوئے فریاد کی اے ہمارے اللہ اور ہمارے مالک جس نے تیرے منتخب ابن منتخب

بندے کو قتل کر دیا اس سے کیا تو غافل ہے؟ تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے میرے ملائکہ بے قرار نہ ہو مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں ضرور ان سے انتقام لوں گا خواہ کچھ عرصہ بعد ہی کیوں نہ لوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے امام حسینؑ کی اولاد میں جتنے آئمہ تھے ان سے ملائکہ کے لیے حجاب کو ہٹایا اور انہیں دیکھ کر ملائکہ بے حد مسرور ہوئے اور ان ہی آئمہ میں سے ایک امام کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اسی قائم (کھڑے ہوئے) کے ذریعہ ان قاتلوں سے انتقام لوں گا۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام کلینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے روایت کرتے ہوئے علان کلینی سے اور انہوں نے مرفوعاً روایت کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین کی تلوار کا نام ذوالفقار اس لیے پڑا کہ اس تلوار کے بیچوں بیچ لمبائی میں ایک خط تھا جو انسان کی ریڑھ کی ہڈی کے بالکل مشابہ تھا اسی لیے اس کا نام ذوالفقار ہو گیا اور یہ وہ تلوار تھی جس کو حضرت جبریلؑ آسمان سے لے کر نازل ہوئے تھے، اس کا قبضہ چاندی کا تھا اور یہ وہ تلوار ہے جس کے متعلق ایک منادی نے آسمان سے ندا دی تھی کہ لاسیف اِلّا ذوالفقار ولا فتیٰ اِلّا علیؑ۔